التبیان فی مسائل
السلوک والاحسان
المعروف بہ
دلائل السلوک
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ
حضرت العلام مولانا اللہ یار خان
ادارہ تالیفات اویسیہ ۰ مرشد آباد
(ضلع میانوالی)

التبیان فی مسائل السلوك والاحسان

المعروف به

دلائل السلوک

افادات

شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

ادارہ تالیفات اویسیہ ◉ مرشد آباد ◉ (ضلع میانوالی)

باراول 1992ء

تعداد .... ایک ہزار

ڈیزائننگ وکمپوزنگ .... مسعود فرید 0333-4331105 0321-4065548

ہدیہ .... -/300 روپے

مطبوعہ ....

ناشر .... ادارہ تالیفات اویسیہ

مرشد آباد (ضلع میانوالی)

Marfat.com

صفحہ نمبر	عنوان	باب نمبر
9	نشانِ راہ	
16	تذکارِ شیخ رحمۃ اللہ علیہ	
18	عرضِ حال	
23	اسلامی تصوف کی حقیقت	اول 1
31	تصوف کے متعلق مختلف نظریات	دوم 2
37	تصوف کا ثبوت	سوم 3
71	بحث قلب	چہارم 4
79	بحث روح	پنجم 5
97	بحث نفس	ششم 6
103	لطائف اور شیخ کامل	ہفتم 7
113	منازل سلوک	ہشتم 8
133	ولایت انبیاء علیہم السلام	نہم 9

Marfat.com

Marfat.com

☆☆☆

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

نشانِ راہ

ہنوز آں ابر رحمت درفشاں است

خم و خمخانہ با مہر و نشاں است

کوئی بائیس سال ادھر کی بات ہے کہ شیخ العرب والعجم مجدد الطریقہ مجتہد فی التصوف قلزم فیوض بحر العلوم حضرت مولانا اللہ یار خاں علیہ الرحمہ والرضوان کو دربار نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد ہوا کہ اسلامی سلوک واحسان کے مسائل و دلائل کو کتاب وسنت کے احکام اور سلف صالحین کے ارشادات اور تعامل امت مرحومہ کی روشنی میں اس طرح پیش کریں کہ خواص وعام کے لیے اتمام حجت ہو جائے نیز اس دعوت کو عام کریں اور ایک ایک آدمی کو لے کر اس کی تربیت کریں تاکہ وہ فیضان خصوصی جو صدر مشکوٰۃ نبوت ﷺ سے مقتبس انوار واسرار کا ابر گہر بار ہے طالبین راہ سلوک کی سیرابی وشادابی اور زندگی کا سبب بن سکے۔

۱۹۶۴ء میں حضرت مرشد مخدوم علیہ الرحمۃ نے یہ کتاب ''التبیان فی مسائل السلوک والاحسان'' المعروف بہ ''دلائل السلوک'' بزبان اردو تحریر فرمائی جسے پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے نے ادارہ نقشبندیہ اویسیہ چکوال سے شائع کیا۔

کتاب مذکور کے کئی ایڈیشن زیور طباعت سے آراستہ ہوئے اور حضرت علیہ الرحمۃ کے ارشادات عالیہ کی روشنی میں ہر طباعت ایک نئی روشنی اور نئی قوت سے

Marfat.com

اصحاب بصیرت کے لیے غذائے روحانی اور تربیت قلوب کا سبب بنتی رہی۔ چند عرصہ قبل پھر اس ضرورت کی اہمیت کا احساس دلایا جارہا تھا کہ کتاب کا نیا ایڈیشن شائع کیا جائے۔ ابھی تیاری کے مراحل ہی تھے کہ حضرت العلام مرشد مخدوم مولانا اللہ یار خاں علیہ الرحمۃ والرضوان مختصر علالت کے بعد ۱۸ فروری ۱۹۸۴ء کی شام اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے۔ جعلہ اللہ الجنۃ ماواہ ومثواہ و رحمتہٗ علیہ وبرکاتہ و مغفرتہ، و رضوانہٗ۔

آپ کی جدائی کا صدمہ جانکاہ بھلایا نہیں جا سکتا اور یہ زخم اتنا گہرا ہے کہ اس کے مندمل ہونے کی صورت نظر نہیں آتی:

وہ نہیں بھولتے جہاں جائیں
ہائے ہم کیا کریں کہاں جائیں

مگر حضور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جدائی کے سانحہ کا تصور قلب محزوں کی ڈھارس بندھاتا ہے اور آپ ﷺ کی تعلیمات اور ارشادات گرامی کا مفاد زخموں پر مرہم رکھتا ہے کہ الموت جسر یو صل الحبیب الی الحبیب اور یہ کہ، شہیدان محبت الٰہیہ مرتے نہیں بل ینتقلون من دار الی دار ...... وہ اللہ کریم کے فضل ورحمت خصوصی سے حیات طیبہ کے انعام سے سرفراز ہوتے ہیں، رفیق اعلیٰ کے آغوش رحمت اور اس کے سایۂ عاطفت میں آرام فرماتے ہیں۔ اعلیٰ علیین کے باسی کبھی ملاء اعلیٰ سے جا ملتے ہیں انہیں اصحاب الیمین کہیے یا شہیدان مرضیات باری تعالیٰ سے تعبیر کیجیے۔ حقیقی زندگی تو ایسے ہی خوش بختوں کی ہے کہ سعادت ازلی نے جنہیں اپنے دامن میں چھپا رکھا ہے"۔

"من عمل صلحا من ذکر اوانثی وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ"

یہ حیات طیبہ کیا ہے؟ ایمان وعمل کے ثمرات حقیقی سے فیض یاب ہونے کا نام ہے یہ وہ جوہر ہے جو فنا کو بقا اور بقا کو ابدیت آشنا کرتا ہے۔

میں یہ کہتا ہوں فنا کو بھی عطا کر زندگی
تو کمال زندگی کہتا ہے مر جانے میں ہے

"احیا عند ربھم یرزقون" اور "فرحین بما اتاھم اللہ"

اس پر شاہد عدل:

کشتگان خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

اور یہ رتبہ بلند جس کو مل گیا۔

وذالك فضل اللہ یوتیہ من یشاء

دلائل السلوک، طالبین راہ سلوک واحسان کے لیے مینارۂ نور ہے، ایک خورشید درخشاں ہے، رہبر طریق اور مرشد کامل ہے۔

آپ کے ارشادات کی خوشبو مشام جان کے لیے نزہتوں کے امین اور نسبت روحانی کے لیے شادابی وفرحت کا سرچشمہ ومنبع، دلوں کے لیے روشنی اور آنکھوں کے لیے نور ہے۔

مشام جاں میں بسی ہے ابھی وہی خوشبو
ابھی ابھی تو چمن سے بہار گزری ہے

یہ کتاب کیا ہے رہبر راہ سلوک، مرشد طریقت، اسم بامسمی یعنی التبیان فی

Marfat.com

مسائل السلوک والاحسان، درحقیقت یہ ایک دعویٰ ہے اور حضرت مرشد العلام علیہ الرحمۃ والرضوان کے تربیت یافتگان کی جماعت اس کی دلیل اور جیتا جاگتا ثبوت ہے۔

''سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے منتبین ومتوسلین اور زیرتربیت سالکین نے تقریباً نصف صدی سے انفرادی طور پر اور ربع صدی سے اجتماعی انداز سے شیخ العرب والعجم مجدد الطریقہ مجتہد فی التصوف حضرت العلام مولانا اللہ یار خاں رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب فیض کیا، تحدیث نعمت کے طور پر حمدا لله وشكرا علی نعمائه سینکڑوں بلکہ ہزاروں خوش بخت تزکیہ وتعمیر سیرت کے مراحل سے گزر کر سلوک واحسان کے اعلیٰ مقامات سے فیض یاب ہوئے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اس نے اس دور آخر میں صحیح اسلامی سلوک واحسان کی تجدید واحیاء کا اہم اور منفرد کام حضرت شیخ مکرم کو علمی اور عملی طور پر انجام دینے کی توفیق خاص سے نوازا۔

وذلك فضل الله يوتيه من يشاء اور والله يختص برحمته من يشاء:

ایں سعادت قسمت شہباز وشاہین کردہ اند

''جماعت سالکین اویسیہ'' کا وجود آپ کے فیضان کا عملی ثبوت ہے اور دلائل السلوک آپ کے علمی فیوض وبرکات پر شاہد کما لایخفی علی من له حظ من العلم:

آفتاب آمد دلیل آفتاب

آپ کا طریق تربیت اور سلسلہ تصوف ''نقشبندیہ اویسیہ'' ہے یعنی آپ کا طریق تربیت وتزکیہ مشائخ نقشبندیہ علیہم الرحمۃ کا طریقہ ہے کہ جس کا مدار صحبت شیخ کامل، القاء واعطاء نسبت وانعکاس انوار پر ہے اور اویسیت سے مراد روح سے فیض ہے اور اس فیضان کی اعلیٰ صورت وہ نعمت وسعادت ہے کہ جس سے بڑی نعمت و

سعادت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور وہ ہے حضور نبی کریم ﷺ کے دست اقدس پر روحانی بیعت، اس موہبت کبریٰ اور اس سعادت عظمیٰ کے حصول کے تصور پر بھی قربان جایئے اور اس مرشد ومخدوم کے جوتوں کی خاک بن جایئے کہ جس کی نگاہ کیمیا اثر انسان خاکی کی روح کو تزکیہ کی دولت سے مالا مال کر کے ان بلندیوں سے آشنا کردے۔ اگر ہر موئے بدن زبان بن جائے اور زبان ہزار ہا زبانوں سے ترجمان حال ہو جائے تو تعبیر مافی الضمیر کسی صاحب دل کی ہمنوائی میں یوں ہوگی:

جزاک اللہ کہ چشمم باز کردی

مرابا جان جاں ہمراز کردی

اس مقام پر شیخ الشیوخ عالم حضرت العلام مرشد مخدوم بحر العلوم قلزم فیوض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشادات عالیہ سے مختصراً نقل کرنے کی سعادت حاصل کی جاتی ہے تا کہ قارئین اجمالی طور پر آپ کی دعوت تزکیہ وتربیت کا کچھ نقشہ اپنے سامنے رکھ سکیں۔

فرمایا: ''ہمارے سلسلہ کا نام نقشبندیہ اویسیہ ہے، میں اپنے شاگردوں کی تربیت نقشبندیہ طریقہ کے مطابق کرتا ہوں اور میں نے اپنے محبوب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی روح سے اخذ فیض اور اجازت لی ہے۔ میرے اور میرے شیخ مکرم کے درمیان ۴۰۰ سال کا فاصلہ ہے۔ میں نے اویسی طریقہ سے اپنے محبوب شیخؒ کی روح سے فیض حاصل کیا۔ خلافت بھی ملی اور بحمد اللہ میرے محبوب شیخ کا فیض اس وقت دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل رہا ہے۔ میں تصوف کو جزو دین اور روح دین سمجھتا ہوں اور تحدیث نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ جسے سلوک سیکھنا ہو بندہ کے پاس ان شرائط کے ساتھ

رہے جو میں پیش کروں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ دکھا دوں گا روح سے فیض کیسے حاصل کیا جاتا ہے۔ وہ شخص روح سے کلام کرے گا۔ قبر کے عذاب وانعام کو دیکھ لے گا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ارواح طیبہ سے ملاقات کرے گا اور حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک پر روحانی بیعت کرا دوں گا بشرطیکہ وہ شخص متبع سنت ہو اور خلوص لے کر آئے۔ کوئی غرض فاسد نہ رکھتا ہو، طلب صادق ہو نکتہ چینی اور امتحان مقصود نہ ہو۔ یہ القائی اور انعکاسی چیز ہے جو القاء اور صحبت شیخ سے حاصل ہوتی ہے۔ کتب تصوف سے نشان راہ تو مل سکتا ہے مگر منزل تک رسائی نہیں ہو سکتی، حالات، واردات کیفیات اور روحانی ترقی کے لیے مراقبات کتابوں سے سیکھنے کی چیز نہیں کیونکہ واضع نے ان کے لیے الفاظ وضع نہیں کیے۔ یہ کمالات شیخ کامل کے سینے سے حاصل ہوتے ہیں۔ شیخ کے باطن سے اور اس کی روح سے حاصل ہوتے ہیں۔ جس نے ولایت ومعرفت کا عملی نمونہ دیکھا ہی نہیں وہ عارف کیسے بنے گا۔ دربار نبوی ﷺ تک رسائی تصوف و سلوک کے مقامات میں سے ایک مقام ہے جہاں سے سلوک کے اعلیٰ مقامات کے لیے فیض ملتا ہے ظاہر ہے کہ جو شیخ اس مقام تک رسائی نہیں رکھتا پھر بھی سلوک طے کرانے کی بیعت لیتا ہے۔ وہ دھوکہ باز نہیں تو اسے اور کیا کہا جائے''۔

حضرت العلام مرشد مخدوم علیہ الرحمۃ والرضوان کا فیض اب بھی بفضلہٖ تعالیٰ اسی طرح بلکہ ان کی توجہ سے اس سے بھی زیادہ روحانی قوت کے ساتھ جاری وساری ہے اور آپ کے متوسلین ومنتسبین کو ہر ''منزل'' اور ہر ''مقام'' پر پہنچ رہا ہے۔

نفعنا الله وایاکم بفیوضه وبرکاتهٗ

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اس فیض رسانی کے لیے اور اس نعمت عظمیٰ اور

Marfat.com

امانت کبریٰ کو آنے والی نسلوں تک پہنچانے اور سلسلہ کے اتصال معنوی اور ربط روحانی کو قائم رکھنے کے لیے اپنے بعد نائبین، خلفاء، مجازین، اصحاب الرائے اور مسترشدین کی ایک کثیر جماعت چھوڑی ہے جو اپنی اپنی استعداد کے مطابق حضرت علیہ الرحمۃ کی تعلیمات اور فیضان تربیت کی روشنی میں آپ کے فیوض و برکات اور ارشادات، اسرار و انوار کو بفضلہٖ تعالیٰ طالبین راہ ہدایت تک پہنچاتی رہے گی اور اب بھی جسے طلب صادق ہو وہ آئے اور اس نعمت عظمیٰ اور موہبت کبریٰ سے اپنا حصہ پائے۔ آپ کا فیض جاری ہے اور آپ کا سلسلہ موجود ہے۔

ہنوز آں ابر رحمت درفشاں است

خم و خمخانہ با مہر و نشاں است

آپ کے خلفاء حضرت میجر محمد احسن بیگ مدظلہ العالی (راولپنڈی) اور حضرت سید بنیاد حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی (سرگودھا) سالکین کی رہنمائی اور تربیت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ صلائے عام ہے کہ جسے بھی سلوک سیکھنا ہو وہ انہی آداب و شرائط کے ساتھ جو حضرت علیہ الرحمۃ نے مقرر فرمائے ہیں، آئے اس کی تربیت کی جائے گی، بفضلہٖ تعالیٰ حقیقت اس پر منکشف ہو جائے گی رضائے الٰہی اور خلوص نیت شرط ہے۔ کوئی غرض فاسد نہ ہو، نکتہ چینی اور امتحان مقصود نہ ہو۔ وہ خود دیکھ لے گا کہ روح کس طرح پرواز کرتی ہے۔ منازل سلوک کس طرح طے ہوتے ہیں اور بفضلہٖ تعالیٰ حضور نبی کریم ﷺ کے دست اقدس پر روحانی بیعت بھی کرادی جائے گی۔

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند

ابوالحسن نقوی کان اللہ لہ

Marfat.com

تذکارِ شیخ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ حضرت العلام مولانا اللہ یار خاں رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ۱۹۰۴ء میں اپنے آبائی گاؤں موضع چکڑالہ (ضلع میانوالی) میں ہوئی۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم کچھ اپنے ہی گاؤں میں اور کچھ ضلع کیمبلپور کے بعض مقامات پر حاصل کی۔

دورہ حدیث مدرسہ امینیہ دہلی میں ۱۹۳۳ء میں زیرِ سرپرستی حضرت مفتی کفایت اللہ مرحوم مکمل کیا۔

یونانی طب کے مطالعہ سے فارغ ہو کر درس و تدریس شروع فرمایا۔ ۱۹۳۶ء میں آپ نے تصوف کے میدان میں قدم رکھا اور ۲۴ برس کی مسلسل کاوشوں سے اس میں کمال حاصل کیا۔

۱۹۶۱ء میں آپ نے سالکین کی تربیت بسلسلہ، نقشبندیہ اویسیہ شروع فرمائی، آپ کے تربیت یافتہ بفضلہ تعالیٰ دنیا کے کونے کونے میں پھیلے ہوئے ہیں جن میں سینکڑوں صاحب کشف و کرامت بھی ہیں اور آپ کی تعلیمات کی منہ بولتی تصویر بھی۔ آپ کی پوری زندگی دین حق کی تبلیغ و ترویج اور مذہب باطلہ کی تردید میں گزری۔ آپ چوٹی کے مناظر رہے اور "فاتح اعظم" کے لقب سے معروف ہوئے۔ آپ نے باطل فرقوں کو بے نقاب کرنے میں اپنی تحریر و تقریر کا بے دریغ استعمال

Marfat.com

فرمایا۔ عبداللہ چکڑالوی منکر حدیث کے باطل مذہب کی بیخ کنی بھی آپ ہی کے حصہ میں آئی۔

تردید روافض کے سلسلہ میں آپ نے ''تحذیر'' المسلمین عن کید الکاذبین''۔
''الدین الخالص'' اور ایمان بالقرآن، جیسی معرکۃ آلاراء کتب تصنیف فرما کر امت مرحومہ کو کسی مزید تحقیق سے رہتی دنیا تک بے نیاز فرمادیا۔

تصوف کے موضوع پر قلم اٹھایا تو ''دلائل السلوک''۔ ''حیات برزخیہ''۔ ''حیات انبیاء'' اور ''اسرار الحرمین'' جیسے گوہر نایاب سالکین کے ہاتھ آئے اس کے علاوہ تربیت السالکین کے موضوع پر آپ کے مکتوبات اور ملفوظات بصورت تحریر و آڈیو کیسٹ موجود ہیں جن سے آپ کی مبارک مجالس ذکر وارشاد کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ یہی مشاغل دم آخر تک آپ کی مبارک زندگی کا جزو لاینفکہ بنے رہے حتی کہ ۱۸۔ فروری ۱۹۸۴ء کو ۸۰ برس کی عمر میں آپ نے اسلام آباد میں دار الفنا کو خیر آباد کہا اور ۱۹۔ فروری ۱۹۸۴ء غروب آفتاب کے ساتھ ساتھ دنیائے تصوف وسلوک کا یہ آفتاب عالم تاب اپنے جملہ کمالات کیساتھ ظاہری نظر سے اوجھل ہو کر اپنی آخری آرام گاہ مرشد آباد (داخلی چکڑالہ میں) جلوہ ریز ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ولنعم من قال۔

اقلت شموس الاولین وشمسنا
ابدا علی افق العلی لاتغرب

☆☆☆

Marfat.com

عرضِ حال

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی الہ وصحبہ وعلی

من تبعھم اجمعین

تصوف اور صوفیائے کرام کے متعلق عوام بلکہ علماء کے دلوں میں بھی کچھ شبہات پائے جاتے ہیں اور بعض اوقات وہ حضرات اس قسم کی غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتے ہیں کہ طریقت اور شریعت دو الگ الگ چیزیں ہیں یا اسلامی تصوف عجمی سریت اور باطنیت کے مترادف ہے۔ یا یہ کہ تصوف تکلیفات شرعیہ سے آزادی کا نام ہے ان غلط فہمیوں کے ازالہ اور عوام وخواص کی علمی تشفی کی خاطر اللہ رب العزت نے یہ رسالہ تحریر کرنے کی توفیق عنایت فرمائی۔

اگرچہ میری زندگی کا اکثر حصہ متکلمین کے نہج پر اسلام کی حقانیت کے اثبات اور فرقِ باطلہ کی تردید میں گزرا ہے اور کلامی مباحث اور تصوف وسلوک میں بظاہر تغایر اور بُعد نظر آتا ہے لیکن احقاق حق کے لیے علم کلام سے کام لینے اور تصوف کے ذریعے ایمان ویقین کی کیفیت پیدا کرنے میں فرق صرف دلیل سمعی اور دلیل ذوقی کا ہے۔ مگر بایں ہمہ لوگ یہ سن کر حیران ضرور ہوتے ہیں کہ وہ شخص جسے کل تک ہم ایک

Marfat.com

مناظر اور مبلغ اسلام کی حیثیت سے جانتے تھے آج تصوف، ذکر، حلقہ ذکر، تذکیہ نفوس اور منازل سلوک پر اظہار خیال ہی نہیں کر رہا بلکہ اپنا باطنی رشتہ صوفیائے کرام سے جوڑ رہا ہے مگر ان کی حیرت پر تعجب ہوتا ہے کہ:

اھم یقسمون رحمت ربك۔

''کیا وہی آپ کے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں''۔

اور اس کا جواب اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔

ذلك فضل الله یوتیه من یشاء

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

تبلیغ واشاعت دین کے ساتھ ساتھ تزکیہ نفوس کا کام انبیاء علیہم السلام سے لیا جاتا رہا۔ مگر نبی آخر الزماں ﷺ کی اس آخری امت میں اس کی ذمہ داری علمائے ربانیین پر عائد ہوتی ہے جو ورثۃ الانبیاء ہیں اور ہر مادی اور الحادی دور کی تاریکیوں میں روشن چراغ کی مانند ہوتے ہیں موجودہ دور پرُفتن میں اس ذمہ داری کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔ اس دور میں اسلام کی زبوں حالی اور مسلمانوں کی دینی پستی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم ﷺ سے ان کا ایمان اور روحانی تعلق برائے نام ہی رہ گیا ہے ان کی اعتقادی خرابیوں اور علمی بے اعتدالیوں اور بدعنوانیوں کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی اللہ کا بندہ انہیں اس قعر مذلت سے نکال کر اور اس خواب غفلت سے جگا کر شریعت مطہرہ کے اتباع، تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کی طرف توجہ دلاتا ہے تو اس کی آواز پر لبیک کہنے کی بجائے الٹا اپنے آپ کو اوہام و تشکیک کی وادیوں میں دھکیل دیتے ہیں اور:

ظلمات بعضها فوق بعض ''تاریکیوں پر تاریکیاں چھائی ہوئی ہیں''

Marfat.com

کی صورت پیدا ہوتی جا رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حق کی حفاظت اپنے ذمہ رکھی ہے اس کی رحمت یہ کب گوارا کر سکتی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو گمراہی کی وادیوں میں بھٹکتا چھوڑ دے۔ چنانچہ ہر دور میں وہ اپنے خاص بندوں کے ذریعے حق کی حمایت اور اصلاح خلق کی خدمت لیتا رہا اور صوفیائے کرام نے جس خلوص اور للّٰہیت سے یہ خدمت انجام دی ہے اس کی مثال ملنا ممکن نہیں۔

صوفیائے کرام کے ہاں تعلیم وارشاد اور تزکیہ واصلاح باطن کا طریقہ القائی اور انعکاسی ہے اور یہ تصوف کا عملی پہلو ہے۔ جس کا انحصار صحبت شیخ پر ہے۔ بقول امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ "تصوف کا تعلق احوال سے ہے زبان سے بیان کرنے کی چیز نہیں" مگر جہاں تک تصوف کے علمی پہلو کا تعلق ہے صحیح اسلامی تصوف کے خدوخال کا تعیین اور اس کی حقیقت سے علمی حلقوں کو روشناس کرانا نہایت ضروری ہے کیونکہ آج کل جس چیز کو تصوف کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور پیش کیا جاتا ہے اس کا تصوف اسلامی سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صحیح اسلامی تصوف کو بھی شک وشبہ کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اس لیے ضرورت محسوس ہوئی کہ عامۃ المسلمین کو صحیح اسلامی تصوف سے روشناس کرایا جائے جس کی اساس کتاب وسنت پر ہے تاکہ اس کی روشنی میں اپنی فکری اور علمی اصلاح کر کے ابدی فلاح حاصل کر سکیں اسی احساس فرض کا نتیجہ یہ کتاب ہے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

اللہ یار خاں۔ چکڑالہ (ضلع میانوالی)

یکم شعبان سنہ ۱۳۸۵ھ

۱

اسلامی تصوف کی حقیقت

تصوف کیا ہے؟

موضوع علم تصوف

علم تصوف کی تعریف وغایت

تصوف کیا نہیں؟

اسلامی تصوف کی حقیقت

تصوف کیا ہے؟

لغت کے اعتبار سے تصوف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے جا ملے اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے۔ جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصول رضائے الٰہی ہے۔ قرآن و حدیث کے مطالعہ، نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور آثار صحابہؓ سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے۔

عہد رسالت اور صحابہ کرامؓ کے دور میں جس طرح دین کے دوسرے شعبوں تفسیر، اصول، فقہ، کلام وغیرہ کے نام اور اصطلاحات وضع نہ ہوئی تھیں ہر چند کی ان کے اصول وکلیات موجود تھے اور ان عنوانات کے تحت یہ شعبے بعد میں مدون ہوئے اسی طرح دین کا یہ اہم شعبہ بھی موجود تھا۔ کیونکہ تزکیہ باطن خود پیغمبر ﷺ کے فرائض میں شامل تھا۔ صحابہؓ کی زندگی بھی اسی کا نمونہ تھی لیکن اس کی تدوین بھی دوسرے شعبوں کی طرح بعد میں ہوئی صحابیت کے شرف اور لقب کی موجودگی میں کسی علیحدہ اصطلاح کی ضرورت نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہؓ کے لیے متکلم، مفسر، محدث، فقیہ اور صوفی کے القاب استعمال نہیں کیے گئے۔ اسی کے بعد جن لوگوں نے دین کے اس شعبہ کی خدمت کی اور اس کے حامل اور متخصص قرار پائے۔ ان کی زندگیاں زہد و اتقاء اور خلوص و سادگی کا عمدہ نمونہ تھیں۔ ان کی غذا بھی سادہ اور لباس بھی موٹا جھوٹا اکثر صوف وغیرہ کا ہوتا تھا۔ اس وجہ سے وہ لوگوں میں صوفی کے لقب سے یاد کیے گئے اور

Marfat.com

اس نسبت سے ان سے متعلقہ شعبہ دین کو بعد میں تصوف کا نام دیا گیا۔ قرآن حکیم میں اسے تقویٰ، تزکیہ اور خشیۃ اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور حدیث شریف میں اسے ''احسان'' سے موسوم کیا گیا ہے اور اسے دین کا ماحصل قرار دیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل حدیث جبرئیل علیہ السلام میں موجود ہے۔ مختصر یہ کہ تصوف، احسان، سلوک اور اخلاص ایک ہی حقیقت کی مختلف تعبیریں ہیں۔

نبوت کے دو پہلو ہیں اور دونوں یکساں اہمیت رکھتے ہیں۔

کما قال تعالیٰ:

لقد من الله علی المؤمنین اذبعث فیهم رسولا من انفسهم

یتلوا علیهم ایاته ویزکیهم ویعلمهم الکتب والحکمة

حقیقت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا ہے جب کہ انہی میں سے ایک رسول ان میں بھیجا۔ جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ کر سناتا اور انہیں پاک صاف کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

نبوت کے ظاہری پہلو کا تعلق تلاوت آیات اور تعلیم وتشریح کتاب سے ہے اور اس کے باطنی پہلو کا تعلق تزکیہ باطن سے ہے۔ جن نفوس قدسیہ کو فیضان نبوت کے ظاہری پہلو سے حصہ وافر ملا وہ مفسر، محدث، فقیہ اور مبلغ کے ناموں سے موسوم ہوئے اور جنہیں اس کے ساتھ ہی فیضان نبوت کے باطنی پہلو سے بھی سرفراز فرمایا گیا ان میں سے بعض ابدالیت، قطبیت، غوثیت اور قیومیت وغیرہ کے مناصب پر فائز ہوئے مگر ان سب کا سرچشمہ کتاب وسنت ہے اللہ اور بندے کے درمیان علاقہ قائم رکھنے والی چیز اعتصام بالکتاب والسنہ ہے یہی مدار نجات ہے۔ قبر سے حشر تک اتباع کتاب وسنت کے متعلق ہی سوال ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ محققین صوفیائے کرام نے شیخ یا پیر کے لیے کتاب وسنت کا عالم اور عامل ہونا لازم قرار دیا ہے۔ اگر کوئی شخص ہوا میں

Marfat.com

اڑتا آئے مگر اس کی عملی زندگی کتاب وسنت کے خلاف ہے تو وہ ولی اللہ نہیں بلکہ جھوٹا ہے شعبدہ باز ہے کیونکہ تعلق مع اللہ کے لیے اتباع سنت لازمی ہے۔

کما قال تعالیٰ قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحبکم الله۔
آپ فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہوئے تو تم لوگ میرا اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔

اتباع سنت کا پورا پورا حق ان اللہ والوں نے ادا کیا جنہوں نے نبوت کے ظاہری اور باطنی دونوں پہلوؤں کی اہمیت کو محسوس کیا اور ہمیشہ پیش نظر رکھا اور تبلیغ و اشاعت دین کو تزکیۂ نفوس سے کبھی جدا نہ ہونے دیا۔ تمام کمالات اور سارے مناصب صرف حضور اکرم ﷺ کی اتباع کی بدولت ہی حاصل ہوتے ہیں اور تصوف کا اصل سرمایہ اتباع سنت ہے۔

موضوع علم تصوف:

کسی علم کے موضوع کا تعین اس کے عوارضات ذاتیہ کی بحث سے ہوتا ہے پس علم تصوف کا موضوع مکلفین کے احوال ہیں مگر مطلقاً احوال نہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ کون سا فعل قرب الٰہی کا سبب بنتا ہے اور کون سا فعل اللہ سے دوری کا موجب۔ جیسا کہ علم طب میں موضوع بدن انسانی ہے لیکن مطلقاً بدن نہیں بلکہ من حیث الصحتہ والمرض ہے۔

پس علم تصوف میں بھی احوال مکلفین کے متعلق اللہ تعالیٰ کے قرب و بعد کی حیثیت سے بحث ہوگی۔

☆☆☆

Marfat.com

علم تصوف کی تعریف اور غایت

هو علم تعرف به احوال تزكية النفوس وتصفية الاخلاق و تعمير الباطن والظاهر لنيل السعادة الابدية ويحصل بـه اصلاح النفس والمعرفة ورضاء الرب وموضوعه التزكية والتصفية والتعمير مذكورات وغايته نيل السعادة الابدية.

"تصوف وہ علم ہے جس سے تزکیۂ نفوس اور تصفیۂ اخلاق اور ظاہر و باطن کی تعمیر کے احوال پہچانے جاتے ہیں۔ تاکہ سعادت ابدی حاصل ہو نفس کی اصلاح ہو اور رب العالمین کی رضا اور اس کی معرفت حاصل ہو اور تصوف کا موضوع تزکیہ تصفیہ اور تعمیر باطن ہے اور اس کا مقصد ابدی سعادت کا حصول ہے"۔

تعریف، موضوع اور غایت کا بیان اس لیے کیا گیا ہے کہ ہر علم کی شان ان امور سہ گانہ سے واضح ہو جاتی ہے اور ہماری غرض یہ ہے کہ تصوف وسلوک کا دین اسلام میں جو مقام اور مرتبہ ہے وہ ظاہر ہو جائے اور کسی کے لیے اس امر کی گنجائش نہ رہے کہ محض اس احتمال سے یہ علم ظنی ہے وہ اسے قابل اعتناء نہ سمجھے۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ دین کے دوسرے شعبوں میں ہزاروں مسائل ایسے ہیں جن کی حیثیت ظنی مسائل کی ہے۔ انہیں قبول کر لینا اور علم تصوف میں صرف ظنی کا احتمال پیدا کر کے اسے چھوڑ دینا اور اس عقیدہ میں غلو کرنا علمی دیانت سے بعید ہے ایسا کرنا درحقیقت ارباب

Marfat.com

تصوف یعنی اولیاء اللہ سے عداوت کرنے کے مترادف ہے جس کے لیے "من عادی لی ولیا فقد اذنته للحرب" ایسی وعید موجود ہے اس لیے تصوف کے معاوندین اپنی عاقبت کی فکر کریں۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جو شخص کسی فن میں مہارت نہیں رکھتا، اسے اس فن اور اہل فن پر تنقید کا حق نہیں پہنچتا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں فلاسفہ جنہیں علم و تحقیق پر بہت ناز ہے جب تصوف پر بحث کرتے ہوئے مسئلۂ کشف پر آتے ہیں تو انہیں اس عاجزانہ اعتراف کے بغیر اور کوئی راستہ نہیں ملتا ہے کہ ھذا طور وراء طور العقل لایدرکه الا اصحاب قوة القدسیة۔

تصوف کیا نہیں؟

تصوف کے لیے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے۔ نہ تعویذ گنڈوں کا نام تصوف ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے۔ نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے۔ نہ قبروں پر سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے۔ اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے۔ نہ اولیاء اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے۔ نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف والہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرور کا نام تصوف ہے عام طور پر یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں۔ حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر بھی تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا۔ بلکہ اس قسم کی خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

۲

تصوف کے متعلق مختلف نظریات

منکرین تصوف

قائلین تصوف

Marfat.com

تصوف کے متعلق مختلف نظریات

منکرین تصوف:

تصوف کا انکار مختلف بہانوں اور مختلف الزامات کی آڑ میں کیا جاتا ہے ان میں قدر مشترک یہ ہے کہ تصوف بدعت ہے۔ بدعت کی بحث مناسب مقام پر آ جائے گی اور یہ ثابت ہو جائے گا کہ تصوف بدعت ہے یا سنت اور روح اسلام ہے۔ یہاں ہم اصولی طور پر یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ منکرین تصوف کی حیثیت نہ تو مجتہد کی ہے کہ ان کا انکار کسی کے لیے حجت ہو۔ اور نہ یہ علمائے حق اور صوفیہ محققین پر کسی طرح فوقیت رکھتے ہیں کہ ان کی رائے کا احترام کیا جائے بلکہ بقول مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ یہ منکرین تصوف چور، ڈاکو اور راہزن ہیں جو دین کا ایک اہم جزو دین سے خارج کرنا چاہتے ہیں۔ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر آج تک کروڑوں نفوس قدسیہ کو بدعتی کہنے کی بجائے یہ زیادہ قرین عقل و انصاف ہے کہ منکرین تصوف کو ہی بدعتی سمجھا جائے۔ ان کے انکار کی وجہ ان کی جہالت اور کم علمی ہے یہ کوئی نئی بات نہیں ایسے لوگ ہمیشہ ایسا کرتے آئے ہیں: الناس اعدالما جھلوا۔

کما قال اللہ تعالٰی: بل کذبو ابمالم یحیطوا بعلمہ [2]

اگر یہ لوگ ارشاد ربانی کو پیش نظر رکھتے کہ:

ولا تقف مالیس لک بہ علم۔ [3]

تو ممکن ہے انہیں انکار کی جرأت نہ ہوتی۔

Marfat.com

قائلین تصوف:

قائلین تصوف کے پھر دو گروہ ہیں ایک قلیل جماعت اعتقاد تصوف کی قائل ہے اور عملاً بھی اس کی تصدیق کرتی ہے۔ درحقیقت یہی لوگ اہل حق ہیں اور قلیل من عبادی الشکور ؎ کے مصداق ہیں۔ ان کا وجود ہر زمانے میں رہا ہے اور نبوت کے اس شعبہ کی برکات انہیں کے وسیلے سے دنیا میں پھیلتی رہی ہیں۔ ایک جماعت ایسی ہے جو بظاہر تو تصوف کی قائل ہے مگر عملاً اس کی منکر ہے ان کے نزدیک تصوف صرف کتب تصوف کا مطالعہ کر لینے، اولیاء اللہ کی حکایات سن لینے، سر دھننے اور جھومنے تک محدود ہے۔ یہ لوگ اول تو کسی عارف کامل مزکی و مصلح کی تلاش کی زحمت ہی گوارا نہیں کرتے جو عملاً سلوک سکھائے اور اتباع سنت پر زور دے۔ اور اگر کوئی ایسا شخص مل جائے جو تزکیۂ باطن کا طریقہ سکھائے یا راہ سلوک طے کرائے تو اس پر یقین نہیں کرتے بلکہ اس کا تمسخر اڑایا جاتا ہے حالانکہ ان کی بے یقینی کی اصل وجہ ان کا فکری اور عملی جمود ہوتا ہے وہ چاہتے ہیں کہ محنت نہ کرنی پڑے محض زبانی باتوں اور حکایتوں سے ہی سلوک طے ہو جائے یہ لوگ بھی دراصل تصوف اسلامی کے منکر ہیں۔ اس جماعت میں بعض اوقات اس نعرہ کی گونج بھی سنائی دیتی ہے کہ ''شریعت اور چیز ہے اور طریقت اور چیز ہے'' یہ نعرہ کیا ہے کتاب وسنت سے آزادی اور اتباع سنت سے فرار کی ایک راہ نکال لی ہے۔

حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ روض الریاحین میں علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ: ۵

''انکار کرامات کے اعتبار سے لوگوں کی کئی قسمیں ہیں ایک تو وہ جو مطلقاً منکر ہیں یہ مشہور اہل مذہب اور پرہیزگاری سے منحرف ہیں۔ دوسرے وہ جو اگلے لوگوں کی کرامات کے قائل ہیں۔ مگر اپنے زمانے کے اصحاب کرامات کے منکر ہیں یہ لوگ بقول سیدی ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ، بنی اسرائیل کے مشابہ ہیں جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس وقت تصدیق کی جب ان کو نہیں دیکھا اور محمد ﷺ کی تکذیب کی اور اس کا باعث حسد و عداوت اور شقاوت کے سوا کچھ نہ تھا۔ تیسرے وہ ہیں جو اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ ان کے زمانے کے لوگوں میں بھی خدا کے اولیاء ہیں لیکن کسی شخص معین کی تصدیق نہیں کرتے ایسے لوگ اولیاء اللہ کی رہنمائی سے محروم ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

۳

تصوف کا ثبوت

حدیث جبرئیلؑ۔

بعثت انبیاء کا مقصد۔

دین میں تصوف بمنزلۂ روح۔

تصوف کا حصول فرض عین۔

امام غزالیؒ کی رائے۔

تصوف اصول دین ہے۔

اہلسنت والجماعت کا مدار شریعت وطریقت پر ہے۔

تصوف تواتر سے ثابت ہے۔

حدیث احسان پر تفصیلی بحث۔

قربِ نوافل۔

قربِ نوافل اور قربِ فرائض میں فرق۔

Marfat.com

تصوف کا ثبوت

حدیث جبرئیل علیہ السلام:

کتب احادیث میں حدیث جبرئیل کو اصول دین کے بیان میں بنیادی حیثیت حاصل ہے جس میں دین کو اسلام، ایمان اور احسان سے مرکب بیان فرمایا گیا ہے احسان کی وضاحت یوں بیان کی گئی ہے:

قال اخبرنی عن الاحسان۔ ان تعبد الله کانك تراہ فان لم تکن تراہ فانه یراك قال لی یاعمر اتدری من السائل قلت الله و رسوله اعلم۔ قال فانه جبرئیل اتاکم یعلمکم دینکم۔ [۲]

"جبرئیل علیہ السلام نے کہا مجھے احسان کے متعلق بتایئے رسولِ خدا ﷺ نے فرمایا اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ پس اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے عمرؓ کیا تم جانتے ہو سائل کون تھا۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں فرمایا۔ یہ جبرائیل علیہ السلام تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے"۔

اس حدیث کی شرح میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرمایا ہے۔

Marfat.com

قال الامام مالك رحمة الله عليه من تصوف ولم يتفقه فقد تزندق ومن تفقه ولم يتصوف فقد تفسق ومن جمع بينهما فقد تحقق۔

''امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جس نے فقہ کے بغیر تصوف حاصل کیا وہ زندیق ہوا۔ اور جس نے تصوف سیکھے بغیر فقہ کا علم حاصل کیا وہ فاسق ہوا اور جس نے دونوں کو جمع کیا وہ محقق ہوا''۔

''بدانکہ بنائے دین وکمال آن برفقہ وکلام وتصوف است وایں حدیث شریف بیان ایں ہو سہ مقام کردہ اسلام اشارت بر فقہہ است کہ متضمن بیان اعمال واحکام شرعیہ است وایمان اشارت کہ مسائل اصول کلام اندو احسان اشارت بہ اصل تصوف است کہ عبارت از صدق توجہ الی اللہ است وجمیع معانی تصوف کہ مشائخ طریقت بآں اشارت کردہ اند راجع ہمیں معنی است وتصوف وکلام لازم یکدیگر اند کہ، ہیچ یکے بے دیگر تمام نہ پذیرو چرا کہ کلام بے تصوف وتصوف بے فقہ صورت نہ بندوزیرا کہ حکم الٰہی بے فقہ شناختہ نہ شود وفقہ بے تصوف تمام نشود وزیرا کہ عمل بے صدق توجہ تمام نہ پزیردو ہر دو بے ایمان صحیح نگردو برمثال روح وجسد کہ ہیچ کدام بے دیگر وجود نگیرد وکمال نہ پذیرد''۔ ؎

''خوب سمجھ لو کہ دین کی بنیاد اور اس کی تکمیل کا انحصار فقہ کلام اور تصوف پر ہے اور اس حدیث شریف میں ان تینوں کا بیان ہوا ہے۔ اسلام سے مراد فقہ ہے کیونکہ اس میں شریعت کے احکام اور اعمال کا بیان ہے اور ایمان سے مراد عقائد ہیں جو علم کلام کے مسائل ہیں اور احسان سے مراد اصل تصوف ہے جو صدق دل سے توجہ الی اللہ سے عبارت ہے مشائخ طریقت

کے تمام ارشادات کا حاصل یہی احسان ہے تصوف اور کلام لازم ملزوم ہیں۔ کیونکہ تصوف بغیر کلام کے اور فقہ بغیر تصوف کے بے معنی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ کے احکام فقہ کے بغیر معلوم نہیں ہوتے اور فقہ بغیر تصوف کے کامل نہیں ہوتی کیونکہ کوئی عمل بغیر اخلاص نیت کے مقبول نہیں اور یہ دونوں ایمان کے بغیر بیکار ہیں۔ ان کی مثال روح اور جسم کی ہے کہ ایک دوسرے کے بغیر ناتمام رہتے ہیں''۔

فائدہ : تصوف جزو دین ہے اور انتفائے جزو مستلزم ہے انتفائے کل کو پس انکار تصوف مستلزم ہوگا انکار دین کو۔ عالم جب تک تصوف و سلوک سے بے بہرہ ہے نہ صحیح معنوں میں وارث رسول ﷺ ہے اور نہ نائب رسول ﷺ کہلانے کا مستحق۔

ولا یکون الخلیفۃ الامن جمع المقاصد الثلاثۃ التی ذکرنا ھا وحفظ الکتاب والسنۃ وتدرب فی قوانین السلوک تربیۃ السالکین۔

خلیفہ رسول ﷺ صرف وہ شخص ہوگا جس نے دین کے تینوں شعبے جمع کیے ہوں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کو یاد کیا ہو اور قوانین علم سلوک اور تربیت سالکین میں کوشش کی ہو۔

فائدہ: (ا) العلماء ورثۃ الانبیاء (علماء انبیاء کے وارث ہیں) سے مراد وہ علماء ہیں جنہوں نے دین کے ان تینوں اجزاء کو جمع کیا ہو کیونکہ:

فانہ جبریل اتا کم یعلمکم دینکم۔

سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس دین کی تعلیم کے لیے جبرئیل کو بھیجا اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو پہنچایا۔ وہ تین اجزاء اسلام، ایمان اور احسان سے

مرکب ہے جس میں سلوک جسے لفظ احسان سے تعبیر کیا گیا ہے بھی شامل ہے۔

اگر یہ تسلیم کر لیں کہ سلوک بدعت ہے تو ماننا پڑے گا کہ دین مرکب بدعت سے ہے اور جب دین بدعت وغیرہ سے مرکب ہوا تو پورا دین بدعت ٹھہرا۔

بعثت انبیاء علیہم السلام کا مقصد:

انبیا علیہم السلام تین اغراض کو پورا کرنے کے لیے مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ اول تصحیح عقائد، دوم تصحیح اعمال، سوم تصحیح اخلاص۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وقد تکفل بفن الاول اهل الاصول من علماء الامة وقد تکفل بفن الثانی فقهاء الامة فهدی الله بهما اکثرین وقد تکفل بفن الثالث الصوفیة رضوان الله علیهم۔ [8]

تصحیح عقائد کے فن کے کفیل علمائے اصول ہوتے ہیں اعمال کے تصحیح کے کفیل فقہائے امت ہوتے ہیں۔ اور فن خلوص واحسان کے کفیل صوفیہ کرام ہوتے ہیں۔

دین میں تصوف بمنزلہ روح فی الجسد:

والذی نفسی بیده هذه الثالث ادق المقاصد الشریعة مأخذاً اواعمقها مهتد اوهو بالنسبة الی سائر الشرائع بمنزلة الروح من الجسد و بمنزلته المعنی من اللفظ۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ یہ تیسرا فن مقاصد شرعیہ کے ماخذ کے لحاظ سے بہت باریک اور گہرا ہے اور تمام

Marfat.com

شریعت کے لیے اس فن کی وہی حیثیت ہے جو جسم کے لیے روح کی ہے
اور لفظ کے لیے معنی کی ہے"۔

فائدہ: (۱) یہ فن ثالث اخلاص اور احسان سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اخلاص واحسان ساری شریعت کی روح ہے جس طرح روح کے بغیر بدن بے کار ہے اسی طرح بدون اخلاص عقائد واعمال بے کار ہیں۔

(۲) تصوف کے بغیر نہ شریعت زندہ رہ سکتی ہے نہ دین سلامت رہ سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے وضاحت فرمادی ہے۔

تصوف کا حصول فرض عین ہے:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ التوبہ کی آیت وما کان المؤمنون لینفروا کافۃ کی تفسیر کے سلسلے میں تصوف کے مقام اور اہمیت کی وضاحت فرماتے ہیں:

وان العلم الذی یسمون الصوفیة الکرام لدنیا فهو فرض لان ثمراتها تصفیة القلب عن اشتغال بغیر الله واتصافه بدوام الحضور وتزکیة النفس عن رذائل الاخلاق من العجب والتکبر والحسد و حب الدنیا والجاه والکسل فی الطاعات ایثار الشهوات والریاء والسمعة و غیر ذالك وتحلیتها بکرام الاخلاق من التوبة والرضاء بالقضاء والشکر علی النعماء والبصر علی البلاء وغیر ذالك ولا شك ان هذه الامور محرمات علی کل مؤمن اشد تحریماً من معاص الجوارح واهم افتراضا من فرائضها من الصلوة

Marfat.com

والصوم والزکوۃ وشیئی من العبادات لاسیما بشیئی منها مالم یقترن بالاخلاص والنیۃ۔ 9

صوفیہ کرام جس علم کو لدنی کہتے ہیں اس کا حصول فرض عین ہے کیونکہ اس کا ثمرہ صفائی قلب ہے غیر اللہ کے شغل سے قلب کا مشغول ہونا ہے دوام حضور سے اور تزکیہ نفس ہے رزائل اخلاق سے جیسے عجب تکبر، حسد، حب دنیا، حب جاہ، عبادات میں سستی، شہوات نفسانی، ریا، سمعہ وغیرہ اور اس کا ثمرہ فضائل اخلاق سے متصف ہونا ہے جیسے توبہ من المعاصی رضا بالقضاء شکر نعمت اور مصیبت میں صبر وغیرہ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تمام امور مومن کے لیے اعضاء و جوارح کے گناہوں سے بھی زیادہ شدت سے حرام ہیں اور نماز، روزہ اور زکوٰۃ سے زیادہ اہم فرائض ہیں کیونکہ ہر وہ عبادت جس میں خلوص نیت نہ ہو بے فائدہ ہے اور خلوص ہی کا نام تصوف ہے"۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے:

وکذالك یفترض علیہ علم احوال القلب من التوکل والخشیۃ والرضاء۔ 9

"(جیسے باقی علوم فرض ہیں) اسی طرح علم سلوک بھی فرض ہے جو علم احوال قلب ہے جیسے توکل، خشیت، رضا بالقضاء"۔

فائدہ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ علم تصوف کا حصول فرض عین ہے۔ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تعلیم تصوف کو فرض عین قرار دیا ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے احوال قلب کی تفصیل بیان فرما کر یہ نتیجہ نکالا

Marfat.com

ہے کہ:

فیلزمه ان یتعلم منها مایری نفسه محتاجا الیه وازالتها فرض عین۔

پس مومن کولازم ہے کہ رزائل کے دفعیہ کے لیے علم اتنا حاصل کرے جتنا اپنے نفس کو اس کا محتاج سمجھے ان کا ازالہ فرض عین ہے۔[1]

تصوف اصول دین سے ہے:

تفسیر جمل میں ہے:

والدین الذی لایقبل التغیر هو التوحید والاخلاص والایمان بما جاءت جمیع الرسل علیهم الصلوة والسلام۔[1]

"دین وہ چیز ہے جو تغیر وتبدل کو قبول نہیں کرتا وہ توحید اور اخلاص ہے جسے تمام انبیاء لے کر آئے"۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ تصوف اسلامی اصول دین سے ہے اور یہ عبارت ہے خلوص واحسان سے اور بغیر خلوص نہ توحید مقبول ہے نہ ایمان وعمل۔

اہل السنّت والجماعت کا مدار شریعت وطریقت پر ہے:

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اہل سنت کا مدار شریعت اور طریقت پر ہے انہی دونوں باتوں کو موقع ریاست اور بزرگی کا گنتے ہیں"۔[1]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ منکرین تصوف اہل سنت والجماعت میں داخل نہیں اہل سنت اور صوفیہ محققین نے تصوف اور عقیدہ تصوف کو کتاب وسنت سے

Marfat.com

وراثۃً پایا ہے اس میں سلف سے خلف تک یکسانی کے ساتھ متفق رہے ہیں یہ صوفیا کرام کا اجماعی مسلک ہے۔ ہاں وقتاً فوقتاً جو خرابیاں اس میں پیدا ہوتی رہیں محققین ان کی اصلاح کرتے رہے۔

تصوف تواتر سے ثابت ہے:

تصوف و سلوک تواتر سے ثابت ہے اور اتنی بڑی جماعت کا تواتر ہے جو علم و عمل، زہد و تقویٰ اور خشیت میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ ایسی اور اتنی بڑی جماعت کا جھوٹ پر متفق ہونا عقلاً محال ہے۔الخ

حدیث احسان پر تفصیلی بحث:

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۱:۵۹

قال اخبرنی عن الاحسان المعهود ذهنا فی الایات القرآنیة من قوله تعالٰی للذین احسنو الحسنی، وقال هل جزاء الاحسان الا الاحسان۔ واحسنوا ان الله یحب المحسنین۔ والا ظهر ان المراد به فی الایات مااشتمل علی الایمان والاسلام و غیرهما من الاعمال والاخلاق والاحوال۔

الاحسان میں الف لام عہد ذہنی ہے جس میں اشارہ قرآنی آیات کی طرف ہے۔ جن میں لفظ احسان وارد ہوا ہے اور ظاہر بات یہ ہے کہ مراد ان آیات سے وہ احسان ہے جو شامل ہے ایمان اور اسلام وغیرہ اعمال ظاہری، اخلاق اور احوال (صوفیہ) پر۔

اور فیض الباری ۱:۱۴۹

Marfat.com

ان الاحسان ینقسم الی حال و علم۔ فان مشاھدۃ الحق

بقلبہ کانہ یراہ حال لہ و صفتہ قائمتہ بہ ولیست علماً۔

احسان منقسم ہے حال صوفیہ اور علم پر کیونکہ قلب سے حق کا مشاہدہ کرنا، گویا سالک نے آنکھوں سے دیکھا، یہ ایک حالت ہے جو اس صوفی سالک کی صفت قائمہ ہے اور ظاہر ہے کہ یہ حالت علم نہیں۔

فیض الباری کی عبارت سے ظاہر ہے کہ احسان یا تصوف وسلوک صرف علم کا نام نہیں۔ اس لیے اس علم کے پڑھ لینے سے آدمی عارف باللہ نہیں بن جائے گا۔ جیسے کسی شخص کو نماز، روزہ اور حج کے مسائل کا علم ہو تو محض علم ہونے سے وہ نہ نمازی بن گیا نہ صائم نہ حاجی۔ یہ تو اعمال ہیں جن کا تعلق محض علم سے نہیں بلکہ کرنے سے ہے، اسی طرح تصوف وسلوک حال اور کیفیات ہیں۔ جو شیخ کے سینے سے نکل کر سالک کے قلب کو منور کرتی ہیں۔ ان احوال اور کیفیات کے لیے واضع نے کوئی الفاظ وضع نہیں کیے۔ کتب تصوف سے تصوف وسلوک کے متعلق علم کی حد تک رہنمائی تو مل سکتی ہے، لیکن وہ احوال وکیفیات جو اصل مطلوب ہیں وہ شیخ کامل کی توجہ کے بغیر ممکن نہیں۔ تحدیث نعمت کے طور پر میں یہ کہے دیتا ہوں کہ جسے اپنے رب سے رشتہ جوڑنے اور تعلق باللہ قائم کرنے کی طلب ہو وہ اس عاجز کے پاس آ جائے انشاء اللہ تعالیٰ اس نعمت غیر مترقبہ سے محروم نہیں رہے گا۔

تصوف وسلوک کا انکار علم یا استدلال پر مبنی نہیں ہے بلکہ جہالت، ضد یا عناد پر مبنی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی بیسیوں آیات تصوف وسلوک کی اصل اور بنیاد ہیں۔ محدثین نے آیات احسان اس سلسلے میں بطور ثبوت پیش کی ہیں، ان کی تفصیل

احادیث نبوی ﷺ اور اقوال مشائخ میں ملتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تصوف کے کلیات کے علاوہ جزئیات تک نصوص قرآنی اور آثار سے مؤید ہیں، ہم بلاخوف تردید کہتے ہیں کہ صوفیہ کے مختلف طریق اور سلسلے جن میں اشغال واعمال اور ان کے نتائج و ثمرات کا ذکر ہے، ان کے کلیات وجزئیات تک کی تائید نصوص وآثار اور روایات سے ہوتی ہے جن کی تفصیل آگے آئے گی۔ اسلامی عقائد فقہی جزئیات، اعمال، اخلاق اور عبادات، اسلام کا قلب ہیں۔ مگر اس کا قلب اور روح اخلاص واحسان یعنی تصوف و سلوک ہے۔ مثلاً تمام فقہاء نے لکھا ہے کہ غیبت سے روزہ نہیں ٹوٹتا، یعنی اس عبادت کا قلب مجروح نہیں ہوتا اور قانون اور ضابطے کی رو سے روزہ نہیں ٹوٹتا مگر صحیح حدیث میں موجود ہے کہ روزہ کی روح غیبت سے نکل جاتی ہے ظاہر ہے کہ جیسے جسد بے روح بے کار اسی طرح جس روزہ سے روح نکل گئی؟ اس کی حیثیت کیا رہ گئی؟ یہ حقیقت تصوف ہی سے حاصل ہوسکتی ہے اس لیے مولوی علم ہے اور صوفی عمل ہے۔ مولوی قالب ہے، صوفی قلب ہے، مولوی جن اعمال کی جزا وسزا آخرت میں دیکھے گا، صوفی دنیوی زندگی میں برزخ کے حالات دیکھتا ہے مولوی جو چیزیں خواب میں دیکھتا ہے صوفی عالم بیداری میں بذریعہ کشف دیکھتا ہے۔ اسی لیے صوفی کو ایک طرح کی ملائکہ سے مشابہت ہے۔

عن جابر فی شان اهل الجنة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یلهمون التسبیح والتحمید کما تلهمون النفس۔

حضرت جابرؓ سے اہل جنت کے متعلق روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ان پر تسبیح وتہلیل الہام کی جائے گی، جیسے سانس لینا تمہاری فطرت

میں رکھ دیا گیا ہے۔

صوفیہ کے ذکر پاس انفاس میں یہی حالت ہوتی ہے جو اہل جنت کی بیان ہوئی ہے۔ یہی حدیث سانس سے ذکر کرنے کی اصل اور اس کا ثبوت بھی ہے۔ حدیث جبرئیل میں حبس دم کی کیفیت پائی جاتی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے اتنا بھینچا کہ بلغ منی الجهد حتی ظننت انه لموت یعنی مجھے اتنی تکلیف ہوئی کہ میں نے اسے موت خیال کیا۔ یہ کیفیت اس وقت ہوتی ہے جب سانس رک جائے دم گھٹنے لگے، یہی حبس دم کے وقت کیفیت ہوتی ہے اور جب انوار و تجلیات باری کی کثرت ہوتی ہے تو اس وقت ذاکر پر دباؤ پڑتا ہے اور سانس رکنے لگتی ہے۔

حضرت علامہ انور شاہ محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

واعلم ان الفظ الاحسان شامل لجميع انواع البر من الاذكار والاشغال و غيرها والاذكار تقال الاوارد المسنونة وما ذكره المشائخ من الضربات والكيفيات يقال لها الاشغال والنسبة في اصطلاحهم ربط خاص سوى ربط الخالقية والمخلوقية فمن حصل له ربط سوى الربط العام يقال له صاحب النسبة والطرق المشهورة في التصوف اربعة السهروردية والقادرية والچشتية والنقشبندية والسلسة السهروردية قد تسلسلت في اجد ادنا من عشرة متصلة ثم مانقل الينا من الا وامر والنواهي والوعد والوعيد سمي شريعة والتخلق بها يسمي طريقة

Marfat.com

وحینئذٍ تنصبغ الاعمال بصبغ الایمان کما کان فی السلف اما الیوم علم بلاعمل وایمان بلا تصدیق من الجوارح رب تال القرآن والقرآن یلعنہ ثم الفوز بالمقصد الاسنی والنیل بالما رب الا علی یسمی حقیقۃ ومن ھھنا ظھران الشریعۃ والطریقۃ لاتتغایر ان کما زعم العوام۔ ۱۲

احسان کا لفظ تمام نیکیوں پر مشتمل ہے، خواہ اذکار ہوں یا اشغال صوفیہ۔ اذکار کا اطلاق اوراد مسنونہ پر ہوتا ہے اور مشائخ صوفیہ نے جو ضربوں اور کیفیتوں کا ذکر کیا ہے انہیں اشغال کہتے ہیں اور نسبت اصطلاح صوفیہ میں ایک خاص قسم کے ربط کو کہا جاتا ہے جو خالقیت اور مخلوقیت سے جدا ہے اور جسے یہ ربط خاص حاصل ہو جائے اس کو صاحب نسبت کہتے ہیں اور تصوف میں چار مشہور سلسلے ہیں۔ سہروردی، قادری، چشتی اور نقشبندی اور سلسلہ سہروردی ہمارے خاندان میں دس پشتوں سے متصل چلا آ رہا ہے پھر جو اوامر ونواہی وعدے اور وعید نقل ہو کر ہم تک پہنچے ہیں اسے شریعت کہتے ہیں اور ان پر عمل پیرا ہونا اور اس رنگ میں رنگا جانا طریقت کہلاتا ہے۔ اس وقت تمام اعمال، ایمان کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ سلف صالحین کی یہی حالت تھی، مگر آج کل علم ہے عمل نہیں، ایمان ہے مگر اعضاء وجوارح سے اس کی تصدیق نہیں، بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان پر لعنت کر رہا ہوتا ہے۔ پھر اعلیٰ مقصد کو حاصل کرنا، اعلیٰ نصب العین تک پہنچنا اصل کامیابی ہے۔ اس کا نام

Marfat.com

حقیقت ہے۔ لاتتغایران کما زعم العوام اس سے ظاہر ہوا کہ شریعت اور طریقت دو مختلف چیزیں نہیں جیسا کہ عوام میں مشہور ہے۔

الفاظ اور معنی کا تعلق واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"انی لست ممن یاخذون الدین من الفاظ بل اولی الامر عندی توارث الامۃ واختیار الائمۃ فانھم ھداۃ الدین و اعلامۃ ولم یصل الدین الینا الامنھم فعلیھم الاعتماد فی ھذا الباب فلانسیئی الظن بھم۔ [۱۳]

"میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو دین کو صرف الفاظ سے اخذ کرتے ہیں۔ بلکہ میرے نزدیک الفاظ کے حقیقی معنی امت کا توارث اور وہ صورت ہے جو ائمہ نے اختیار کی ہے، کیونکہ وہی دین کے ہادی اور نشان ہیں۔ ہمیں دین تو انہیں کے ذریعے پہنچا، ہم اس بارے میں انہی پر اعتماد کرتے ہیں۔ ہم ان کے متعلق سوئے ظن سے بچتے ہیں"۔

بلاشبہ دین متین الفاظ کی شکل میں نقل ہو کر ہم تک پہنچا، مگر ان الفاظ میں حقیقی معنی بتانے والی جماعت بھی ساتھ ساتھ نسلاً بعد نسلاً چلتی آئی۔ الفاظ دین کے معنی جو ان حضرات نے سمجھے اس کے مطابق عمل کر کے دکھاتے رہے۔ یہی تعامل اور توارث ہے جو دین کی روح ہے۔ اس پر حقیقی اعتماد ہی اصل دین ہے اور یہی دین ایک طرف چار فقہی مذاہب میں اور دوسری طرف چار روحانی نسلوں میں محفوظ ہو کر ہم تک پہنچا ہے اہل السنّت والجماعت کا مدار نبوت کے انہی دو پہلوؤں پر ہے۔

اگر الفاظ کو معانی پہنانے کے سلسلے میں آزادی ہو تو وہ دین نہیں بلکہ نفس پرستی ہوگی۔ اس لیے جہاں تک منقول دین کے الفاظ کے معانی سمجھنے کا تعلق ہے اس کا

Marfat.com

انحصار تعامل امت اور عرف پر ہوگا۔[۱۴]

دین سے کیا مراد ہے: عمدۃ القادری ۱: ۳۳۹ زیر حدیث

جاء جبرئیل یعلمکم دینکم ای یعلمو العقائد الدینیة والا عمال الظاهرة والاعمال القلبیة۔

جبرئیل آئے کہ تمہیں دین سکھائیں۔ یعنی تا کہ تم جان لو کہ عقائد دینیہ کیا ہیں۔ اعمال ظاہری اور اعمال قلبی کون کون سے ہیں۔

اور تحفہ القاری ۱: ۱۲۱

دل الحدیث علی ان علوم الدین ثلاثة الاول العقائد وهو علم الکلام والثانی علم الحرام والحلال و معرفة الاحکام وهو علم الفقه والثالث علم المکاشفات والمراقبات وهو علم التصوف ومجموعها الدین۔ والاحسان هو اصل التصوف الذی هو عبارة عن صدق التوجه الی الله وجمیع معانی التصوف التی جاء ت عن مشائخ الطریقة کلها راجعة الی هذا المعنی فالدین وتر ثلاث رکعات الاولی رکعة الایمان والثانیة رکعة الاسلام والثالثة رکعة الاحسان وهی التی تؤتر ماقد صلی ولایصح الاقتصار علی رکعة الاحسان فقط مالم ینضم الیها شفع الایمان ولاسلام وقال القرطبی هذا الحدیث یصح ان یقال له ام السنة وقال قاضی عیاض

Marfat.com

اشتمل هذا الحديث علی جميع وظائف العبادات الظاهرية والباطنية ومن اعمال الجوارح ومن اخلاص اسرائر قال علامة الزمان الشيخ محمود الحسن الديوبندی قدس سره ان مقصود المولف بهذا لترجمة ان الاصول والفروح والاعمال والايمان والاسلام والاحسان والاخلاص والاخلاق كلها من الدين وفی حديث هرقل ذلك بشاشة الايمان هوالاحسان واشار هذا الباب الی ان من ذاق حلاوة الايمان شرح الله صدره للاسلام و خالط بشاشة القلب خلطا رابطيا اتحاديا فيجوزان يقال فی حقه انه محفوظ من الارتداد اما من ليس كذلك فلايجوز له الوثوق علی ايمانه ۔ ۱۵

حدیث جبرئیل علیہ السلام تین علوم پر دلالت کرتی ہے۔ اول عقائد۔ یہ علم کلام ہے۔ دوسرا حلال وحرام اور احکام کی معرفت، یہ فقہ ہے۔ تیسرا مکاشفات اور مراقبات کا علم ہے۔ یہ علم تصوف ہے اور تینوں کے مجموعے کا نام دین ہے اور احسان تصوف کی اصل ہے اور اس سے مراد صدق توجہ یا اخلاص ہے، مشائخ سے تصوف کے جتنے معنی منقول ہیں وہ اسی حقیقت کی طرف راجع ہیں۔ پس دین اسلام وتر ہوا تین رکعات پہلی رکعت ایمان ہے، دوسری اسلام اور تیسری احسان۔ اور یہ احسان وتر بنائے گا۔ فقط ایک رکعت احسان پر اقتصار کرنا درست نہ ہوگا جب تک ایمان اور اسلام کی دو رکعتیں ساتھ نہ ملائی جائیں۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے

Marfat.com

فرمایا حدیث جبرئیل کے متعلق یہ کہنا صحیح ہے کہ یہ سنت کی اصل اور بنیاد ہے۔ قاضی عیاض نے کہا کہ حدیث جبرئیل علیہ السلام تمام وظائف عبادات ظاہری اور باطنی اور اعمال جوارح اور دل کے اخلاص سب پر مشتمل ہے۔ اور شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس ترجمہ سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ اصول وفروع اعمال، ایمان، اسلام، احسان، اخلاص، اخلاق سب دین کے اجزاء ہیں اور ہرقل روم والی حدیث میں بشاشتہ الایمان سے مراد یہی احسان ہے اور اس سلسلے میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جس نے ایمان کی حلاوت چکھ لی، اس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے کھول دیا، اور ایمان کی لذت دل کی گہرائیوں میں پیوست ہو چکی اس کے متعلق یہ کہنا درست ہے وہ مرتد نہیں ہوگا اور جس میں یہ حقیقت نہیں پائی جاتی، اس کے متعلق وثوق سے نہیں کہا جاسکتا کہ ایمان پر قائم رہے گا۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات میں لکھا ہے کہ مراقبہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ جب سالک کو راسخ ہو جائے تو وہ یقیناً ایمان پر مرتا ہے، حدیث میں لفظ بشاشت آیا ہے۔ امام صاحب نے اسی سے راسخ کی قید لگائی ہے۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو از قبیل جوامع الکلم قرار دیا ہے فرماتے ہیں:

هذا الحديث من جوامع الكلم ﷺ اى تعبد ربك كانك تراه فان لم تكن تراه الخ الاول اشارة الى مقام المشاهدة والمكاشفة والثاني نزول من مقام المشاهدة

والمکاشفۃ الی المراقبۃ ١٦؎

"پہلی صورت اشارہ ہے۔ مقام مشاہدہ اور مکاشفہ کی طرف دوسری صورت اشارہ مقام مراقبہ کی طرف ہے۔

گویا سالک کو دو حالتوں کی طرف اشارہ ہے۔ بعض صوفیاء کو کشف ہو جاتا ہے۔ وہ دل کی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں۔ تجلیات باری تعالیٰ، ملائکہ اور ارواح وغیرہ کا۔ بعض کو کشف نہیں ہوتا وہ مشاہدہ نہیں کر سکتے مگر اس کے باوجود ان میں مراتب کا فرق نہیں ہوگا۔ حدیث جبرائیل علیہ السلام کی تاریخی حیثیت اس حدیث کی اہمیت میں اور بھی اضافہ کرتی ہے۔ جبرئیل علیہ السلام کا انسانی صورت میں آ کر یہ کلام کرنا اس زمانے کا واقعہ ہے جب حضور اکرم ﷺ حجۃ الوداع سے واپس آ چکے تھے، گویا حضور ﷺ کی عمر کے آخری حصے میں یہ واقعہ پیش آیا۔ اس وقت دین اسلام کی تکمیل ہو چکی تھی۔ احکام نازل ہو چکے تھے۔ گویا ایک ہی مجلس میں دین کا خلاصہ جبرئیل علیہ السلام کی زبانی سنوا کر حضور ﷺ کی زبان سے یہ کہلوا دیا کہ اتاکم لیعلمکم دینکم گویا حدیث جبرئیل کا مقصد لتقریر جمیع امور الدین متفرقۃ فی مجلس واحد تنفبیطۃ یعنی مجلس واحد میں احکام دین کو منضبط اور پختہ کرنے کے لیے دین کا خلاصہ حضور ﷺ کے سامنے پیش کر دیا کہ دین مرکب ہے تین امور سے جیسے مغرب کی نماز میں تین رکعتیں ہوتی ہیں۔ اگر کسی شخص نے دو رکعتیں پڑھ لیں مگر تیسری چھوڑ دی تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ اسی طرح جب تصوف کو چھوڑ دیا تو دین کا تیسرا حصہ چھوڑ دیا۔ ظاہر ہے کہ تکمیل دین نہیں ہوتی۔ جہاں تک تصوف کا تعلق ہے لوگ دو قسم کے پائے جاتے ہیں۔ اول وہ جو تارک تصوف ہیں ان کی حیثیت ایسی ہے

Marfat.com

جیسے کوئی تارک صلوٰۃ ہو، ایسے شخص کو فاسق کہتے ہیں، مگر جو منکر تصوف ہو اس نے تو دین کے تہائی حصے کا انکار کر دیا۔ اور انکار جزء مستلزم ہے انکار کل کو تو ایسے شخص کے متعلق اس کے بغیر کیا کہا جا سکتا ہے کہ اللہ اسے ہدایت دے۔

شرح عقیدہ السفارینی ۱:۴۳۰ میں اس حدیث کے متعلق لکھا ہے۔

وحاصل ذالك ان الدين واهله كما اخبر خاتم النبيين و امام المرسلين ثلاث طبقات اولها الاسلام واوسطها الايمان واعلاها الاحسان فمن وصل الى العليا فقد وصل الى التى تليها فالمحسن مؤمن والمؤمن مسلم هكذا جاء فى القرأن فجمل الامة على هذه لاصناف الثلاثة قال الله تعالىٰ ثم اورثنا الكتب الذين اصطفينا من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابق بالخيرات باذن الله ذالك هو الفضل الكبير فالمسلم الذى لم يقم بواجب الايمان هوالظالم لنفسه والمقتصد الذى ادى الواجب وترك الحرام هو المؤمن المطلق والسابق بالخيرات هو المحسن الذى عبدالله كانه يراه فان لم يكن يراه فانه يراه۔

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ دین اور اہل دین کے تین طبقے ہیں جیسا کہ خاتم النبیین اور امام المرسلین ﷺ نے خبر دی ہے۔ پہلا طبقہ لفظ اسلام سے دوسرا ایمان سے اور تیسرا احسان سے ظاہر ہے، پس جو شخص درجہ اعلیٰ

Marfat.com

پر پہنچا وہ انتہائی بلندی کو پہنچ گیا۔ پس محسن، مومن ہے اور مومن مسلم ہے اسی طرح قرآن مجید میں آچکا ہے اللہ نے امت کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ پھر وارث کر دیا ہم نے کتاب کا، ان لوگوں کو جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں انتخاب کر لیا ہے ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اپنے نفس کے حق میں ظالم ہیں کچھ وہ ہیں جو میانہ روی اختیار کرتے ہیں، کچھ وہ جو اللہ کی مدد سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں، اور یہ اللہ کا بہت بڑا فضل ہے مسلم وہ جو واجبات ایمان کو قائم نہ کرے وہی اپنے نفس کے حق میں ظالم ہے اور مقتصد وہ ہے جس نے واجب کو ادا کیا اور محرمات سے پرہیز کیا یہ مطلق مومن ہے اور سابق بالخیرات وہ محسن ہے جس نے اللہ کی عبادت کی گویا کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے اور اگر وہ اللہ کو نہیں دیکھ رہا تو اسے تو اللہ دیکھ رہا ہے۔

قربِ نوافل:

قال النبی ﷺ ماتقرب الی عبدی بمثل ما افترضت علیه ثم لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصربه الخ۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میرا بندہ فرائض کی پابندی سے جو قرب حاصل کرتا ہے اس جیسا اور کوئی قرب نہیں، پھر میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنے میں کوشاں رہتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو جب میں اسے پسند کر لیتا ہوں تو میں

Marfat.com

اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے۔

اس حدیث کا ترجمہ گذشتہ صفحے پر لکھا جا چکا ہے، اس کی تشریح فیض الباری میں حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمائی ہے۔

ومر عليه الذهبي في الميزان وقال لولا هبية الجامع لقلت فيه سبحان الله قلت اذاصح الحديث فليضعه على الراس والعين واذا تعالٰى شئى منه من الفهم فليكله الى اصحابه وليس سبيله ان يجرح فيه اما علماء الشريعة فقالوا معناء ان جوارح العبد تصير تابعة للمرضاة الٰهية حتى لاتتحرك الاعلى مايرضي به وبه فاذا كانت غايته سمعه وبصره وجوارحه كلها هوا الله تعالٰى سبحانه فحينئذ صح ان يقال انه لايسمع الاله ولايتكلم الاله فكان الله صار سمعه وبصره قلت وهذا عدول عن حق الالفاظ لان قوله كنت سمعه بصيغه المتكلم يدل على انه لم يبق من المتقرب بالنوافل الاجسده وشجه وصار المتصرف فيه الحضرة الاليهه فحسب وهو الذى عناه الصوفية بالفناء في الله اى انسلخ عن دواعي نفسه حتى لايكون المتصرف فيه الاهو كما هذا في القرأن في قصة موسى عليه السلام فلما جاء ها نودى ان بورك من في

Marfat.com

النار۔ فالمرئی والمشاهد لم یکن الا النار دون الرب
جل مجده ولکن الله تعالٰی سبحانه لما تجلی فیها قال یا
موسی اِنی انا الله الخ قال فانظرفیه ان کیف سمع صوتا
من النار انی انا الله فهو نار ثم صح قوله انی ان الله ایضا
فالمتکلم فی المرئی کان هو الشجرة ثم اسند تکلمها
الی الله تعالٰی وذالك لان الرب جل مجده لما تجلی فیها
صارت الواسطه لمعرفته ایاه هما الشجرة فاخذ المتجلی
فیه حکم المتجلی بنفسه الی ان قال وانما تجلی ربه فی
النار لحاجة موسی الیها ثم قال فان فهمت معنی التجلی
کما حقه وبلغت مبلغه فدع الامثال والصور المنصوبة
وارق الی ربك حنیفا فانه اذا اصح للشجرة ان ینادی فیها
بانی انا الله فما بال المتقرب بالنوافل ان لایکون الله
سمعه وبصره ویده ورجله کیف وان آدم الذی خلق
علی صورة الرحمن لیس مادون من شجرة موسی وقال
المحشی وعلیك ان تتامل تلك الباحث بعین التحقیق
فانها لاتنحل بالعلوم الظاهرة فقط مالم ترجع الی کتب
الصوفیة فان لکل فن رجالاً فلاتعدها۔

میزان الاعتدال میں جب امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پر پہنچے تو کہا
کہ اگر صحیح بخاری کی ہیبت میرے دل پر نہ ہوتی تو اس حدیث کے متعلق

Marfat.com

میں یوں یوں کہتا۔ شیخ انور فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ! امام ذہبی نے علم منطق نہ پڑھا تھا، میں کہتا ہوں جب حدیث صحیح ہے تو چاہیے کہ بسرو چشم قبول کی جائے جب کوئی مسئلہ کسی کے فہم سے بالاتر ہو تو اس علم کے جاننے والوں کے سپرد کر دینا چاہیے یہ نہیں کہ اس مسئلہ پر خود ہی جرح شروع کر دے۔ بہرحال علمائے ظواہر نے اس حدیث کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ بندہ کے اعضاء جوارح اللہ کی رضا کے تابع ہو جاتے ہیں، ان سے وہی حرکت ہوتی ہے جو اللہ کو پسند ہو، اور اس کے تمام اعضاء کی انتہا اور غایت، ذات باری تعالیٰ ہو تو یہ کہنا درست ہوگا کہ وہ بندہ سنتا ہے تو خدا کے لیے، دیکھتا ہے تو خدا کے لیے، گویا اللہ تعالیٰ اس بندے کے کان اور آنکھیں بن گیا ہے میں کہتا ہوں یہ معنی لینا حدیث کے الفاظ سے پھر جانا ہے حدیث میں صیغہ متکلم استعمال ہوا ہے جو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جو بندہ نوافل سے قربِ الٰہی حاصل کر چکا ہو، جسم اور صورت کے بغیر اس کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی اور اس میں تصرف کرنے والا رب العلمین ہی ہے، یہ وہ مقام ہے جس کو صوفیا فنافی اللہ کہتے ہیں۔ یعنی خواہشات کے دواعی سے وہ شخص نکل جاتا ہے اور اس میں صرف اللہ کا تصرف رہ جاتا ہے جیسے قرآن مجید میں موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں موجود ہے کہ جب آپ علیہ السلام آگ کے پاس پہنچے تو اس کے اندر سے آواز آئی، برکت والی ہے وہ ذات جو آگ کے اندر ہے مگر سامنے آگ ہی تھی، جب اللہ تعالیٰ کی تجلی اس آگ سے ظاہر ہوئی تو آواز آئی ''میں اللہ ہوں'' تو اس میں غور کرو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کس طرح آگ میں سے کلام باری تعالیٰ سنی، کلام کرنے والا بظاہر وہ درخت ہے۔ پھر کلام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی

طرف کر دی گئی کیونکہ رب العلمین کے نور کی تجلی درخت میں ظاہر ہوئی تو وہ درخت معرفت الٰہی کا واسطہ بن گیا۔ تو متجلی فیہ (درخت) متجلی بنفسہ (رب العلمین) کے حکم میں آ گیا، بات یہ تھی نور کا ظہور آگ میں ہوا، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس وقت آگ کی ضرورت تھی۔ پھر فرمایا کہ اگر تم نے تجلی کے حقیقی معنی سمجھ لیے تو مثالوں اور صورتوں سے آگے بڑھ اور ترقی کر کے قربِ الٰہی حاصل کر، کیونکہ جب ایک درخت کے متعلق درست ہے کہ اس میں آواز آئے میں اللہ ہوں تو اللہ کے مقرب بندہ کے لیے کیوں درست نہ ہو کہ رب العلمین اس کے کان، آنکھ وغیرہ بن جائے جب بندہ صورت رحمٰن پر پیدا ہوا ہے تو اسے شجر موسیٰ علیہ السلام سے کم تو خیال نہ کرنا چاہیے۔ ان بحثوں پر پوری تحقیق سے غور کرنا چاہیے۔ یہ عقدے صرف علوم ظاہری سے نہیں کھل سکیں گے، جب تک علوم صوفیا کی طرف رجوع نہ کیا جائے گا کیونکہ ہر مردے و ہر کارے یہ کام صوفیا ہی کا ہے۔

اس بحث سے ایک عقدہ یہ کھلا کہ کلامِ الٰہی قدیم اور تجلی ذات باری قدیم، مگر حادث درخت میں ظاہر ہوئی اور سنائی دی اسی طرح قرآن کریم کلام قدیم ہے غیر مخلوق ہے مگر اس کا ظہور حادث مخلوق کی زبان سے ہوتا ہے۔ اسی طرح کلام باری تعالیٰ بطور کشف و الہام ایک صوفی عارف کی زبان پر ظاہر ہونا بعید نہیں جب ہی تو عارف رومی نے فرمایا ؎

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حدیث کی شرح کی ابتدا اس میں جو شیخ انور نے سبحان اللہ کہہ کر بات ابہام میں رکھ دی

Marfat.com

اس کی تفصیل میزان الاعتدال ۱:۳۰۱ پر یوں ملتی ہے۔

ولو لا هيبة الجامع الصحيح لعددته في منكرات خالد بن مخلد۔

اگر صحیح بخاری کی ہیبت میرے دل پر طاری نہ ہوتی تو میں اس حدیث کو خالد بن مخلد کی منکرات میں شمار کرتا۔

حافظ العصر علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں اس قول کو بڑی خوبی سے رد کیا ہے اور شیخ انور نے بات فیصلہ کن کہہ دی کہ ہر فن کی بات صاحب فن کے سپرد کرنی چاہیے وہی اس پر فیصلہ کن رائے دینے کا اہل ہوتا ہے، آدمی کو جس فن سے واقفیت نہ ہو اپنا بھرم رکھنے کے لیے خواہ مخواہ اس پر جرح شروع نہ کر دے۔

☆☆☆

Marfat.com

قرب فرائض اور قرب نوافل میں فرق

فیض الباری ۴: ۴۲۷ وھھنا بحث:

وھھنا بحث للصوفية فی فضل القرب بالنوافل والقرب الفرائض فقالوا ان العبد فی القرب الاول یصیر جارحة اللہ جل مجدہ واللہ سبحانہ نفسہ یکون جارحة لعبدہ فی القرب الثانی

یہاں قرب فرائض اور قرب نوافل کے سلسلے میں صوفیوں کے لیے بحث ہے۔صوفیا نے فرمایا کہ قرب فرائض میں بندہ اعضائے خدا تعالیٰ بنتا ہے اور قرب نوافل میں خدا تعالیٰ اعضائے بندہ بن جاتا ہے۔

جب بندہ اپنے رب کا قرب اس درجہ کا حاصل کر لیتا ہے تو رب کی طرف سے یہ اعلان کوئی انوکھا نہیں معلوم ہوتا۔

من عادی لی ولیا الخ...... وان قال من عادی لی ولم یقل ولیا لی تضخیما لشان العداوة لان فی الاول ایذانا بان عداوة ولی کانها عداوة اللہ بخلاف الثانی۔

حضور اکرم ﷺ نے ''عادی لی'' ولیا فرمایا ''ولیا لی'' نہیں فرمایا اس سے دشمنی کی شان ظاہر کرنا مقصود تھا کیونکہ پہلی صورت میں حقیقتاً دشمنی خدا سے ہے ولی سے نہیں دوسری صورت میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تفصیل کی غرض سے ایک مستقل رسالہ لکھا

Marfat.com

ہے، جس کا نام ہے القول الجلی فی حدیث الولی یہ رسالہ ہمارے کتب خانے میں موجود ہے اور الحادی للفتاوی میں علامہ نے اس حدیث کو مختلف الفاظ کے ساتھ مختلف راویوں سے نقل کیا ہے مثلاً:

1-عن انس بن مالك عن النبی ﷺ عن جبرائیل عن الله یقول عزوجل من اهان لی ولیا فقد بارزنی باالمحاربة وانی لاغضب لاولیائی کما یغضب اللیث المردو ماتقرب الی عبدی الخ۔

2- عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من اذی لی ولیا فقد استحل محاربتی وما تقرب الی عبدی بمثل الرائض۔

3- عن میمونه ام المومنین ان رسول الله ﷺ قال قال الله عزوجل من اذی لی ولیا فقد استحل محاربتی وما تقریب الی عبدی بمثل اداء الفرائض الخ۔

4- عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ یقول تعالٰی من عادی لی ولیا فقد ناصبنی بالمحاربه الخ۔

5- عن ابی امامة عن رسول الله ﷺ قال ان الله تعالٰی یقول من اهان لی ولیا فقد بارزنی بالعداوة ابن ادم لم بالنوافل حتی احبه فاکون سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصربه ولسانه الذی ینطق به وقلبه الذی یعقل به

فاذا دعانی اجبته وان سالنی اعطیته وان استنصرنی نصرته۔

ان احادیث سے حقیقت واضح ہوگئی کہ حضور اکرم ﷺ نے امت کو تعلیم فرمائی ہے کہ اولیاء اللہ سے محبت پیدا کریں اور ان سے دشمنی رکھنے کی جرأت نہ کریں۔ چنانچہ آخری حدیث کے متعلق ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فارتد تفهيمنا لتحقق المحبة للولي۔ ولی اللہ کی محبت اپنے دل میں ثابت کرنے کے لیے ہمیں سمجھایا گیا ہے، پھر حدیث میں حضور ﷺ کی یہ دعا ملتی ہے اسئلك حبك وحب من يحبك یعنی اے خدا میں تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتا ہوں اور اس کی محبت کا جو تجھے دوست رکھتا ہے۔

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحفۃ الذاکرین میں صفحہ نمبر ۳۳۱ پر اس حدیث کی شرح میں فرمایا:

> وقدور فی السنة ذكر الاسباب التی یتسبب بها العباد الی محبة الله سبحانه وسأله حب من یحبه فانه لایحب الله عزوجل الا المخلص من عباده فیهم طاعته من الطاعات وقربه من القرب۔
>
> اور حدیث میں ان اسباب کا ذکر ہے جن کو خدا کے بندے محبت الٰہی کا ذریعہ بناتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ نے ان لوگوں کی محبت کا سوال کیا جو اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ صرف مخلص بندے ہی خدا سے محبت رکھتے ہیں پس ان کی محبت اطاعتوں میں ایک اطاعت ہے اور قرب الٰہی کی ایک صورت ہے۔

ان روایات میں دو امور کی تلقین اور تاکید کی گئی ہے ایک کا تعلق پرہیز یا اجتناب سے

Marfat.com

ہے اور وہ ہے اولیاء اللہ کی دشمنی۔ اس سے اتنا ڈرایا گیا ہے کہ اولیاء اللہ کی دشمنی حقیقت میں اللہ سے دشمنی ہے دوسرے کا تعلق ایک کام کرنے کی تاکید سے ہے اور وہ ہے اولیاء اللہ سے محبت کرنا اور اسے اطاعت اور ذریعۂ قرب قرار دیا گیا ہے۔ وجہ ظاہر ہے کہ اللہ والوں سے محبت اس لیے کی جاتی ہے کہ وہ اللہ سے محبت کا سلیقہ سکھاتے ہیں ان حضرات کے پاس ایک ہی مجرب نسخہ ہے کہ وہ بندے کو اللہ کا ذکر کرنے کا سلیقہ سکھاتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ان کی صحبت میں رہ کر جب ذکر کیا جاتا ہے تو لازماً اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ بخاری اور مسلم میں اس اجتماعی ذکر کے فوائد اور نتائج کی نشاندہی کی گئی ہے۔

لایقعد قوم یذکر من اللہ الا حفتھم الملائکۃ وغشتیھم الرحمۃ منزلت علیھم السکینۃ مذکر ھم اللہ فیمن عندہ ھم القوم لایشقی جلیسھم۔

جب کچھ لوگ مل کر ذکر کے لیے بیٹھتے ہیں تو ملائکہ انہیں ڈھانپ لیتے ہیں اور رحمت ان پر چھا جاتی ہے اور ان پر سکینہ نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ملائکہ میں ان کا ذکر کرتا ہے اور وہ ایسی جماعت ہے کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بد بخت نہیں رہ سکتا۔

اس حدیث صحیح سے ذکر الٰہی اور اولیاء اللہ کی صحبت کا اثر واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے حتیٰ کہ ان کی صرف صحبت سے ہی اتنا فائدہ ہوتا ہے کہ انسان بد بخت ہو کر نہیں مرتا۔

فیض الباری شرح بخاری میں حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

حفتهم الملائكة باجنحتهم وفى الحديث انهم يحيطون بهم كالهالة بالقمر على شاكلة الدائرة حول الذاكر كما انك تقذف حجرا فى الماء فتر الامواج تتلاطم من خوله تمتد بقدر قوة الرامي وضعفها فكما ان الماء يتحرك مدى الحركة وكذالك حال الاشياء التى تشملها دائرة الذكر فانها تصير ذاكره ونقل عن الشعر انى انه جلس مرة يذكر الله فراى مامن شيئى هوله الاجعل يذكر الله حتى اذا صبح راى ان ذكرة قد استغرق الارض بنوا حيهاولم يبق شيئى الاكان يساعد فى الذكر وهو معنى قول النبى ﷺ هو القوم لايشقى جليسهم فانه بجلوسه بين الذاكرين صار مشمولا بالذكر والذاكرين فكان حصهم والسرفيه ان ذكر الله حياة وحينئذ تتسع حلقة بقدر اتساع صوت الذاكر حتى تصير الاشياء كلها حول الذكر احياء ذاكرين وان كنت قد ذقت حلاوة ما القينا عليك تنبيت مع تسبيح الجبال والطير مع داؤد عليه السلام لم يكن يذكر ويسبح ربه كما اخبربه القرآن الاجعل ماحوله من الجبال والطير يسبح معه لدخوله فى فكانت واذكان نبيامن الانبياء عليهم السلام كان ذكره ايضا بقدر مرتبته فكانت الاشياء تتأثر منه مالا تتاثر يذكر احد۔

ملائکہ اپنے پروں سے ان پر سایہ کر لیتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ ملائکہ انکا یوں احاطہ کر لیتے ہیں جیسے چاند کے گرد ہالہ، اور جان لو کہ اللہ کا ذکر، ذاکرین

Marfat.com

کے گرد دائرہ کی طرح پھیل جاتا ہے، جیسے تو پانی میں پتھر پھینکے تو دیکھتا ہے کہ لہریں ارد گرد موجیں مارنے لگتی ہیں، اور لہروں کا پھیلاؤ پتھر پھینکنے والے کی قوت کے متناسب ہوگا جس طرح پتھر پھینکنے سے پانی متحرک ہوتا ہے تو وہ حرکت پانی میں دور تک پہنچ جاتی ہے اسی طرح جو چیزیں دائرہ ذکر میں آتی ہیں وہ سب متاثر ہوتی ہیں اور ذاکر بن جاتی ہیں، امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ ایک مرتبہ ذکر کرنے بیٹھے دیکھا کہ اردگرد کی تمام چیزیں ذکر کرنے لگی ہیں، حتیٰ کہ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ ان کے ذکر کا اثر پوری زمین میں پھیل چکا ہے اور ہر چیز ذکر میں ان کی موافقت کر رہی ہے۔ حضور ﷺ کے فرمان کہ یہ وہ جماعت ہے کہ جس میں بیٹھنے والا بدبخت نہیں رہ سکتا کا مطلب یہی ہے۔ کیونکہ ذاکرین میں بیٹھنا ان میں شامل ہو جانا ہے، اس میں راز یہ ہے کہ اللہ کا ذکر زندگی ہے۔ جس چیز تک یہ پہنچتا ہے اسے زندہ کر دیتا ہے اور ذاکر کی آواز کے مطابق یہ دائرہ وسیع ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ سارا ماحول زندہ ہو جاتا ہے اور ذاکر بن جاتا ہے اگر تجھے اس حقیقت کا احساس ہو جائے تو داؤد علیہ السلام کے ساتھ جبال وطیور کی تسبیح کا راز معلوم ہو جائے کہ آپ جب تک ذکر کرتے تو ماحول ذاکر بن جاتا، جیسا کہ قرآن حکیم بتاتا ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں ان کے حلقۂ ذکر میں داخل ہو جاتی تھیں، اور چونکہ آپ نبی تھے، اس لیے ان کے ذکر کی قوت بھی ان کے منصب کے متناسب تھی تمام اشیاء ان کے ذکر سے متاثر ہوتی تھیں، جو دوسروں کی شان سے بلند ہے۔

شجر و حجر اور جبال وطیور کے ذکر کرنے کا ثبوت واضح طور پر حدیث میں موجود ہے چنانچہ ابن ماجہ باب الحج، ترمذی باب الحج اور بخاری شریف باب الاذان میں ہے:

عن سهل بن سعد مرفوعا مامن مسلم يلبي الالبى عن

Marfat.com

يمينه وشماله من حجر او شجر او مدر حتى تنقطع الارض
من هھنا وهھنا وفي البخاري عن ابي سعيدن الخذري في
الاذان ايضاً قال رسول الله ﷺ لايسمع صورت المؤذن
جن والانس ولا شيئي الاشهد له يوم القيامة

''حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان تلبیہ کرتا ہے تو اس کے دائیں بائیں
کے تمام پتھر درخت، ڈھیلے تک تلبیہ کہتے ہیں۔ حتیٰ کہ مشرق سے مغرب
تک تمام تلبیہ کہتے ہیں۔ اور بخاری میں اذان کے سلسلہ میں ہے کہ حضور
ﷺ نے فرمایا جنوں اور انسانوں اور دوسری مخلوق میں سے جو بھی اذان
کی آواز سنتا ہے وہ مؤذن کے حق میں قیامت کے دن گواہی دے گا''۔

شرح حدیث سے واضح ہوا کہ شیخ کی توجہ کے اثرات سارے ماحول میں پھیل جاتے ہیں حلقہ ذکر کے دوران شاگردوں کا شیخ کے قریب یا دور بیٹھنے میں کوئی فرق نہیں پڑتا، جیسا کہ آپ نے دیکھ لیا کہ ذاکر جب ذکر میں بیٹھتا ہے تو اثر ذکر سے سارا ماحول زندہ ہو جاتا ہے اور تمام چیزیں ذاکر بن جاتی ہیں۔

اس حدیث سے ضمناً ایک اور فائدہ بھی اٹھاتے جائیں جو لوگ سماع موتی کے منکر ہیں وہ ذرا آنکھیں کھولیں اور اس پر غور کریں کہ جب مٹی شجر حجر غرض تمام چیزیں تلبیہ اور اذان کی آواز سنتی ہیں تو وفات کے بعد آدمی کے ریزہ ریزہ اور مٹی ہو جانے سے کیا فرق پڑتا ہے، جب مٹی سنتی ہے تو جس آدمی کا جسم مٹی ہو گیا وہ کیوں نہ سنے گا؟ ہاں اس میں اختلاف ہے کہ جب میت کے اجزاء بکھر گئے، مٹی میں مل گئے یا پانی میں گھل گئے یا ہوا میں اڑ گئے تو اس وقت اجزا نے جو صورت اختیار کی، اس کی خصوصیت کے مطابق ذکر و تسبیح کرے گا، یا میت کے اجزاء کی ہی مناسبت سے ذکر

Marfat.com

کرے گا، اس اختلاف کے باوجود اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ جب مٹی پتھر، شجر، حجر میں فہم وادراک موجود ہے تو میت مٹی بن کر بھی شعور وادراک اور فہم سے محروم نہیں رہ سکتا، ورنہ غیر ذی شعور اور غیر ذی فہم سے ذکر و تسبیح کرنے کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔

گزشتہ صفحات میں جو روایات اور ان کی شرح بیان ہوئی ہے اس سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

1- اولیاء اللہ کی محبت، اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک مجرب ذریعہ ہے۔

2- اولیاء اللہ کے پاس کامیاب نسخہ ذکر الٰہی کی تلقین اور اس کا سلیقہ سکھانا ہے۔

3- ذکر الٰہی کی کثرت اور اولیاء اللہ کی صحبت سے انسان کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ کبھی بد بخت ہو کر نہیں مرتا۔

4- اولیاء اللہ سے دشمنی خدا سے دشمنی ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ نے ایک روز فرمایا تھا ''اولیا اللہ سے دشمنی کفر تو نہیں مگر توہین کرنے والے مرتے کفر پر ہی ہیں''۔

5- فرائض رأس المال ہیں، ترقی ہمیشہ نوافل سے ہوتی ہے۔ مگر جس کے فرائض پورے نہیں اس کے نوافل کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

6- ان احادیث سے فنافی اللہ اور بقا باللہ کا ثبوت بھی ملتا ہے۔

7- منکرین کشف والہام کو سوچنا چاہیے کہ کیا امت محمدیہ شجر موسوی سے بھی گئی گزری ہے؟

8- اس حدیث سے اجتماعی حلقہ ذکر کا ثبوت بھی مل گیا۔

9- ذاکرین صوفیا محل نزول انوار وتجلیات باری ہیں۔

Marfat.com

۴

بحث قلب

اصل مکلّف قلب ہے۔

عقل کا مقام قلب ہے۔

محل تقویٰ قلب ہے۔

مخاطب اور محل وحی قلب ہے۔

جزا اور سزا کا تعلق اعمال قلب سے ہے۔

علم وفہم کی ضد کی نسبت قلب کی طرف ہے۔

قلب سلیم

Marfat.com

بحث قلب

موضوع تصوف اصلاح باطن ہے، اور اس کا مدار اصلاح قلب پر ہے اس لیے اب ہم اس موضوع پر ذرا تفصیل سے گفتگو کریں گے۔

"قال رسول الله ﷺ ان فی الجسد لمضغة اذا صلحت صلح الجسد کله واذا فسدت فسد الجسد کله الا وھی القلب"۔

''حضور ﷺ نے فرمایا جسم انسانی میں گوشت کا ایک ٹکرا ہے۔ اگر وہ ٹھیک ہوگیا تو سارا جسم درست ہوگیا اور اگر وہ بگڑا تو سارا جسم بگڑا، سنو وہ قلب ہے''۔

اس حدیث میں بیان مضغہ لحم صنوبری کا ہوا ہے مگر حکم اس لطیفہ کا ہے جس کو اس مضغہ سے گہرا تعلق اور اتصال ہے، اسی وجہ سے بیان مضغہ کا ذکر دیا گیا۔ حدیث میں درستی قلب کو درستی بدن کا سبب بتایا گیا ہے اور یہ درستی قلب بغیر فناء بقاء محال ہے۔ اس درجہ میں سالک فنائیت قلبی کے بعد واصل باللہ ہوتا ہے اس سے پہلے ایمان کے متزلزل ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ صوفیاء کرام میں مشہور مقولہ ہے:

"الفانی لایرد والو اصل لایرجع"۔

اس کی تصدیق بخاری کی اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں ابوسفیانؓ اور ہرقل روم کا مکالمہ درج ہے۔

"وسالتك هل يرتد احد منهم عن دينه بعد ان يدخل فيه سخطة فزعمت لا وكذالك الايمان اذا خالطه بشاشة القلب"۔

"میں نے تجھ سے سوال کیا تھا کہ کیا لوگ اس کا دین قبول کر لینے کے بعد اسے برا سمجھ کر ترک بھی کر دیتے ہیں، تو تم نے جواب دیا کہ "نہیں" اور ایمان کی بھی یہی حالت ہے، جب اس کی تازگی قلب میں جم جاتی ہے۔ (تو پھر دور نہیں ہوتی)"۔

فنا فی اللہ و بقا باللہ کے مقامات پر فائز ہونے کے بعد ایمان دل میں جم جاتا ہے اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

"ولكن الله حبب اليكم الايمان وزينه فى قلوبكم"۔ (الحجرات)

"لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا"۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اصل مکلّف قلب ہے، مخاطب قلب ہے عالم متکلم فاہم قلب ہے سمع و بصر رکھنے والا قلب ہے، ماخوذ قلب ہے، باقی بدن سے اس کا تعلق صرف تدبر و تصرف کا ہے، آنکھیں اور کان قلب کے جاسوس ہیں، زبان قلب کی ترجمان ہے۔ اصل انسان اور بدن کا بادشاہ قلب ہے۔

اصل مکلّف قلب ہے:

تکلیف مشروط ہے عقل اور فہم سے اور ان دونوں کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔

Marfat.com

"کما قال الله تعالٰی حاکیاً عن اھل النار۔ وقالو الو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر۔ معلومۃ ان العقل فی القلب ولان التکلیف مشروط بالعقل والفھم وقال الله تعالٰی ان السمع وابصر والفؤاد کل اولئك کان عنہ مسئولا وقرن تعالٰی بذکر السمع والبصر لانھما القلب فی تأدیۃ صور المحسوسات والمسموعات"۔

"اللہ تعالیٰ نے دوزخیوں کا قول نقل فرمایا کہ کہیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ میں نہ ہوتے۔ معلوم ہوا کہ عقل قلب میں ہے اور مدار تکلیف کا عقل اور فہم پر ہے۔ اور فرمایا، کان، آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی پوچھ ہوگی اور سمع و بصر کو قلب سے جوڑ دیا ہے کہ یہ دونوں دیکھی اور سنی ہوئی چیزوں کو پہچاننے کے لیے اللہ کا حکم رکھتے ہیں"۔

عقل کا مقام قلب ہے:

"قال الله تعالٰی فتکون لھم قلوب یعقلون بھا" (الحج)

"ان کے دل ہوتے کہ ان سے سمجھنے لگتے"۔

محل تقویٰ قلب ہے:

"اولئك الذین امتحن الله قلوبھم للتقویٰ"۔ (الحجرات)

"یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے خالص کر دیا ہے"۔

مخاطب اور محل وحی قلب ہے:

1-"وانہ لتنزیل رب العٰلمین۔ نزل بہ الروح الامین علی

Marfat.com

قلبك لتكون من المنذرين"۔ (الشعراء)

''اور یہ قرآن رب العلمین کا بھیجا ہوا ہے، اس کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے آپ کے قلب پر تا کہ آپ منجملہ ڈرانے والوں کے ہوں''۔

2- "فانه نزله عل قبلك وثبت ان القلب هو المخاطب في الحقيقة الانه موضع التميز والاختيار واما سائر الاعضاء فمسخرة له"۔

''اس قرآن کو آپ کے قلب پر اتارا، پس ثابت ہوا کہ حقیقت میں مخاطب قلب ہے، کیونکہ یہی مقام تمیز و اختیار کا ہے اور باقی اعضاء اس کے ماتحت ہیں''۔

3- "ان في ذالك لذكرى لمن كانه له قلب"۔ (ق)

''تحقیق اس میں اس شخص کے لیے بڑی نصیحت ہے جس کے پاس قلب ہو''۔

جزا وسزا کا تعلق اعمال قلب سے ہے:

"ولكن يؤاخذ كم بما كسبت قلوبكم"۔ (البقرہ)

''لیکن مواخذہ فرمائیں گے اس چیز پر جو تمہارے دلوں نے کمائی ہے''۔

علم وفہم کی ضد کی نسبت قلب کی طرف ہے:

ا۔ "ختم الله على قلوبهم"۔ (بقرہ)

''اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے''۔

۲۔ "وقالو قلوبنا غلف"۔ (بقرہ)

Marfat.com

''اورانہوں نے کہا کہ ہمارے قلوب محفوظ ہیں''۔

۳۔ ''بل ران علی قلوبهم''۔ (التطفیف)

''بلکہ ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے''۔

۴۔ ''لهم قلوب لا یفقهون بها''۔ (الاعراف)

''ان کے دل ایسے ہیں جن سے سمجھتے نہیں''۔

۵۔ ''وثبت ان موضع الجهل والغفلة هو القلب''۔

''اور ثابت ہوگیا کہ جہالت اور غفلت کا محل قلب ہے''۔

فائدہ: ان آیات قرآنی سے ثابت ہوا کہ امین وحی و نبوت، امین اسرار الٰہی اور شریعت اور خزانہ اسرار غیبیہ قلب ہے یہ وہ خزانہ ہے جس پر عقل کا راہزن ڈاکہ نہیں ڈال سکتا، قلب ہی تجلیات باری، ولایت اولیاء اللہ اور کشف و الہام کا خزانہ ہے۔

ہر انسان کے سینے میں ایک ہی دل ہے، اور وہی محل تجلیات باری کے لیے مخصوص ہے، اس لیے باری تعالیٰ اس میں غیر کا قبضہ پسند نہیں فرماتا، جب قلب تجلیات باری کا مسکن بن جاتا ہے تو تمام رذائل ذلیل ہوکر چلے جاتے ہیں۔

ان الملوك اذا دخلوا قرية افسدوها وجعلوا اعزة اهلها اذلة۔

چنانچہ جب قلب کی پورے طور پر اصلاح ہو جاتی ہے تو غیر اللہ کا اس میں گزر نہیں ہوتا اور ولی اللہ کہہ اٹھتا ہے ''الیس الله بکاف عبده'' معاصی کی وجہ سے قلب اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے مگر معالج روحانی کے علاج سے یہ امراض دور ہو جاتے ہیں، قلب سقیم قلب سلیم بن جاتا ہے اور اخروی فلاح کے لیے راس المال بن جاتا ہے۔

''یوم لاینفع مال ولا بنون الا من اتی الله بقلب سلیم''

''اس روز نہ مال کام آئے گا نہ اولاد، ہاں مگر اللہ کے پاس جو شخص پاک دل لے کر آئے''۔(اس کے لیے مفید ثابت ہوگا)

قلب سلیم:

قلب کے سلیم ہونے کے لیے دو شرائط ہیں:

اول: صحت از امراض۔ قرآن مجید نے قلب کے امراض کفر، شرک، شک اور خواہشات نفسانی کے اتباع کو قرار دیا ہے، ان امراض سے صحت حاصل کرنے کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ کسی معالج روحانی سے علاج کرایا جائے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ قلب کو غذائے صالح بہم پہنچائی جائے، جس طرح غذائے صالحہ سے جسم انسانی صحت منداور قوی ہو جاتا ہے اسی طرح قلب کی صحت اور قوت کے لیے بھی غذائے صالح درکار ہے، مگر قلب کی غذا جسم کی غذا سے مختلف ہے قلب کے لیے غذائے صالح کی نشان دہی یوں کی گئی ہے:

''قال اللہ تعالیٰ الابذکر اللہ تطمئن القلوب''۔

''سنو! ذکر الٰہی سے ہی قلوب مطمئن ہوتے ہیں''۔

علاج قلب اور غذائے قلب، عارفین کاملین کے بغیر کہیں سے نہیں ملتی۔

☆☆☆

Marfat.com

۵

بحث رُوح

روح کی تعریف۔

روح جسم لطیف ہے۔

روح جوہر فرد نہیں ہے۔

روح لامکانی ہے۔

روح عالم امر سے ہے۔

عالم امر کیا ہے؟

کونسی چیزیں عالم امر سے ہیں؟

روح کی شکل وصورت۔

Marfat.com

بحث رُوح

پہلے یہ جان لینا چاہیے کہ یہاں روح کی تعریف بالوجہ ہوگی نہ کہ بالکنہ۔ کیونکہ روح کی حقیقت کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ "وما اوتیتم من العلم الا قلیلا" تعریف روح میں اختلاف ہے، اہل السنّت والجماعت کے مذہب کے مطابق اس کی تعریف یہ ہے:

روح کی تعریف:

"ودل علیه الکتاب والسنة واجماع الصحابة وادلة العقل انها جسم مخالف الماهیة لهذا الجسم المحسوس وهو جسم نورانی علوی خفیف حیی متحرك ینفذ فی جوهر الاعضاء ویسری فیها سریان الماء فی الوردو سریان الدهن فی الزیتون والنار فی الفحم"۔

"کتاب وسنت اجماع صحابہؓ اور عقلی دلائل دال ہیں کہ روح ایک جسم ہے، جو اپنی ماہیت کے لحاظ سے اس محسوس جسم عنصری کے مخالف ہے وہ جسم نورانی علوی ہلکا، زندہ اور متحرک ہے جو تمام اعضاء بدن میں نفوذ کر جاتا ہے بدن میں اس کا سریان ایسا ہے جیسے گلاب کے پھول میں پانی، زیتون میں روغن اور کوئلہ میں آگ کا سریان ہوتا ہے"۔

Marfat.com

روح جسم لطیف ہے:

روح کا جسم لطیف ہونا اور اس جسم عنصری کا مخالف ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے:

"فاذا سویته ونفخت فیه من روحی"۔ (الحجر)

"پس جب میں بدن آدم کو پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونکوں"

پس معلوم ہوا کہ تسویۂ بدن کے بعد نفخ روح ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ بدن اور روح دو مختلف چیزیں ہیں۔ پھر یہ کہ بدن میں روح کا نفخ کیا اور نفخ جسم کا ہوتا ہے۔ اس سے روح کا جسم لطیف ہونا ثابت ہوا جیسا کہ ایک اور آیت:

"ثم انشأناه خلقا اخر" میں اس پر مزید روشنی ڈالی گئی ہے کہ پہلے جسم انسانی وجود میں آیا۔ جس کی تفصیل منی، خون، گوشت، ہڈی اور ہڈی پر گوشت چڑھانے کے مدارج سے کی۔ اس کے بعد ایک دوسری طرح کی مخلوق بنا دیا۔ یعنی اس میں روح پھونکی اور وہ تمام اجزائے بدن میں سریان کر گئی، اس سے روح کا جسم الگ سے ایک مستقل حقیقت ہونا ثابت ہوا اور یہ کہ وہ ایک جسم لطیف رکھتی ہے، جو اس جسم کثیف میں سرایت کیے ہوئے ہے۔

روح جوہر فرد نہیں:

حدیث میں موت کے وقت روح کی کیفیت یوں بیان ہوئی کہ "فتفرق فی جسده" کہ میت کے بدن میں متفرق ہو جاتی ہے، اس سے روح کا جوہر فرد ہونا باطل ہوا۔ بہر حال روح کوئی جسم لطیف ہے مگر اس کی حقیقت سوال کرنے کے باوجود

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے نہیں بتائی، حالانکہ ملائکہ جنوں اور انسانوں کی پیدائش بغیر پوچھے بتا دی اور روح کے متعلق سوال کرنے پر بھی صرف اتنا بتایا کہ:

"قل الروح من امر ربی"۔

"کہہ دو کہ روح تو میرے رب کے امر سے ہے"۔

اگر اس کی پیدائش کسی مادہ مثلاً پانی، ہوا، آگ، مٹی یا نور سے ہوتی تو اس کا ذکر کیا جاتا معلوم ہوا کہ یہ نور سے بھی زیادہ لطیف ہے۔

"كما قال سهيلي والارواح خلقت بما قال الله تعالىٰ وهو النفخ المتقدم المضاف الى الملك الملائكة من نور كما جاء في حديث المسلم فهو (اى روح) ايضا جسم ولكنه من جنس الريح ولذالك يسمى روحا من لفظ الريح و نفخ الملك في معنى الريح غير انه ضم اوله وهي من ذوات الوا ولهذا تجمع على الارواح اى ضم اوله لانه نور انى والريح هو المتحرك"۔ کا

"ابوالقاسم سہیلی نے کہا کہ روح کی پیدائش اس چیز سے ہے جو اللہ نے فرمائی ہے اور وہ نفخ ہے جو مضاف فرشتہ کی طرف ہے اور فرشتوں کی پیدائش نور سے ہے، جیسا کہ حدیث مسلم میں ہے، اور وہ روح بھی جسم ہے، مگر ریح یعنی ہوا کی جنس سے ہے۔ اس وجہ سے اس کو روح سے موسوم کرتے ہیں جو ریح سے مشتق ہے۔ نفخ ملک ریح کے معنی میں ہے سوائے اس کے کہ اس کا اول مضموم ہے اور لفظ روح صاحب "واؤ" ہے، اس وجہ سے اس کی جمع ارواح آتی ہے۔ روح کی "ر" پر ضمہ ہے کہ وہ جسم نورانی

Marfat.com

ہے اور ہوا تو جسم متحرک ہے"۔

(فائدہ) معلوم ہوا کہ ملائکہ کے نفخ سے روح کی پیدائش ہوئی او ملائکہ نور سے ہیں۔ اس لیے روح ملائکہ سے زیادہ لطیف ہوئی جیسے انسان جسم عنصری ہے، انسان کا سانس اس کے جسم سے زیادہ لطیف ہے۔ اسی طرح ملائکہ کا سانس ان کے جسم سے زیادہ لطیف ہوا۔

روح لامکانی ہے:

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے روح کی تعریف میں جو بیان فرمایا ہے وہی اہل حق کا مذہب ہے:

"واعلم ان القائلین فی اثبات النفس فریقان الاول منھم وھم المحققون منھم من قال الانسان غیر موجود فی داخل العالم ولا فی خارجه وغیر متصل فی داخل العالم ولا فی خارجه وغیر متصل ولا منفصل عنه لکنه بالبدن تعلق التدبیر والتصرف"۔

"خوب جان لیں کہ روح کے اثبات کے قائلین کے دو فریق ہیں۔ اول جو محققین ہیں ان میں سے بعض کا قول ہے کہ روح نہ عالم میں داخل ہے نہ خارج، نہ داخل میں متصل ہے نہ خارج میں، نہ متصل ہے نہ اس سے منفصل لیکن انسانی بدن سے اس کا تعلق تدبیر وتصرف کا ہے"۔

معلوم ہوا کہ روح ایک جوہر مجرد ہے، بہت لطیف ہے، لامکانی ہے (لامکانی روح کے لیے مجازاً بولا گیا ہے) اس کے لیے مکان نہیں۔ مکان مادیات کے لیے ہوتا ہے

نہ کہ مجردات کے لیے۔ یہ بدن سے پہلے بھی موجود تھا اور اس کے بعد بھی موجود رہتا ہے، سنتا ہے، دیکھتا ہے، کلام کرتا ہے، اس کی لامکانی کیفیت حدیث میں لفظ ''عماء'' سے بیان کی گئی ہے، جب رسول کریم ﷺ سے سوال کیا گیا ''این کان ربنا'' تو آپ نے فرمایا ''فی عماء'' مکان ذات باری کے لیے منفی ہے۔

سوال: متکلمین کے نزدیک ''تجرد'' اخص صفات باری تعالیٰ سے ہے، اگر یہ صفت روح کے لیے تسلیم کر لی جائے تو شرک فی الذات لازم آئے گا۔

الجواب: اخص صفات باری تعالیٰ سے وجوب اور قدم مطلق ہے نہ وہ تجرد جو مسبوق بالعدم ہو اور ممکن اور حادث بھی ہو۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب جواب دیا ہے۔

''واعلم ان الجماعة من الجهال يظنون انه لما كان الروح موجود اليس بمتحيز وجب ان يكون مثلاً لله وذالك جهل فاحش وغلط قبيح وتحقيقه ما ذكرنا المساواة فی انه ليس بمتحيز ولا حال فی المتحيز مساواة فی صفة سلبية لا توجب المماثلة''۔ [۱۸]

''خوب جان لیں کہ جہال کی ایک جماعت گمان کرتی ہے کہ جب روح موجود ہے کسی چیز میں متحیز نہیں ہے، اور نہ متحیز میں حال ہے تو اس سے لازم آئے گا کہ خدا کی مثیل ہو۔ یہ کہنا صریح جہالت او بدترین غلطی ہے حقیقت یہ ہے جو ہم نے بیان کی ہے کہ وہ ''غیر متحیز اور نہ متحیز میں حال ہے'' یہ اوصاف سلبیہ مساوات ہے جس سے مماثلت لازم نہیں آتی''۔

فائدہ: ا۔ ثابت ہوا کہ باری تعالیٰ کے اوصاف سلبیہ اور اضافیہ میں غیر کا شریک ہونا

Marfat.com

شرک نہ ہوگا۔

۲۔ لامکان کی حقیقت سمجھنے کے لیے عقل اندھی ہے، حدیث کا لفظ ِ عماءٗ اس پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ لفظ ''عماء'' عدم بینائی پر بولا جاتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے ''الروح من امر ربی'' یعنی روح عالم امر کی چیز ہے۔ جب عقل انسانی عالم امر کی حقیقت کا ادراک کرنے سے قاصر ہے تو عالم امر کی چیزوں کا ادراک کیونکر کر سکتی ہے اس لیے علوم عقلی یا علوم ظاہری سے روح کی معرفت بالکلیہ محال ہے۔ درحقیقت روح کی معرفت کا تعلق دلائل ذوقیہ، نور بصیرت یعنی کشف سے ہے اور جب دلائل ظاہریہ، ذوق اور کشف کی تائید کردیں تو نور علی نور ہے۔ جہاں تک ذوق اور کشف کا تعلق ہے اس بارے میں صرف محققین اصحاب کشف اور ارباب ذوق کا فیصلہ ہی حجت قرار دیا جا سکتا ہے اور دیا جانا چاہیے۔ اور محققین صوفیہ کاملین اصحاب کشف کا فیصلہ یہ ہے کہ روح مادی، نورانی اور لطیف چیز ہے اور جہاں ہم نے یہ کہا ہے کہ جوہر مجرد ہے اس میں جوہر سے مراد یہ ہے کہ عرض نہیں اور مجرد سے مراد یہ ہے کہ کثیف نہیں۔ بلکہ جسم لطیف نورانی ہے اور اس کی شکل اس جسم کی شکل کے عین مطابق ہوتی ہے جس بدن کا وہ روح ہے۔ قد و قامت اور ہیت میں ہو بہو اس جسم کے مطابق ہوتی ہے اور جمہور علماء اسلام بھی اسی کی تائید کرتے ہیں جیسا کہ حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی کی شرح ''عرف شندی'' کے صفحہ 10 پر فرمایا۔

''واما لروح فعند اهل الاسلام جسم لطيف على شكل

كل ذى ذالك الروح واحتجوا على هذا اى على جسمية

الروح بماورد فی الاحادیث کما فی حدیث براء ابن عاذب فینتزعها کما ینزع السفود من الصوف المبلول الی ان قال احادیث اخر دالة علی جسمیة الروح ...... فانا نتمسك بنصوص الشریعة من القراٰن والحدیث ...... والمتقدمون من علام الاسلام یریدون بالتجرد وعدم الکاشفة یظهر ذالك من تفیسر الاخلاص للحافظ ابن تیمیه ثم اختلف الصوفیة بعد اتفاقهم علی مادیة الروح

''اور جہاں تک روح کا تعلق ہے اہل اسلام کے نزدیک وہ ایک لطیف جسم ہے اور اسی بدن کی شکل پر ہوتا ہے جس میں وہ ہو۔ روح کی اس جسمیت پر احادیث سے استدلال کیا گیا ہے جیسا کہ حدیث براء بن عاذبؓ میں وارد ہے۔ فرشتہ روح کو بدن سے یوں کھینچ لیتا ہے جیسا کہ سیخ گیلی اون سے کھینچی جاتی ہے...... اور دوسری حدیثیں جسمیت روح پر دلالت کرتی ہیں۔

پس ہم تو شریعت کی نصوص یعنی قرآن وحدیث سے تمسک کرتے ہیں اور متقدین علماء اسلام نے تجرد سے مراد عدم کثافت لی ہے۔ یہ حقیقت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر سورۃ اخلاص سے ظاہر ہے۔

روح کے مادہ ہونے پر متفق ہونے کے بعد صوفیہ نے کچھ اختلاف کیا ہے''۔

پھر رسالہ ''روح وما ھیتھا'' علامہ بیونی صفحہ ٦٧

قال الامام مالك وهو من المحققین قال الروح هی صورة نورانیة علی شاکلة الجسم تماملہ

Marfat.com

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو محققین میں ہیں فرماتے ہیں کہ روح نورانی جسم ہے جو مکمل طور پر اس بدن کی شکل پر ہوتا ہے جس میں وہ ہے۔

اور روح المعانی 53:24

"واعلم اولا ان المسلمین اختلفو فی ان الانسان ماهو فقیل هو هذا الهیکل المحسوس مع اجزاء ساریة فیه سریان ماء الورد فی الورد والنار فی الفخم وهی جسم لطیف نورانی مخالف بالحقیقة والماهیة للاجسام التی منها ائتلف هذا لهیکل وان کالسریانه فیه بشبهة صورة ولا نعلم حقیقة هذا الجسم وهو الروح المشار الیها بقوله تعالٰی قل الروح من امر ربی عند معظم السلف الصالح وبینه وبین البدن علاقة۔

"پہلے یہ سمجھو کہ مسلمانوں نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ انسان کیا چیز ہے کہا گیا ہے کہ وہ ایک شکل محسوس ہے جس میں اجزاء اس طرح ساری ہیں جیسے پھول میں نمی اور انگارے میں آگ اور یہ جسم لطیف نورانی ہے جو حقیقت اور ماہیت میں ان اجسام سے مختلف ہے جن سے یہ شکل محسوسہ مرکب ہے یہ روح اس بدن میں جاری وساری ہے اور شکل وصورت میں اس کے مشابہ ہے اور اس جسم یعنی روح کی حقیقت ہم نہیں جانتے جس کی طرف قول باری تعالیٰ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ قل الروح من امر ربی اور یہ بات سلف صالحین کے نزدیک مسلم ہے۔ روح اور بدن کے درمیان تعلق ہے"۔

Marfat.com

"وھذا الجسم المعبر عنه بالروح علی ماقال الامام القرطبی فی التذکرۃ ممالہ اول ولیس له اخر بعمنی انه لایفنی وان فارق البدن المحسوس و ذکر فیھا ان من قال انه یفنی فھو ملحد"۔

اور یہ جسم جسے روح سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرہ میں فرمایا ہے اس کے لیے ابتدا ہے مگر اس کے لیے انتہا نہیں یعنی اس کے لیے فنا نہیں اگرچہ بدن سے جدا ہو جائے اور اسی ضمن میں ذکر کیا ہے جو شخص یہ کہے کہ روح فانی ہے وہ ملحد ہے۔

ثابت ہوا کہ محققین سلف صالحین اور محققین صوفیا کا یہی مذہب ہے۔ دوسرا قول جو مردود ہے اس کی تفصیل یہ ہے:

حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرف شذی صفحہ 11-10 پر نقل کیا ہے جس قول کے قائلین اصل میں فلاسفہ ہیں اور جن صوفیا یا علماء نے اس قول کو نقل کیا ہے وہ محض فلاسفہ سے متاثر اور مرعوب ہو کر کیا ہے۔

"قال جھلاء الفلاسفة ان الروح مجرد"۔

جاہل فلاسفہ کہتے ہیں روح مجرد ہے۔

اور روح المعانی 53:24 اور عرف شذی صفحہ 11

وذھب الی تجرد الروح قاضی زادہ والحلیمی الغزالی والراغب و ابوزید الدبوسی من الحنفیة ومعمر من قدماء المعتزلة وجمھو متأخر الامامیة و کثیر من

Marfat.com

الصوفية وعندهم الروح جوهر مجرد وليست داخلة فی البدن ولا خارجة عنه فنسبتها اليه كنسبت الله تعالٰی الی العالم وهی بعد حدوثها الزمانی عندهم لاتفنی۔ ایضا ورد هذ المذهب ابن القيم فی كتاب الروح مالا مزيد عليه“۔

اور تجرد روح کا قول قاضی زادہ، حلیمی، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور امام راغب رحمۃ اللہ علیہ اور ابوزید دبوسی رحمۃ اللہ علیہ حنفی اور قدیم معتزلہ سے معمر اور تمام متاخرین شیعہ کا ہے اور بہت سے صوفیا کا قول بھی ہے ان کے نزدیک روح جوہر مجرد ہے نہ بدن میں داخل ہے نہ بدن سے خارج ہے اور اس کا تعلق بدن سے ایسا ہے جیسا اللہ کا تعلق جہان سے ہے۔ ان کے نزدیک روح کے لیے وحدت زمانی ہے اور روح فانی نہیں ہے اور ابن قیم نے اس مذہب کو کتاب الروح میں ان دلائل سے رد کیا ہے کہ مزید تردید کی حاجت نہیں چھوڑی۔

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ روح کے متعلق اس دوسرے مذہب میں شافعی، حنفی، معتزلہ اور امامیہ کے افراد شامل ہیں جو سارے کے سارے فلاسفہ سے مرعوب ہو کر اس رو میں بہہ گئے ہیں اور قول اول جو بیان ہو چکا اس میں جمہور علماء اسلام اور محققین صوفیا کا ایک عظیم گروہ شامل ہے۔ بالخصوص عظیم سلف صالحین نے یہی مذہب اختیار کیا ہے روح جسم مادی ہے، لطیف ہے، نورانی ہے۔ جس بدن میں وہ ہے اسی کی شکل پر ہے۔ بدن سے جدا ہونے کے بعد اس کے لیے جسم مثالی کی ضرورت نہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ سب سے پہلے معلوم کر لینا چاہیے کہ حیات کسے کہتے ہیں؟ حیات نام ہے حس حرکت، دیکھنا، سننا، بولنا، قوی ظاہری و باطنی کا موجود ہونا۔ روح دنیا میں

Marfat.com

بدن کو زندگی بخشتا ہے۔ دنیا میں مادی چیزوں کو سنانے میں مادی آلات کا محتاج نہیں کہ اپنی حیات میں مادی بدن کا محتاج ہے۔ بلکہ روح بدن کو حیات بخشتا ہے۔ برزخ میں جا کر روح مادی دنیا کو اپنی آواز نہیں سنا سکتا۔ اسی لیے مادی آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں، مادی کان اس کی بات نہیں سن سکتے حالانکہ وہ خود بولتا ہے، سنتا ہے، اس کے سارے اعضاء ذاتی ہیں جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے کہ روح اپنے بدن کی شکل پر ہوتا ہے روح خود جسم لطیف، اس کے کان لطیف، اس کی آواز لطیف، اس کو تمام لطیف چیزیں دیکھ لیتی ہیں، اس کی آواز سن لیتی ہیں جیسا کہ ملائکہ قلوب انبیاء، قلوب اولیاء، لطیف چیزوں کو دیکھنے یا سننے سنانے میں کسی غیر جسم کے آلات کا محتاج نہیں تا کہ برزخ میں اس کے لیے جسم مثالی تسلیم کیا جائے۔ اگر لطیف چیزوں کو دیکھنے یا سننے یا سنانے میں جسم مثالی کا محتاج مانا جائے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ روح حیات بخش نہیں بلکہ روح کو جسم مثالی حیات بخشتا ہے اور روح کے کوئی ذاتی آلات نہیں وہ ایک پتھر ہے (العیاذ باللہ) جسم مثالی کا تسلیم کرنا خلاف قرآن، خلاف حدیث اور خلاف سلف صالحین ہے اور جو شخص جسم مثالی کا قائل ہوا ہے اس نے سخت ٹھوکر کھائی ہے اللہ اس کو ہدایت دے۔

روح عالم امر سے ہے:

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ روح کی پیدائش کس چیز سے ہوئی؟ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الروح عندالله العرش مبدأه وتربة الارض اصل الجسم

والبدن قد الف ملك المنان ينهما ليصلحا بقبول الامر
والمحن فالروح فی غربة الجسم فی وطن فاعرف زمام
الغريب النازح الوطن

''روح کی ابتدا صاحب عرش سے ہے (من امر ربی) اور بدن انسانی
کی اصل مٹی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں میں الفت ڈال دی۔ تاکہ
ان میں اوامر اور محنتیں قبول کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے پس روح
مسافر ہے اور بدن اپنے وطن میں ہے پس غریب الوطن مسافر کی ذمہ
داری کا خیال رکھو''۔

عالم امر کیا ہے؟

حضرت امام غزالیؒ نے عالم امر اور عالم خلق پر بحث کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ
ان دونوں کے درمیان عرش بطور برزخ حائل ہے۔

"وعالم الامر عبارة من الموجودات الخارجية من الحسن
والخيال والجهة والمكان وهو مالا يدخل تحت المساحة
والتقدير لانتفاء الكمية عنه"۔ 19

''عالم امر عبارت ہے موجودات سے جو حس، خیال، جہت، مکان سے
خارج ہے، عالم امر انتفائے کمیت کی وجہ سے مساحت و تقدیر کے تحت
نہیں آ سکتا''۔

کون سی چیزیں عالم امر سے ہیں صاحب تفسیر مظہری نے "الا له الخلق والامر" کی
تفسیر میں اس کی تفصیل بیان فرمائی ہے۔

Marfat.com

قالت الصوفية المراد بالخلق والامر۔ عالم الخلق يعنی جسمانية العرش وماتحتہ وما فی السمٰوات والارض وما بينهما و اصولها الاربعة العناصر۔ النار والماء والهواء والتراب وما يتو لدمنها من النفوس الحيوانية والنباتية والمعدنية وهی اجسام لطيفة سارية فی اجسام کثيفة وعالم الامر يعنی المجردات عن القلب والروح والخفی والاخفاء التی هو فوق العرش سارية فی النفوس الانسانية والملکية والشيطانية سريان الشمس فی المراة سميت بعالم الامر لان الله تعالٰی خلقها بلا مادة بامره کن فيکون۔ قال البغوی قال سفيان بن عيينة فرق بين الخلق والامر فمن جمع بينهما فقد کفر“۔ [۲۰]

”صوفیا کرام نے کہا کہ مراد عالم خلق اور عالم امر سے یہ ہے کہ عالم خلق میں عرش اور جو ماتحت عرش ہے اور جو چیز آسمان اور زمین اور ان کے مابین ہے شامل ہے اور اس کے اصول عناصر اربعہ آگ، پانی، ہوا اور مٹی اور جو چیزیں ان سے پیدا ہوتی ہیں یعنی نفوس حیوانی، نباتاتی اور معدنی ہیں، اور یہ اجسام لطیفہ ان اجسام کثیفہ میں ساری ہیں۔ سب عالم خلق سے ہیں اور عالم امر سے مراد مجردات ہیں یعنی:

(لطائف خمسہ) قلب، روح، سری، خفی اور اخفاء، یہ فوق العرش ہیں اور یہ نفوس انسانیہ ملکیہ اور شیطانیہ میں یوں ساری ہیں جیسے سورج کی شعائیں آئینے میں ساری ہوتی ہیں۔ لطائف کو عالم امر اس لیے کہتے

Marfat.com

ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کسی مادہ سے نہیں، بلکہ اپنے امر کن سے پیدا کیا، اور بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مادہ سے نہیں بلکہ اپنے امر کن سے امر اور عالم خلق دو مختلف چیزیں ہیں جس نے ان دونوں کو ایک سمجھا اس نے کفر کیا''۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ روح اور دیگر لطائف عالم امر کی مخلوق ہیں جو بغیر مادہ کے پیدا کیے گئے عالم امر کو عالم حیرت اور لامکان بھی کہتے ہیں۔

روح کی شکل وصورت:

جسم انسانی ایک ٹھوس مادی شکل رکھتا ہے اس کی وضع قطع قد وقامت اور اس کے اعضاء ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ کیا روح انسانی کی بھی کوئی شکل وصورت ہے یا بس جو ہر لطیف ہے یہ سوال ذہن میں پیدا ہونا قدرتی بات ہے اس کے متعلق بخاری شریف میں ایک بحث کی گئی ہے:

"والروح صورۃ لطیفۃ علی صورۃ الجسم لھا عینان واذنان ویدان ورجلان فی داخل الجسم یقال کل جزء منہ عضو نظیرہ فی البدن وقد ابھم اللہ تعالیٰ امر الروح وترک تفصیلہ"۔

''جسم کی شکل کے مطابق روح کی بھی لطیف صورت ہے روح کی بھی دو آنکھیں ہیں کان ہیں۔ ہاتھ اور پاؤں ہیں بلکہ روح کے ہر عضو کی نظیر بدن انسانی میں موجود ہے اور روح کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے مبہم رکھا اور اس کی تفصیل چھوڑ دی ہے۔

(تحفۃ القاری شرح صحیح البخاری 44:2)

اس سے معلوم ہوا کہ روح کی شکل بعینہ وہی ہوتی ہے جو بدن کی شکل ہے جس میں وہ روح داخل کی گئی ہے۔ عالم برزخ قیامت صغریٰ ہے جہاں روح زندہ رہتی ہے اور عالم آخرت قیامت کبریٰ ہے جس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ان الدار الاخرة لھی الحیوان"

یقیناً آخرت کا گھر ہی تو زندگی ہے۔

اور ظاہر ہے دنیا کی زندگی کے مقابلے میں اکمل زندگی ہے۔ دنیا اور اس کی ہر شے کے لیے موت اور فنا ہے مگر آخرت کی زندگی ابدی ہے۔ اس لیے دار آخرت کی ہر شے کیا جزو کیا کل موت سے پاک ہے جب روح کے لیے جزا و سزا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ زندہ ہے کیونکہ مردہ اور معدوم کے لیے جزاء و سزا نہیں ہے، اس لیے روح سنتی دیکھتی ہے، بولتی ہے بلکہ اس کی ساری قوتیں اور تمام صلاحیتیں اسی جگہ کامل درجے پر معرض اظہار میں آتی ہیں۔

روح کو بدن میں جب داخل کیا جاتا ہے تو بدن کی خصوصیات سامنے آتی ہیں۔ مثلاً بچپن، جوانی، بڑھاپا اور بچپن میں ذہن، عقل، فہم ادراک وغیرہ کا ناقص ہونا۔ پھر رفتہ رفتہ عمر کے ساتھ ترقی کرنا وغیرہ، یہ بدن کی خصوصیات ہیں ورنہ روح تو اپنی پیدائش کے وقت سے ہی عاقل، بالغ اور ذی فہم ہے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو "الست بربکم" کے جواب میں "بلٰی" کیوں کہتی۔ سوال سننا سمجھنا اور جواب دینا روح کے پیدائشی عاقل بالغ ہونے کی دلیل ہے۔

جب روح کو کسی بدن کے ساتھ متعلق کر دیا جاتا ہے تو اس کے ساتھ اس کا تعلق استقرائی ہوتا ہے۔ پھر اسے بدن کے اعضاء دیئے جاتے ہیں، اس بدن میں کچھ قوتیں اور آلات ودیعت کر دیئے گئے ہیں۔ جن میں بعض حسی اور بعض معنوی قوتیں

Marfat.com

ہیں، یہاں رہ کر روح ان ہی قوائے بدن کے ذریعے علم حاصل کرتی ہے حسی قوتیں پیدائش کے وقت کمزور ہوتی ہیں اور چونکہ روح کو یہاں جسم کے تابع بنایا گیا ہے اس لیے جسم کی ترقی کے ساتھ ساتھ ان قوتوں میں ترقی محسوس ہوتی ہے۔ اگر یہاں روح کو بدن کے تابع نہ بنایا جاتا تو پیدا ہوتے ہی ہر شخص مکلّف ہوتا، کیونکہ روح تو پیدائش سے ہی عاقل بالغ ہے۔ مگر بدن سے وابستگی کی وجہ سے مکلّف ہونے کے لیے عمر کی ایک حد مقرر کر دی گئی ہے جسے سن بلوغت کہتے ہیں۔ انسان دنیا سے رخصت ہوا اور روح کی جسم سے مفارقت ہوئی تو روح بالذات مکلّف ہوگئی۔ یہاں سے بعض لوگوں نے ایک بڑی ٹھوکر کھائی ہے کہ برزخ میں روح کے لیے جسم مثالی ثابت کرنے کی کوشش کی جس کا مطلب یہ ہے کہ روح کسی وقت بھی بدن کے بغیر مکلّف نہیں، یہ عقیدہ باطل ہے اہل السنّت والجماعت کا اجماعی عقیدہ یہ ہے کہ برزخ میں روح بالذات مکلّف ہے اور بدن تابع روح کے ہوتا ہے اور اس بدن خاکی کو روح ہی حیات بخشتی ہے۔

اس سلسلے میں شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''محرک تن روح است، ومحرک روح نور ومحرک نور، ذات عزیز من ایں مقام را کما ینبغی دانستن کمال محال است وشب وروز بذکر وفکر سیر وطیران مقامات ماندن بجز طالب صادق وتوجہ مرشد کامل حصول انتہائی تواند شد''۔

(فتاویٰ عزیزیہ 2:112)

''بدن کو حرکت دینے والا روح ہے اور روح کو حرکت اور زندگی نور سے ملتی ہے اور نور کو حیات اور حرکت دینے والا ذات باری تعالیٰ ہے میرے عزیز اس مقام کو کما حقہ، سمجھنا محال ہے رات دن ذکر وفکر، سیر ملکوتی اور عالم بالا میں پرواز سوائے طالب صادق اور بغیر مرشد کامل کی توجہ کے ممکن نہیں''۔

Marfat.com

٦

بحث نفس

وجہ تسمیہ۔

نفس اور روح ایک حقیقت کے دو نام ہیں۔

نفس اور روح میں فرق۔

سکون کیا ہے؟

مسمی واحد کے مختلف اسماء۔

Marfat.com

بحث نفس

وجہ تسمیہ:

نفس کا لفظ یا تو نفاست سے ہے تو بوجہ شرافت ولطافت کے نفس کہا جاتا ہے یا تنفس سے ہے تو بوجہ سانس کی آمد و شد کے نفس کہا جاتا ہے۔ اگر آنے جانے کی صفت کی وجہ سے نفس سے مراد روح لی جائے تو یہ اس لیے درست ہے کہ نیند کے وقت روح خارج ہو جاتی ہے پھر لوٹ آتی ہے۔

نفس اور روح ایک حقیقت کے دو نام ہیں:

النفس والروح اسمین لمعنی واحد

نفس اور روح ایک حقیقت کے دو نام ہیں۔

اس کی دلیل حدیث لیلۃ التعریس ہے:

قال بلال اخذ بنفسی الذی اخذ بنفسك فقال رسول الله ﷺ ان الله قبض ارواحنا۔

''میری روح کو اسی ذات نے پکڑا جس نے آپ کی روح کو پکڑا حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہمارے ارواح کو قبض کر لیا تھا''۔

فائدہ: ایک ہی چیز کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نفس سے تعبیر فرماتے ہیں اور رسول اکرم ﷺ روح سے تو اس کی تطبیق یوں ہوتی ہے کہ روح اور نفس کو ایک ہی مانا

Marfat.com

جائے قرآن کریم نے بھی روح پر لفظ نفس کا اطلاق فرمایا ہے۔

قال تعالٰی الله یتوفی الانفس حین موتھا۔

''اللہ تعالیٰ ہی قبض کرتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت۔

وقوله تعالٰی اخرجو انفسکم۔

''اپنی جانیں نکالو''۔

فائدہ: ان دونوں آیتوں میں ذکر نفس کا ہے اور مراد روح ہے، جمہور علماء بھی نفس اور روح کے اتحاد کے قائل ہیں۔

"ان النفس والروح مسماھما واحدوھم الجمھور"۔ [۲۱]

''نفس اور روح کا مصداق واحد ہے اور جمہور اس کے قائل ہیں''۔

نفس اور روح میں فرق:

علامہ ابوالقاسم سہیلی نے روض الانف میں بحث کی ہے کہ روح اور نفس شے واحد ہے۔تغائر بوجہ اوصاف کے ہے باعتبار اولیت کے تو روح ہے، جب فرشتہ ماں کے پیٹ میں پھونکتا ہے روح ہے جب پیدا ہوتا ہے اور کسب اخلاق و اوصاف حمیدہ یا ذمیمہ کرتا ہے، اور بدن سے عشق و محبت پیدا کر لیتا ہے اور مصالح بدن میں مشغول ہو جاتا ہے تو اس پر لفظ نفس بولا جاتا ہے، قبل از اکتساب اوصاف روح پر لفظ نفس کا بولنا ٹھیک نہیں، جب یہ اوصاف سے متصف ہو جاتا ہے تو اس میں صفت غفلت اور شہوت پیدا ہو جاتی ہے تو اس پر لفظ نفس کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ نفس کا فعل بھی غفلت اور شہوت ہے۔

سکون کیا ہے؟

نفس کی صفت غفلت اور شہوت کو مجاہدہ اور ریاضت سے کم کیا جا سکتا ہے ان

Marfat.com

رذائل کو قلت طعام، قلت کلام، تخلیہ اور تقوے سے کم کیا جا سکتا ہے۔ ان رذائل کی کمی کا نام اصطلاح صوفیا میں سکون ہے۔ سکون کے تین مدارج ہیں:

اول: سکون تام و کامل یہ درجہ اطمینان نفس کا ہے، اس درجہ میں نفس کو مطمئنہ کہتے ہیں۔

دوم: سکون غیر تام و غیر کامل، یہ نفس لوامہ ہوا۔ سوم: عدم سکون (مطلقاً) یہ نفس امارہ ہوا۔

مسمی واحد کے مختلف اسماء:

اگر ذات واحد کو مختلف الفاظ سے بیان کر دیا جائے اور ان الفاظ کا مرجع واحد ہو تو کوئی تضاد لازم نہیں آئے گا۔ جیسے آدم علیہ السلام کی پیدائش کے متعلق قرآن مجید میں مختلف الفاظ آئے ہیں۔ قال تعالیٰ مرۃ۔

خلقه من تراب	''اسے مٹی سے پیدا کیا''۔
خلق من حما مسنون	''بدبودار کیچڑ سے پیدا کیا''۔
من طين لازب۔	''چکنی مٹی سے پیدا کیا''۔
من صلصال كالفخار۔	''بجنے والی مٹی سے پیدا کیا''۔

پس روح اور نفس شے واحد کے دو نام ہیں۔ فرق باعتبار صفات کے ہے۔

الفرق بين النفس والروح فرق بالصفات لافرق بالذات

''نفس اور روح کے درمیان فرق باعتبار صفات کے ہے نہ کہ باعتبار ذات کے''۔

☆☆☆

Marfat.com

۷

لطائف اور شیخ کامل

لطائف پانچ ہیں۔

لطائف کے بارے میں اختلاف۔

وجہ اختلاف۔

شیخ کامل کی پہچان۔

ضرورتِ شیخ۔

Marfat.com

لطائف اور شیخ کامل

صوفیا کرام فن طریقت و علم حقیقت و تصوف کے احکام باطنیہ میں مجتہد کا درجہ رکھتے ہیں۔ وہ حضرات احکام ظنیہ باطنیہ کا اسی طرح استخراج کرتے ہیں جیسے فقہاء مجتہدین بغیر نصوص صریحہ کے بعض احتمالات کی بناء پر محض اپنے ذوق سے احکام ظنیہ ظاہرہ کا استنباط کرتے ہیں۔ صوفیاء کرام میں فقہاء مجتہدین کے مقابلے میں ایک قوت زائد ہوتی ہے کہ وہ صاحب کشف و الہام ہوتے ہیں۔ فقہا محض ذاتی رائے سے مسائل کا استخراج کرتے ہیں اور یہ لوگ الہام و کشف کی روشنی میں، اور کشف و الہام اعلام و اطلاع من اللہ ہوتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اعلام من اللہ محض ذاتی رائے سے افضل ہے۔ جس طرح قیاس و رائے کی صحت کا معیار یہ ہے کہ کتاب وسنت کے مخالف نہ ہو، اسی طرح کشف و الہام کی صحت کا معیار بھی کتاب وسنت کی موافقت ہے، بہر حال اس کی فوقیت مسلم ہے:

"انما الالهام نور يختص به الله تعالىٰ من يشاء من عبده"۔ [۲۲]

''الہام ایک نور ہے' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے اس کے ساتھ مختص کر دیتا ہے''۔

میں ذاتی طور پر فقہاء مجتہدین کو اجتہاد کشف و الہام پر مقدم سمجھتا ہوں اس کی دلیل صوفیاء کا تعامل ہے۔ تمام صوفیاء محققین مجتہدین کے مقلد رہے ہیں۔ پس فقیہ کے اجتہاد کا مقدم ہونا ثابت ہو گیا۔

Marfat.com

لطائف پانچ ہیں:

اس اصولی تمہید کے بعد اب یہ سمجھ لیں کہ صوفیاء کرام بدن انسانی کو دس اجزاء سے مرکب مانتے ہیں، عناصر اربعہ اور نفس مادی اور پانچ لطائف جن کا ذکر پہلے ہوچکا غیر مادی بلکہ مجرد ہیں۔

بعض کے نزدیک گیارہ ہیں۔ یعنی پانچ مادی، پانچ مجرد اور ایک سلطان الاذکار بعض فرماتے ہیں کہ دس لطائف ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ لطائف تو مجرد اور لطیف چیزوں کا نام ہے، پھر دس لطائف کیوں کر ہوئے، البتہ تغلیباً انہیں لطائف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جیسے لطائف خمسہ کے علاوہ نفس بھی تغلیباً لطائف میں شمار کیا جاتا ہے اور سلطان الاذکار لطیفہ نہیں، بلکہ ایک طریقہ ذکر ہے، جس میں یہ تصور کیا جاتا ہے کہ سارے بدن سے بلکہ ہر بن مو سے ذکر جاری ہے، بہرحال لطائف پانچ ہیں باقی تغلیباً ان میں شامل کیے جاتے ہیں۔

لطائف کے بارے میں اختلاف:

بعض صوفیاء لطائف کے تغائر کے قائل ہیں، اور یہ تغائر حقیقی ہے۔ بعض محققین اتحاد لطائف کے قائل ہیں، اور اصل حقیقی لطیفہ صرف قلب کو بتاتے ہیں اور اسی کو اوصاف متعددہ سے موصوف مانتے ہیں، جیسے زید متعدد اوصاف سے موصوف ہو مثلاً عالم، قاری، کاتب، واعظ وغیرہ تو اس تعدد اوصاف کی وجہ سے زید میں تعدد پیدا نہ ہوگا تو گویا دیگر لطائف کا محل و مصداق و موصوف بھی قلب ہے۔ رہی یہ بات کہ ہر لطیفہ کے آثار و الوان انوار جدا ہوتے ہیں، اور یہ کہ ہر لطیفہ کا فعل جدا ہے مثلاً قلب

Marfat.com

کا فعل ذکر ہے، روح کا حضور، سری کا مکاشفہ، خفی کا شہود و مشاہدہ اور فنا اور اخفاء کا معائنہ اور فناء الفناء تو یہ دراصل تعدد اوصاف کی وجہ سے افعال میں تعدد پیدا ہوا۔ ورنہ اصل حقیقی لطیفہ صرف قلب ہے، اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ اصل لطیفہ قلب ہے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ صوفیاء کرام ذکر کی تعلیم میں مختلف مقام اور محال کی طرف خیال کرنے کی ہدایت کیوں فرماتے ہیں، حالانکہ صوفیاء کا طریقہ ذکر متواتر اور متوارث چلا آرہا ہے اور اسے کشف کی تائید بھی حاصل ہے، اس لیے تغایر کو ہی تسلیم کرنا پڑتا ہے جس طرح ذکر قلبی میں قلب ہی پر توجہ مرکوز رہتی ہے، کیونکہ وہ تجلیات باری کا محل ہے مگر جس طرح لطیفہ ربانی قلب کو قلب صنوبری سے تعلق ہے، اسی طرح دیگر لطائف کو بھی خواہ مجازاً سہی ان محال و مقام سے تعلق ہے۔ محال و مقام کی تخصیص کی تائید حدیث ابی محذورہ رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہے۔

ثم وضع یدہ علی ناصیۃ ابی محذورۃ ثم امر علی وجھہ من بین ثدیہ وفی نسخۃ من بین یدیہ علی کبدہ ثم بلغت ید رسول اللہ ﷺ سرۃ ابی محذورۃ ؓ ثم قال ﷺ بارك اللہ لك وعليك۔ ۲۳

''پھر رسول اکرم ﷺ نے ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔ پھر آپ ﷺ اپنے ہاتھ کو اس کے چہرے پر لے گئے پھر سینے پر۔ (اور ایک نسخے میں ہے کہ) اس کے جگر پر لے گئے پھر آپ ﷺ کا ہاتھ ان کی ناف تک پہنچا۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے دعا دی کہ اللہ تجھے برکت دے''۔

Marfat.com

فائدہ: حضور اکرم ﷺ نے خواہ اتفاق سے ہاتھ پھیرا، خواہ کسی غرض سے مانا جائے، ان مقامات کا متبرک ہونا ثابت ہو گیا۔

فھو المقصود

قائلین اتحاد کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں صرف ذکر قلبی ملتا ہے، باقی لطائف کا ذکر نہیں ہے، چنانچہ امام غزالیؒ نے بعض لطائف کا ذکر کیا ہے اور ان میں اتحاد ثابت کیا ہے اور بتایا ہے کہ روح، قلب، عقل اور نفس ایک ہی چیز ہے۔ تغایر اعتباری ہے اور اتحاد ذاتی۔

وجہ اختلاف:

چونکہ لطائف میں سخت اتصال ہے، اس لیے ذکر قلب سے باقی لطائف میں بھی آثار انوار، الوان و افعال سرایت کر جاتے ہیں جیسے متعاکس آئینوں میں شعاع آفتاب۔ جو آئینہ سورج کے مقابل ہو۔ اس کے مقابل دوسرا تیسرا آئینہ رکھ دیں تو شعاع آفتاب کا عکس سب میں ظاہر ہو گا۔

عدم تغایر کی دلیل کشف صحیح بھی ہے۔ چنانچہ جب سالک کے لطائف منور ہو جاتے ہیں تو منازل سلوک شروع ہوتے ہیں اور ان منازل کا تعلق زمین و آسمان سے نہیں بلکہ عرش اول سے شروع ہوتے ہیں تو ان منازل میں سالک کو اپنی روح پرواز کرتی نظر نہ آئے، تو اسے کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ منازل سلوک طے کرتا جا رہا ہے۔ رہا یہ سوال کہ اتنی دور تک روح نظر کیسے آتی ہے تو اس کا تعلق عقلی موشگافیوں سے نہیں، بلکہ اس راہ میں چلنے اور شیخ کامل کی صحبت اختیار کرنے سے ہے۔ [۲۴]

میں دعویٰ تو نہیں کرتا مگر بطور تشکر اور تحدیث نعمت اتنا واضح کر دینا چاہتا

ہوں کہ اگر کسی میں طلب صادق ہو، نکتہ چینی اور امتحان مقصود نہ ہو اور اس کے علاوہ کوئی اور غرض فاسد نہ رکھتا ہو تو صرف چھ ماہ کے لیے اس ناچیز کے پاس آ جائے۔ اس پر چند پابندیاں عائد کی جائیں گی مثلاً صالح اور پاک غذا اور وہ بھی مقدار میں کم دی جائے گی، قلت کلام کا عادی بنایا جائے گا، نیند کم کرنی ہوگی، خلوت میں رکھا جائے گا، ذکر و اذکار میں مشغول رکھا جائے گا دو وقت توجہ دی جائے گی، پھر انشاء اللہ تعالیٰ وہ دیکھ لے گا کہ روح کیسے پرواز کرتی ہے، اور دوران پرواز کیسے نظر آتی ہے، یہ چھ ماہ کا عرصہ رسول اکرم ﷺ کے عرصہ کی مقدار پر ہے، اور کثرت ذکر ارشاد ربانی کی تعمیل کے طور پر کرایا جائے گا کہ: واذکر ربك کثیرا وسبح بالعشی والابکار

اور خلوت و قلت کلام کی پابندیاں الاتکلم الناس ثلثة ایام الارمزا کے مطابق تربیت سالک کے لیے ضروری ہیں۔

عزیز من! طلب صادق کا فقدان ہے، عوام کا تو ذکر ہی کیا، علماء بھی اس ضرورت کے احساس سے محروم ہیں، الا ماشاء اللہ علماء کا کہنا یہ ہے کہ ظاہر شریعت پر عمل کر لینا کافی ہے میں کہتا ہوں کہ تزکیۂ باطن کے بغیر شریعت پر کما حقہ عمل ہو ہی نہیں سکتا لا الہ الا اللہ پڑھنے سے الہ ظاہری کی نفی تو ہوگئی، مگر جب تک تزکیۂ نفس نہ ہوگا الہ باطنیہ کی نفی نہ ہو سکے گی۔

علماء ظواہر حلال و حرام بیان کر سکتے ہیں، مگر حلال و حرام میں تمیز نہیں کر سکتے، کیونکہ اس کا انحصار نور بصیرت پر ہے اور وہ ناپید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سمجھنے کے لیے انسان کو تین قوتیں عطا فرمائیں ہیں۔ وہم، عقل اور نور بصیرت۔ عقل کے مقابلے میں وہم ہیچ ہے اور نور بصیرت کے مقابلے میں عقل کوئی چیز نہیں۔ عالم ظاہر بین نور بصیرت سے محروم

Marfat.com

ہے۔ یہ دولت انبیاء علیہم السلام کے ہاں سے ان کے صحیح ورثاء علمائے ربانیین اور صوفیائے کرام کو ملی ہے۔

دوستو! یہ دولت تصوف کے ادارے قائم کرنے سے نہیں ملتی، نہ تصوف کے جرائد جاری کرنے سے ہاتھ آتی ہے، نہ تصوف کی کتابوں کے مطالعہ سے حاصل ہو سکتی ہے۔ یہ القائی اور انعکاسی چیز ہے، جو القاء اور صحبت شیخ سے حاصل ہوتی ہے۔

شیخ کامل کی پہچان:

1- عالم ربانی ہو، کیونکہ جاہل کی بیعت ہی سرے سے حرام ہے۔ ۲۶

2- صحیح العقیدہ ہو کیونکہ فساد عقیدہ اور تصوف وسلوک کا آپس میں کوئی رشتہ ہی نہیں۔

3- متبع سنت رسول ﷺ ہو، کیونکہ سارے کمالات حضور اکرم ﷺ کے اتباع سے حاصل ہوتے ہیں۔

4- شرک و بدعت کے قریب بھی نہ جائے کیونکہ شرک ظلم عظیم ہے اور بدعت ضلالت و گمراہی ہے۔

5- دنیادار نہ ہو، کیونکہ ایک دل میں دو محبتیں جمع نہیں ہو سکتیں۔

6- علم تصوف وسلوک میں کامل ہو کیونکہ جس راہ سے واقف نہ ہو اس پر گامزن کیسے ہو سکتا ہے۔

7- شاگردوں کی تربیت باطنی کے فن سے واقف ہو اور کسی ماہر فن سے تربیت پائی ہو۔

8- حضور نبی اکرم ﷺ سے روحانی تعلق قائم کر دے جو بندے اور خدا کے

Marfat.com

درمیان واحد واسطہ ہیں۔ ۲۷

اس ناچیز کا طریقہ یہی ہے کہ اولاً اپنے ہاتھ پر بیعت طریقت کبھی نہیں لی صرف تعلیم دیتا ہوں اور ابتدائی منازل طے کرا کے دربار نبوی ﷺ میں پیش کر دیتا ہوں، جو تمام جہان کے پیر ہیں، صرف زبانی جمع خرچ کافی نہیں کہ پیر صاحب فرما دیں کہ لو تمھیں دربار نبوی ﷺ میں پہنچا دیا۔ بلکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ سالک خود مشاہدہ کرے کہ منازل سلوک طے کر رہا ہے اور دربار نبوی میں پہنچ کر حضور اکرم ﷺ کے دست مقدس پر بیعت کر رہا ہے، اگر کوئی مدعی دربار نبوی ﷺ تک رسائی نہیں رکھتا، پھر بیعت لیتا ہے تو وہ دھوکہ باز ہے، ماخوذ ہوگا پس کامل و ناقص کی یہی پہچان ہے خوب سمجھ لو۔

بعض سادہ لوح دریافت کرتے ہیں کہ اگر پیر فوت ہو جائے تو کیا دوسری جگہ بیعت جائز ہے؟ خدا کے بندو! پہلے اتنا تو غور کرو کہ بیعت بجائے خود مقصد نہیں، بلکہ ایک مقصد کے حصول کے لیے ایک ذریعہ ہے، مقصد ہے اللہ کی رضا حاصل کرنا اور بیعت ذریعہ ہے تاکہ ایک کامل کی شاگردی اختیار کر کے یکسو ہو کر تعلیم حاصل کرتا رہے اور ترقی کرتا چلا جائے، اگر پیر کے فوت ہو جانے پر آدمی کوئی دوسرا استاد تلاش نہ کرے گا تو ظاہر ہے کہ اول تو اپنا نقصان کرے گا اور اس سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اس کے پیش نظر رضائے الٰہی کا حصول نہیں بلکہ شخصیت پرستی کا شکار ہے۔

پھر یہ سوچو کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد کیا صحابہ کرامؓ نے خلفائے راشدین کی بیعت نہیں کی تھی؟ پھر یہ سوال کیوں پیدا ہوا کہ پیر کے فوت ہو جانے کے بعد دوسری جگہ بیعت جائز ہے یا نہیں؟

Marfat.com

تصوف اور تزکیۂ باطن میں شیخ اور سالک کا تعلق بڑا نازک ہے، ظاہری علوم میں معاملہ اور قسم کا ہے، استاد سے نفرت اور اس کی مخالفت کے باوجود آدمی ظاہری علم حاصل کرسکتا ہے، مگر اس راہ میں شیخ کامل میسر آجائے تو اس کی مخالفت مانع فیض ہی نہیں بلکہ حرام ہے۔ شیخ کامل کی مخالفت دراصل تزکیۂ باطن اور رضائے الٰہی کے حصول سے نافرورمیدہ ہونے کی دلیل ہے۔

ضرورتِ شیخ:

ضرورتِ شیخ کے سلسلے میں ایک سوال بعض ذہنوں میں ابھرتا ہے کہ جب کتب تصوف میں ہر قسم کے اذکار اور وظائف اور ان کے پڑھنے کے طریقے درج ہیں ان پر عمل کرکے انسان کامل بن سکتا ہے پھر شیخ کی کیا ضرورت ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ طب کی کتابوں میں ہر قسم کے نسخہ جات، طریق علاج، وزن ادویہ اور طریق استعمال موجود ہے۔ پھر کسی ماہر طبیب اور ڈاکٹر کے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے؟ کیا کسی معقول آدمی کے ذہن میں یہ سوال بھی ابھرتا ہے؟ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں، آخر اس کی وجہ؟ وجہ صرف یہی ہے کہ جان عزیز ہے، اور احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ طب کی کتابوں اور اپنے علم پر بھروسہ نہ کیا جائے بلکہ اچھی طرح چھان بین کرکے کسی ماہر طبیب کو تلاش کیا جائے۔ اور اسی سے علاج کرایا جائے، اسی طرح اگر ایمان عزیز ہو، اور اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا مقصود ہو تو معقولیت کا تقاضا یہی ہے کہ آدمی کسی معالج روحانی کو تلاش کرے، کیونکہ روحانی طبیب کے بغیر روحانی صحت اور تزکیۂ باطن اور تعلق مع اللہ پیدا ہونا محال ہے۔

☆☆☆

۸

منازلِ سلوک

سلوک کی ابتدائی منازل۔

استغراق کی حقیقت۔

انبیاءؑ کی نیند ناقض وضو نہیں۔

نومِ انبیاءؑ وحی ہے۔

مراقبات کی حقیقت۔

دوائر ثلاثہ۔

سیر کعبہ۔

منازلِ سالک المجذوبی۔

ولایت اولیاء کی منازل طے کرنے کے لیے چند شرائط۔

Marfat.com

منازلِ سلوک

سلوک کے ابتدائی منازل:

جب سالک کے لطائف منور ہو جائیں اور اس میں مزید استعداد پیدا ہو جائے تو شیخ کامل اسے سلوک کی منازل اس ترتیب سے طے کراتا ہے۔ اول، استغراق اور رابطہ کرایا جاتا ہے، پھر مراقبات ثلاثہ، پھر دوائر ثلاثہ، پھر مراقبہ اسم الظاہر والباطن، پھر سیر کعبہ، سیر صلوٰۃ اور سیر قرآن اور اس کے بعد فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی منزل آتی ہے۔

استغراق کی حقیقت:

استغراق ایک کیفیت ہے، اس کی صحیح حقیقت تو مستغرق کو ہی معلوم ہوتی ہے، مگر اتنا بیان کیا جا سکتا ہے کہ اس میں جسم کی مادی آنکھیں محو خواب ہوتی ہیں مگر قلب بیدار ہوتا ہے۔ آدمی باتیں سنتا ہے، وضو ٹوٹ جائے تو معلوم ہو جاتا ہے، جس طرح بیداری میں معلوم ہوتا ہے۔ البتہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام کے استغراق میں بڑا فرق ہے، انبیاء کا استغراق تام ہوتا ہے، ناقض وضو نہیں ہوتا اور اولیاء کا استغراق تام نہیں ہوتا، اس لیے ناقض وضو ہوتا ہے کیونکہ اس میں نیند مل جاتی ہے، علامہ شامی نے اس پر بحث کی ہے "نوم الانبیاء غیر ناقض" کہ انبیاءؑ کی نیند ناقض وضو نہیں ہوتی۔

"الاجماع علی انه ﷺ فی نواقض الوضو کالامة الاماصح من استثناء النوم ان عینی تنامان ولا ینام قلبی"۔ ۲۸

"اور اجماع امت اس پر ہے کہ نبی اکرم ﷺ نواقض وضو میں امت کے ساتھ شریک ہیں، مگر ان کی نیند نواقض سے مستثنیٰ ہے کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں مگر میرا دل نہیں سوتا"۔ (الحدیث)

انبیاء کی نیند ناقض وضو نہیں:

محدثین وفقہا کا اس بارے میں اتفاق ہے کہ نوم انبیاء ناقض وضو نہیں، چنانچہ قاضی عیاض سے شفاء میں صفحہ ۲۸۱ پر اور بحر الرائق صفحہ ۳۹ پر اس پر بحث کی ہے۔

"فان النوم مضطجعا ناقض الافی حق النبی ﷺ صرح قنیه بانه ﷺ من خصوصیاته وهذا هو المشهور فی کتب المحدثین والفقهاء"۔

"نبی کریم ﷺ کے علاوہ سب کے لیے لیٹ کر سونا ناقض وضو ہے، صاحب فتاویٰ قنیہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ نیند سے وضو کا نہ ٹوٹنا حضور ﷺ کی خصوصیات سے ہے اور محدثین اور فقہا کا مشہور مذہب یہی ہے"۔

اور فتاویٰ قنیہ ا: ۵ پر ہے:

وفی مشکل الآثار و شرح السنه ان نوم الانبیاء لیس بحدث وروی محمد عن ابی حنیفة انه نام ﷺ علی جنبه وصلی بغیر وضوء قال تنام عینای ولا ینام قلبی

Marfat.com

وھو من خصائصه ﷺ"۔

''امام طحاوی مشکل الآ ثاراور بغوی کی شرح السنہ میں ہے کہ انبیاء کا سو جانا ناقض وضو نہیں ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ سے روایت کیا کہ حضور ﷺ پہلو کے بل سو گئے اور اٹھ کر وضو کیے بغیر نماز پڑھی اور فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا قلب نہیں سوتا، اور یہ بات حضور ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے''۔

اور کتاب الآ ثار امام محمد رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۹۴۔

''عن حماد عن ابراھیم قال توضأ رسول الله ﷺ فخرج الی المسجد فوجد المؤذن قد اذن فوضع جنبه فنام حتٰی عرف منه النوم وکانت له نومته تعرف کان ینفخ اذا نام ثم قام فصلی بغیر وضوء قال ابراھیم ان النبی ﷺ لیس کغیرہ قال محمد ویقول ابراھیم ناخذما بلغنا ان النبی ﷺ قال ان عینی تنامان ولا ینام قلبی فالنبی ﷺ فی ھذا لیس کغیرہ فاما سواہ فمن وضع جنبه فنام فقد وجب علیه الوضوء وھو قول ابی حنیفة رحمه الله''۔

''حماد بیان کرتے ہیں ابراہیم سے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے وضو کیا پھر مسجد میں گئے دیکھا کہ مؤذن اذان کہہ چکا ہے آپ پہلو کے بل لیٹ گئے اور سو گئے اور آپ کا سو جانا معلوم ہو گیا، آپ کے سو جانے کی علامت یہ تھی کہ آپ خراٹے بھرتے تھے جب آپ جاگے تو اٹھ کر وضو کیے بغیر نماز پڑھی، ابراہیم کہتے ہیں کہ حضور ﷺ دوسرے لوگوں کی

Marfat.com

طرح نہیں ہیں۔امام محمد کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب وہی ہے جو ابراہیم نے بیان کیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دل نہیں سوتا پس حضور ﷺ اس نیند اور وضو کے معاملے میں دوسرے لوگوں کی طرح نہیں ہیں دوسروں میں جو پہلو کے بل سو جائے اس کے لیے وضو کرنا واجب ہے۔امام ابوحنیفہ کا قول یہی ہے اور یہی ان کا مذہب ہے''۔

ان اقتباسات سے معلوم ہوا کہ محدثین فقہا اور بالخصوص امام ابوحنیفہ کا مذہب یہی ہے کہ نیند سے نبی ﷺ کا وضو نہیں ٹوٹتا۔

''شیخ القرآن'' نے اپنی تفسیر جواہر القرآن جلد اول صفحہ ۱۲۳،۱۲۴ پر اس عنوان کے تحت تفصیل دے کر لکھا ہے کہ محدثین کرام کا مسلک یہ ہے کہ وہ ناقض وضو نہیں یہاں تک تو درست فرمایا لیکن آگے صفحہ ۱۲۵ پر فرماتے ہیں کہ یہ کوئی قانون نہیں، چنانچہ لیلۃ التعریس میں حضور ﷺ سو گئے تھے، یعنی شیخ القرآن کے اجتہاد نے محدثین کرام کے مسلمہ مذہب کو باطل قرار دیا، گویا شیخ القرآن کا مذہب یہ ہے۔

مستند ہے میرا فرمایا ہوا۔

اپنی اس قول کی تائید میں فرمایا کہ شیخ (مولانا حسین علی) کا فرمان ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں اختلاف ہے۔

روایوں میں اختلاف کا مطلب کیا ہے؟ کیا کسی راوی نے یہ بیان کیا ہے کہ نوم انبیاء ناقض وضو ہے؟ اگر ایسا ہے تو وہ حدیث پیش کریں۔

اصول یہ ہے کہ جب راویوں کے الفاظ میں اختلاف آجائے تو قدر مشترک نکالا جائے گا تو روایات کا قدر مشترک یہ ہے کہ نوم انبیاءؑ غیر ناقض ہے، خواہ کوئی راوی بعد

Marfat.com

عشاء کہے، خواہ وقت سحر کہے، یا بعد وتر کے بیان کرے، یا فجر کی سنتوں کے بعد کہے یہ بات تو سب نے کہی کہ نوم انبیاء ناقض وضو نہیں۔ پھر راویوں کے اختلاف نے آپ کے قول کو کیا تقویت دی ہے؟

جب آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ محدثین کا مذہب یہی ہے کہ نوم انبیاء غیر ناقص ہے، پھر آپ کے قول سے جمہور محدثین کے اجماعی مذہب کو کیونکر ترک کر دیا جائے؟ پھر لیلۃ التعریس کا حوالہ تو تمام محدثین فقہا اس کا جواب دے چکے ہیں کہ آفتاب مدرک قلب نہیں بلکہ مدرکات چشم سے ہے، یعنی آفتاب کا ادراک قلب کا کام نہیں، بلکہ آنکھ کا کام ہے۔ قلب تو لطیف چیزوں کو دیکھ سکتا ہے، پھر ہوسکتا ہے کہ نیند استغراق تام ہو توجہ الی باری تعالیٰ ہو اور شمس سے غفلت ہو۔ مختصر یہ شیخ القرآن کا مذہب حدیث وفقہ کے خلاف ہے محدثین کے مخالف ہے امام حماد ابراہیم، امام محمد اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے خلاف ہے۔ پھر لطف یہ کہ آپ حنفی بھی ہیں اور شیخ القرآن بھی ہیں اور باہمت اور جرأت مند ایسے کہ قول رسول ﷺ کو ٹھکرا دیں محدثین اور فقہاء کے اجماعی فیصلہ کو ٹھکرا دیں اور ان کی توحید پر اور حنفیت پر کوئی حرف نہ آئے۔

ترجمان القرآن اور حبر الامت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا مذہب ابوداؤد ا:۲۷ اور اس کی شرح بذل المجہود ا:۱۲۵ میں بیان ہوا ہے۔

"قال ابن عباسؓ کان النبی ﷺ محفوظا من ان یخرج منه حدث ولم یشعربه عن عائشہؓ تنام عیناہ ولاینام قلبه ای ھذا من خصائص الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام و قلب المصطفیٰ فانه اکرام له لئلا یخلو وقته

Marfat.com

من معارف الالٰهیة والمصالح الدینیه"۔

"حضور اکرم ﷺ اس امر سے محفوظ تھے کہ آپ کے اندر سے ریح خارج ہو اور آپ کو معلوم نہ ہو سکے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی آنکھیں سو جاتی تھیں اور قلب پر نیند یا غفلت نہ آتی تھی اور نیند میں وضو نہیں ٹوٹتا تھا یہ بات انبیاء علیہم السلام کی خصوصیات سے ہے اور حضور ﷺ کے قلب کی خصوصیات سے ہے تاکہ حضور ﷺ کے قلب پر کوئی ایسا وقت نہ گزرے کہ معارف الٰہیہ اور مصالح دینیہ کے حصول سے غافل ہو"۔

اس روایت سے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا مذہب واضح ہے کہ نوم انبیاء ناقض وضو نہیں۔ رہا لیلۃ التعریس کا سوال تو اس کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ:

"وقیل انه کان فی وقت ینام قلبه وفی وقت لاینام فصارت الوادی نومه والصواب الاول"۔

"کہا گیا ہے کہ کسی وقت حضور ﷺ کا قلب غافل ہو جاتا اور کسی وقت غافل نہیں ہوتا۔ اس میں نیند آ گئی، اور صحیح بات بات اول ہی ہے (انبیاء کے قلب پر غفلت نہیں آتی)۔

اصل بات تو وہی کہ والصواب الاول یعنی بات صحیح یہی ہے کہ انبیاء کے قلب پر غفلت نہیں آتی، مگر پہلی بات بھی آخر کہی تو گئی ہے، مگر دیکھنا یہ ہے کہ "قیل" کا قائل کون ہے، اگر قائل کا پتہ ہی نہیں تو اس کی بات کو حجت قرار دینا کون سی دانش مندی ہے۔

حدیث تنام عینای ولا ینام قلبی بخاری ۱: ۲۲ پر اور صفحہ ۹۷ پر اور صفحہ ۱۱۹ پر اور صفحہ ۲۵۴ پر بھی موجود ہے، اسی طرح مسلم شریف میں بھی موجود ہے اور

خصائص کبریٰ ا: ۲۷ اپر متعدد احادیث مذکورہ ہیں:

1- اخرج الشیخان عن عائشہ قالت قال النبی ﷺ تنام عینی ولا ینام قلبی۔

2- اخرج ابو نعیم ان ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ تنام عینی ولا ینام قلبی۔

3- واخرج الشیخان عن انس ابن مالك قال قال رسول اللہ ﷺ الانبیاء ینام اعینهم ولا تنام قلوبهم۔

4- واخرج ابن سعد عن عطا عن النبی ﷺ قال انا معشر الانبیاء وینام اعینهم تنام اعیننا ولا تنام قلوبنا۔

5- وعن الحسن مرفوعا تنام عینای ولا ینام قلبی۔

6- واخرج ابو نعیم عن جابر ابن عبداللہ ان النبی ﷺ کان تنام عیناہ ولا ینام قلبه۔

7- واخرج ابو نعیم عن ابن عباس الخ الی ان قال ان هذا النبی تنام عیناہ ولا ینام قلبه۔

8- واخرج الحاکم وصححه عن انس قال کان النبی ﷺ تنام عیناہ ولاینام قلبه۔

جمہور اہل اسلام کا عقیدہ یہی ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں پر نیند طاری ہوتی ہے، مگر ان کے قلب پر غفلت طاری نہیں ہوتی۔ یہی عقیدہ حضور ﷺ نے تمام صحابہؓ کو سکھایا، جیسا کہ حضرت عائشہؓ، ابن عباسؓ، انس بن مالکؓ، ابوہریرہؓ اور امام حسن بصری، امام بخاری، امام مسلم، محدث حاکم، محدث ابونعیم اور ابوداؤد اور امام نووی، امام سیوطی، قاضی عیاض عطا خراسانی اور امام محمد اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا

Marfat.com

مذہب یہی ہے۔ اس کے علاوہ بحر الرائق فتاویٰ شامی اور فتاویٰ قنیہ میں یہی عقیدہ ہے اور ملا علی قاری کا یہی عقیدہ ہے اور سابقہ امتوں کا بھی یہی عقیدہ چلا آیا ہے جیسا کہ خصائص کبریٰ ۱: ۹ے۱ پر تفصیل موجود ہے۔

اس عظیم جماعت کے مقابلے میں ''شیخ القرآن'' کا مذہب ہے جو جمہور کے مخالف ہے اور اس کی بناء تو شیخ القرآن کی ذاتی رائے پر ہے یا ''قیل'' پر ہے جس کا قائل نہ تو روایت میں بیان ہوا ہے نہ شیخ القرآن نے نشاندہی فرمائی اور اس نامعلوم شخص کی بات پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھ دی۔

نوم انبیاء وحی ہے:

''قال تعالٰی قال یا بنیی انی اری فی المنام انی اذبحك فانظر ماذا تری قال یا ابت افعل ماتؤمر''۔ (الصٰفٰت)

''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ برخوردار میں خواب دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں، سوتم سوچ لو، تمہاری کیا رائے ہے۔ وہ بولے ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ کیجیے''۔

''کان رسول اللہ ﷺ اذا نام لم یوقظ حتی یکون ھو یستیقظ لاندری مایحدث لہ فی نومہ''۔ ۲۹

''نبی کریم ﷺ جب نیند میں ہوتے تو آپ کو جگایا نہیں جاتا تھا، جب تک خود بیدار نہیں ہوتے، کیونکہ ہم نہیں جانتے تھے کہ نیند میں آپ پر کیا کچھ نازل ہو رہا ہے''۔

ابن کثیر اور بخاری میں ہے کہ:

قال ابن ابی عمیر رؤیا الانبیاء وحی

Marfat.com

''ابن ابی عمیر جلیل القدر تابعی فرماتے ہیں کہ انبیاء کا خواب وحی ہوتا ہے''۔

علامہ سہیلی لکھتے ہیں:

"حتی اتوه لیلة اخری فیما یری قلبه و تنام عینه ولا ینام قلبه و کذالك الانبیاء تنام اعینهم ولا تنام قلوبهم"۔ ۳۰

''ملائکہ کرام رسول اکرم ﷺ کے پاس رات کو سوتے میں آئے، اس حالت میں کہ حضور ﷺ کا قلب بیدار تھا، اور آنکھیں سو رہی تھیں اور دل نہیں سو رہا تھا اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی آنکھیں سو رہی ہوتی ہیں اور قلب بیدار ہوتا ہے''۔

اور فتح الباری میں ہے کہ:

"قال الخطابی وانما منع قلبه من النوم لیعی الوحی الذی یاتیه فی المنام"۔ ۳۱

''خطابی فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کے قلب کو نیند سے روکا گیا ہے، تاکہ اس وحی کو یاد رکھیں جو نیند میں نازل ہوتی ہے''۔

"وعن ابی هریرة ان رسول الله قال بینما انا نائم رایت فی یدی سوادین من ذهب فاهمنی شانهما فا وحی فی المنام ان انفخهما"۔ ۳۲

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا میں نے دیکھا کہ میرے ہاتھ میں سونے کے کنگن ہیں''۔

"سوادین من ذهب فاهمنی شانهما فاوحی فی المنام ان انفخهما"۔

''مجھے ان کی وجہ سے رنج ہوا، پس میری طرف وحی کی گئی کہ انہیں

Marfat.com

پھینک دے"۔

قال ابن عباس رؤیا الانبیاء وحی۔ ۳۳

"ابن عباس نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے"۔

"ان الوحی یاتی الانبیاء من اللہ بقاظا ومناما"۔ ۳۴

"اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کی طرف خواب اور بیداری میں وحی آتی ہے"۔

فائدہ: نص قرآن سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا یہ عقیدہ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔ حدیث وآثار سے صحابہؓ کا یہی عقیدہ ثابت ہوتا ہے، تابعین رحمۃ اللہ علیہم کا بھی یہی عقیدہ تھا، فقہائے امت رحمۃ اللہ علیہم کا یہی عقیدہ تھا، جیسا کہ شامی میں آچکا ہے، بلکہ ساری امت کا یہی عقیدہ ہے جیسا روض الانف کی عبارت میں لفظ "کذالك" سے متبادر ہوتا ہے۔

سوال: لیلۃ التعریس میں حضور ﷺ کی نماز فوت ہوگئی اگر نوم انبیاء علیہم السلام میں قلوب غافل نہ ہوتے تو وقت نماز اور وقت طلوع شمس معلوم کر لیتے۔

الجواب: آفتاب چشم ظاہری کے مدرکات سے ہے، تعطل چشم سے اس کے مدرکات میں بھی تعطل آ گیا۔ قلب کے مدرکات سے نہیں، یہ سوال ہی جاہلانہ ہے۔

استغراق میں قلب ماسوائے اللہ سے منقطع ہو جاتا ہے اور انوار وتجلیات میں مستغرق ہو جاتا ہے۔

سوال: حدیث لیلۃ التعریس میں نبی کریم ﷺ اور صحابہؓ کی غفلت کا سبب نیند ہی بیان کیا گیا ہے۔ استغراق نہیں اور استغراق کا ذکر حدیث میں نہیں ہے۔

Marfat.com

الجواب: اثر سے موثر پر استدلال غلط ہے نماز سے غفلت ایک اثر ہے مگر ممکن ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا موثر غفلت استغراق ہو جس کا قرینہ دوسری حدیثیں ہیں اور صحابہؓ کا سبب موثر نیند ہے۔

سوال: اگر قلب کی غفلت تسلیم نہ کی جائے تو خدا سے شرکت لازم آتی ہے۔

"لاتاخذہ سنة ولا نوم"۔

الجواب: قرآن مجید سے ثابت ہے کہ ملائکہ کو نیند نہیں آتی ۳۵ اور شیطان کو بھی نیند نہیں آتی۔ دیکھئے احیاء العلوم جلد ۲۱، صاحب! یہ اوصاف سلبیہ ہیں، اور اوصاف سلبیہ میں شرک کہاں؟ آنکھیں خود حادث ہیں اور حادث مسبوق بالعدم کو خالق کل سے کیا نسبت؟

حدیث میں استغراق کے مذکور نہ ہونے کی وجہ سے رسول اکرم ﷺ کی نیند کو سبب غفلت نہیں قرار دیا جا سکتا، کیونکہ حدیث شریف میں غفلت نومی کو بوجہ شیطان بیان کیا گیا ہے، کیا رسول اکرم ﷺ کی غفلت نماز کا سبب نیند ہو سکتی ہے؟ نیز کسی امر کے نص میں مسکوت عنہ ہونے سے اس کا دعویٰ کرنا نص کے مخالف نہیں ہوتا۔

مراقبات کی حقیقت:

مراقبہ احدیت کا مفہوم اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے مقابلے میں تمام عالم معدوم ہے۔

پناہ بلندی و پستی توئی
ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی

مراقبہ معیت میں سوچے کہ ہر جگہ ذات باری تعالیٰ حاضر و ناظر ہے، صرف باعتبار علم کے نہیں بلکہ باعتبار ذات کے میرے ساتھ ہے، اس کی ہیبت اپنے قلب پر طاری رکھے۔

Marfat.com

مراقبہ اقربیت میں قرب ذات کے وجود کا خیال رکھے کہ وہ باعتبار ذات کے قریب اور باعتبار وجدان کے بعید ہے۔

دوائر ثلاثہ:

ان مراقبات میں اس کی مشق کرائی جاتی ہے کہ غیر اللہ کی محبت دل سے دور کر دے وہ ذات محبت اختیاری میں غیر کی شرکت پسند نہیں کرتی کیونکہ یہ شرک فی المحبت ہے۔ ۳۶

سیر کعبہ:

اس مراقبہ میں یہ احتیاط ہوتی ہے کہ سالک یہ خیال نہ کرے کہ ان پتھروں کا مراقبہ کر رہا ہوں، کعبہ کی حقیقت تو کچھ اور ہی ہے۔

"والبيت عبارة من لطيفة ربانية في بعد موهوم مهبط التجليات الذاتيه فمخصة به صورة كعبة مع كونها من عالم الخلق امر مبطن لايدركه حس ولا خيال بل هو مع كونه من محسوسات ليس بمحسوس و كونه في جهة ليس له جهة فتمثل ولا مثل له هذا شان الكعبة وحقيقة الكعبة"۔ ۳۷

''بیت اللہ عبارت ہے لطیفہ ربانیہ سے جو بعد موہوم ہے جو مہبط تجلیات ذاتیہ ہے جو اسی سے مختص ہیں، پس صورت کعبہ کی باوجودیکہ عالم خلق سے ہے باطن ہے جس کو حس اور خیال نہیں سمجھ سکتے محسوسات میں سے ہے مگر محسوس نہیں اور جہت میں ہے مگر اس کے لیے جہت نہیں اور وہ متمثل ہے مگر اس کی مثال نہیں یہ ہے شان کعبہ کی اور یہ ہے حقیقت بیت اللہ کی''۔

جب یہ مراقبہ راسخ ہو جاتا ہے تو استعداد کے بعد سالک کو کعبہ، ملائکہ بیت العزۃ اور بیت المعمور کا مراقبہ کرایا جاتا ہے اور تجلیات انوار الٰہی کعبہ سے لے کر عرش تک نظر آتی ہیں۔

Marfat.com

منازل سالک المجذوبی:

اس کے بعد مراقبہ فناء و بقاء کرایا جاتا ہے اس کے بعد سالک المجذوبی کے منازل طے کرائے جاتے ہیں خیال رہے کہ سالک المجذوب اور مجذوب سالک میں بڑا فرق ہے، سالک المجذوب متبع شریعت ہوتا ہے اور مجذوب سالک ظاہراً متبع شریعت نہیں ہوتا اس کے قوی باطنی جل چکے ہوتے ہیں، اس کی مثال ایسی ہے، جیسے کسی نابینا کو یا بینا کو اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر موٹر میں بٹھا کر پشاور سے لاہور لے جائیں، پھر اس سے راستے کی تفصیلات یا نشان راہ پوچھے جائیں تو وہ کچھ نہ بتا سکے گا، اس لیے مجذوب سالک سے کسی کو فیض نہیں مل سکتا۔ کیونکہ راستہ سے واقف ہی نہیں ہوتا، مگر سالک المجذوب منازل طے کر کے جاتا ہے اسے راستے کی تفصیلات معلوم ہوتی ہیں، یہ منازل بہت اونچے ہیں مگر عوام جہلا تو ہر مجنوں اور پاگل کو مجذوب ہی خیال کرتے ہیں اور کامل واکمل ولی اللہ سمجھتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے بعض عجیب باتیں صادر ہوتی ہیں، حالانکہ ایسی باتیں مجنون سے بھی صادر ہو سکتی ہیں، کیونکہ اسے یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ شرح اسباب میں موجود ہے کہ مجنون کو یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے ایسے آدمی کے متعلق احتیاط لازم ہے نہ اسے برا کہا جائے اور نہ ولی اللہ سمجھ لیا جائے۔ قرآنِ کریم نے اصول بتایا ہے **ولا تقف مالیس لک بہ علم** اس لیے مجذوب نما آدمی کے بارے میں توقف مطابق قرآن ہوگا۔ اگر عارفین میں سے کوئی صاحب نظر بتا دے کہ وہ بدکار ہے تو مردود سمجھا جائے، کامل واکمل تصور کر کے شریعت کی توہین نہ کی جائے۔

اس سے آگے سلوک کی منازل ماوراء الورا ہیں۔ گویا باقی سلسلوں میں سالک المجذوب منتہی ہوتا ہے مگر ہمارے سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں سالک المجذوب مبتدی ہوتا ہے۔ ولایت صغریٰ یعنی ولایت اولیاء کی انتہاء، مقام تسلیم ہے، اس سے

Marfat.com

آگے ولایت انبیاء علیہم السلام شروع ہوتی ہے جسے ولایت کبریٰ کہتے ہیں۔ ہم ولایت کے منازل کی تفصیل بیان کر دیتے، اور ہر مقام کی نشان دہی بھی کرتے، مگر ایک قابل ہستی نے ایسا نہ کرنے کا مشورہ دیا، وہ بات دل میں بیٹھ گئی کہ اس تحریر سے فائدہ اٹھا کر کوئی جھوٹا مدعی ولایت مقامات کا نام بتا کر اور اپنی ولایت کا سکہ جما کر اللہ کے بندوں کو گمراہ کرتا رہے گا۔

ہاں اتنا اشارہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو ولایت اولیاء کے منازل انتہا تک طے ہو سکتے ہیں اور کرائے جا سکتے ہیں، مگر چونکہ اس کی انتہا عالم امر اور عالم حیرت میں جا کر ہوتی ہے، اس لیے مدت درکار ہے اور ولایت انبیاء کی انتہاء نہ کسی ولی کو بتائی گئی ہے نہ معلوم ہو سکتی ہے۔

ولایت اولیاء کے منازل طے کرنے کیلئے چند شرائط:

ان منازل و مقامات کے طے کرنے کے لیے پانچ شرائط ہیں:

1- شیخ کامل و اکمل اور صاحب تصرف ہو جو توجہ دے کر سالک کو اس راہ پر چلاتا جائے مگر اس کے لیے کافی عرصہ تک دوام محبت شیخ لازمی ہے، گاہے گاہے توجہ اور صحبت شیخ سے تو ولایت صغریٰ کے منازل طے ہونے سے رہے۔

2- کسی کامل کی روح سے رابطہ پیدا ہو جائے لیکن یہ مبتدی کا کام نہیں۔ البتہ بعض منازل طے ہونے کے بعد ایسا ہو سکتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کامل کے مزار پر جا کر اس کی روح سے رابطہ قائم کر کے فیض حاصل کرے، اس کے لیے بھی مسلسل کافی عرصہ تک محنت کرنے کی ضرورت ہے جس طرح زندہ شیخ کی صورت میں مسلسل توجہ لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔

Marfat.com

3- قبر پر جانے کی بجائے روحانی طور پر رابطہ قائم کر کے فیض حاصل کرے۔

نوٹ: فیض سے مراد وہ روحانی تربیت ہے جو اہل اللہ سے حاصل کی جاتی ہے، جہلا والا فیض نہیں کہ قبروں کا طواف کرتے رہیں قبروں پر سجدے کرتے رہیں، یا ندا غائبانہ کرتے رہیں اور انہیں حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے رہیں۔

4- شیخ زبردست جذبے کا مالک ہو مقناطیسی قوت رکھتا ہو، اس کے انوار میں اتنی طاقت ہو کہ سالک کی روح کو اپنے انوار کے ذریعے کھینچ کر لے جائے اور توجہ غیبی سے روحانی طور پر سالک کی تربیت کر سکے۔

5- سالک اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے درمیان نسبت پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے سالک کو اس طرح فیض ملے جیسے انبیاء علیہم السلام کو براہِ راست فیض ملتا ہے فرق اتنا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہوتا مگر ولی اللہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اتباع نبوی ﷺ کا واسطہ ہوگا۔ یعنی اسے یہ فیض بواسطہ نبی کریم ﷺ ملے گا۔ اور حضور ﷺ کی جوتیوں کے صدقے فیض حاصل کرے گا۔

- آخری دو شعبوں میں جن حضرات کا ذکر کیا گیا ہے، اس قسم کے آدمی صدیوں کے بعد کہیں پیدا ہوتے ہیں۔ جس طرح انبیاء علیہم السلام تو عام آتے رہے مگر اولوالعزم رسول قلیل بلکہ اقل۔ اسی طرح ایسے آدمی بھی بہت کم ہوتے ہیں۔ ایسے آدمی غوث، قیوم، فرد یا قطب وحدت ہوتے ہیں ان کے بلند مناسب کی وجہ سے ان کی توجہ اور فیض رسانی میں بڑا فرق ہے، قیوم کی ایک توجہ غوث کی سو توجہ کے برابر ہوتی ہے اور اسی طرح سے سلسلہ آگے چلتا ہے۔ قیوم، فرد اور قطب وحدت دراصل اولوالعزم رسولوں کے مناصب ہیں، ان تینوں کی شان اولیاء میں اس طرح ہوتی ہے جس طرح انبیاء

Marfat.com

کرام میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہے۔

ان انتہائی بلند منازل سلوک میں سب سے اونچا درجہ صدیقیت ہے، ان کی ترتیب یوں ہے غوث، قیوم، فرد، قطب وحدت اور صدیق ان منصب پر صحابہ کرامؓ تو کافی تعداد میں تھے، مگر بعد میں بہت ہی قلیل لوگوں کو یہ مناصب عطاء ہوئے، مگر خیال رہے کہ ان مناصب میں بظاہر برابری کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہم پلہ کوئی نہیں ہوسکتا۔ ان کی فضیلت نص سے ثابت ہے۔

قطب وحدت میں تین امتیازی خصوصیات ہوتی ہیں:

1- اگر کوئی آدمی رات دن مسلسل اس کی صحبت میں رہے تو القاء کیے بغیر اس کے لطائف منور ہوجاتے ہیں، بلکہ منازل سلوک بھی شروع ہوجاتے ہیں۔

2- اس کا کوئی تربیت یافتہ اس کی اجازت کے بغیر اگر کسی کو لطائف کرانا شروع کر دے تو دوسرے آدمی کے لطائف منور ہوجاتے ہیں، بلکہ صرف لطائف والا شاگرد بھی کسی کو تربیت شروع کردے تو اسے ضرور فائدہ پہنچتا ہے۔

3- وہ اپنے شاگردوں کو توجہ غیبی سے فیض دیتا ہے، اور منازل بدستور طے ہوتے رہتے ہیں، مگر مبتدی شاگرد کے لیے یہ حکم نہیں۔

صدیق اور نبی علیہ السلام میں اتنا قریبی اتصال ہے کہ جہاں صدیقیت ختم ہوتی ہے، وہاں سے نبوت شروع ہوتی ہے۔

کما قال اللہ تعالیٰ ومن یطع اللہ والرسول فاولئك مع

Marfat.com

الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین۔ اور

واذکر فی الکتاب ابراھیم انہ کان صدیقا نبیا۔

''اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے، جن پر اللہ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء علیہم السلام اور صدیقین''۔ اور

''اس کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیجیے وہ صدیق اور نبی تھے''۔

صدیقیت سے بلندتر ولایت کا کوئی مرتبہ نہیں، اس کے بعد منازل نبوت شروع ہوتے ہیں۔ جن میں کسی ولی کا عارضی طور پر داخل ہونا تو ممکن ہے، جیسے کوئی معمولی خادم بادشاہ کے حکم سے شاہی محل میں کسی خدمت کے لیے چلا جائے یا جیسے جنت میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ غیر انبیاء جائیں گے جیسے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ جنت میں ازواج مطہرات کا جانا ہے۔ مگر مستقل مقام اور مستقر کے طور پر ان منازل میں جانا کسی ولی کے لیے ممکن نہیں ان منازل کی تفصیل یہ ہے:

دائرۃ قرب نبوت، قرب رسالت، قرب الوالعزمی، قرب محمدی، وصال محمدی، قرب الٰہی، رضائے الٰہی، قرب رحمت، بحر رحمت، خزانہ رحمت، منبع رحمت اور حجابات الوہت۔ ان حجابات کو طے کرنے کے لیے عمر نوح بھی ناکافی ہے حجابات کے بعد بھی غالباً اور منازل سلوک ہوں گے مگر ابھی تک علم نہیں ہوا۔ ممکن ہے اس گنہگار پر اللہ تعالیٰ اپنا خاص فضل فرما کر آگے منازل بھی طے کرا دے وہ قادر کریم ہے اس کی رحمت سے کوئی بعید نہیں۔

ان منازل کے طے کرنے کے تین ہی طریقے ہیں:

Marfat.com

اول: یہ کہ عارف کی تربیت روح پر فتوح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود فرمائیں۔

دوم: یہ کہ اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے براہ راست اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات سے فیض ملے۔

سوم: یہ کہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا فیض ربی سے تربیت مل رہی ہو اس کی تربیت میں رہ کر کامل بن کر اس کی ''غیبی توجہ'' سے فیض حاصل کرے، مگر مستقل مقام اور مستقر کے طور پر ان منازل میں جانا کسی ولی کے لیے ممکن نہیں۔

''کلامنا اشارات وبشارات و اسرار و کنوز و رموز لانصیب لاکثر فیها الا ان یؤمنوا بها بحسن الظن فینتج ایمانهم ثمرات تضع لهم ولا یؤمن بها الآمن آمن بقدرة القادر وبحکمته الحکیم''۔

''ہماری باتیں حقیقت کی طرف اشارے ہیں بشارتیں ہیں اور اسرار ہیں ان سے فائدہ صرف وہی اٹھا سکتا ہے جو حسن ظن کے ساتھ ان پر یقین رکھے، صرف اسی صورت میں اس کا یقین نتیجہ خیز ہو سکتا ہے اور ان پر یقین وہی رکھ سکتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی حکمت پر ایمان ہو''۔

☆☆☆

Marfat.com

۹

ولایت انبیاء علیہم السلام

Marfat.com

ولایت انبیاء علیہم السلام

انسانی نسل کے وجود کا باعث اور زمین کی آبادی کا سبب حضرت آدم علیہ السلام کا وجود مسعود ہے اور محبت اور محبوبیت کا سبب بھی ان کا وجود ہے۔ کما قال تعالیٰ انی جاعل فی الارض خلیفۃ اس بناء پر رب العالمین نے دائرہ محبت کا صدر نشین بھی انہی کو بنایا۔ ولایت انبیاء علیہم السلام کے کئی دائرے اور بھی ہیں۔ ولایت عیسوی، ولایت موسوی اور ولایت محمدی ﷺ کے دائرے ان کے علاوہ مقام تکلمی اور دائرہ ولایت ابراہیمی علیہ السلام بھی ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو طرح طرح کی آزمائشوں میں ڈالا گیا، وہ ہر امتحان میں پورے اترے، اس لیے رب العالمین نے انہیں اپنا خلیل بنایا۔ ان کی ولایت کے دائرہ کا نام مقام خلہ ہے۔ جس طرح بادشاہ کے مقربین خاص ہوتے ہیں جن سے راز و نیاز کی باتیں کی جاتی ہیں۔ خفیہ اسرار بتائے جاتے ہیں، یہ کلیم اللہ ہیں جن سے راز و نیاز کی باتیں ہوئیں ان کی ولایت کا دائرہ کا نام محبیت ہے۔ پھر رأس و رئیس المحبوبین حضرت محمد ﷺ ہیں، ان کی ولایت کے دائرہ کا نام دائرہ محبوبیت ہے اور دائرہ حب صرفہ۔ حب صرفہ کے بعد مقام رضا ہے، جس کے متعلق امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"انہ ینبغی مجاوزتھا والوصول الی مقام الرضاء الذی ھو

Marfat.com

نهاية مقامات السلوك والجذبة وهو عزيز جدا لايصل اليه الا واحد من الالف"۔ (روح المعانی ۱۶: ۲)

''شان یہ ہے کہ کشف وکرامت سے آگے قدم رکھا جائے اور مقام رضا کو حاصل کیا جائے جو مقامات سلوک وجذبہ کی انتہا ہے اور اس کا حصول بہت ہی مشکل ہے، ہزاروں اولیاء میں سے کوئی ایک اس مقام تک پہنچتا ہے''۔

بعض صوفیا کرام کا خیال ہے جیسا امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ ولایت انبیاء علیہم السلام مقام رضا پر منتہی ہوتی ہے، مگر مقام رضا کے آگے دائرہ کمالات نبوت، پھر دائرہ کمالات رسالت اور دائرہ کمالات اولالعزمی ہیں اور اس پر تمام محققین کا اتفاق ہے کہ یہ دائرے مقام رضا کے بعد آتے ہیں۔ پھر مقام رضا کو انتہا کیوں کر کہا جائے گا ان تمام دائروں کے مراقبات میں اصل مقصود مراقبہ ذات باری تعالیٰ کا ہے اور اس کی ذات کے فیض کا انتظار ہے۔ پس کمالات نبوت ورسالت اور کمالات اولوالعزمی کا منشاء وہی ذات ہے مگر حیثیت بدلتی ہے اور باعتبار حیثیت کے یہ مراقبات اور ان کی کیفیات بدلتی ہیں، مثلاً اس حیثیت سے کہ وہ ذات منشاء ہے۔ جمیع قربات یعنی مسجودیت وغیرہ کا یہ دائرہ حقیقت صلوٰۃ کا ہے اور اس حیثیت سے کہ وہ ذات تمام نقائص تمام احتیاجات اور تمام رذائل سے مبرا اور منزہ ہے، یہ دائرہ حقیقت صوم کا ہے اور اس حیثیت سے کہ وہ جمیع خلائق کا مسجود ومعبود ہے اسے دائرہ حقیقت کعبہ کہتے ہیں اور اس حیثیت سے کہ وہ ذات منشاء ہے کتب سماوی کا اور ذات واسع بے کیف وبے جہت ہے، اس کو دائرہ حقیقت قرآن کہتے ہیں۔ قرآن مجید ذات

Marfat.com

واسع بے کیف کا مظہر ہے، دائرہ حقیقت صوم کے علاوہ باقی تینوں دائرے حقیقت الٰہیہ ہیں اس کو سیر الی حقائق اللہ کہا جاتا ہے، یہ تمام دائرے مقام رضا سے آگے ہیں ان کے بعد دائرہ قیومیت، اس کے بعد دائرہ افرادیت، پھر دائرہ قطب وحدت اور اس کے بعد دائرہ صدیقیت ہے جو سلوک کی انتہا ہے۔ مقام احدیت سے لے کر دائرہ اولوالعزمی تک نصف سلوک ہے اور باقی نصف اس کے بعد ہے، جب یہ سننے میں آتا ہے کہ فلاں ولی اللہ نے فلاں خلیفہ صاحب نے پورا سلوک طے کیا ہوا ہے تو حیرت ہوتی ہے کسی عارف نے فنا بقا تک منازل طے کر لیے یہ بھی بڑی بات ہے ذالك فضل الله یوتیه من یشاء حالانکہ مقام فنا بقا سلوک کی بالکل ابتدا ہے، اور اولیاء اللہ کے تمام کمالات بمقابلہ ولایت نبوت کے مثل مشک کی رطوبت کے ہیں، جیسے مشک پانی سے بھری ہوئی ہو اور اس کی بیرونی سطح پر رطوبت ظاہر ہو رہی ہو۔ پھر یہ کمالات جو بمنزلہ رطوبت کے ہیں صرف مدرسہ تقویٰ میں معلم متقی سے حاصل کیے جا سکتے ہیں تمام علوم ظاہری محبت دنیا کے ساتھ جمع ہو سکتے ہیں، مگر علوم صوفیا اور محبت دنیا کا ایک جگہ ہونا اجتماع نقیضین کا حکم رکھتا ہے۔

"ان العلوم كلها لا يبعد تحصيلها مع محبة الدنيا والا خلال بحقائق التقوى وربما كانت محبة الدنيا عونا على اكتسابها و علوم هٰؤلاء القوم يعنى الصوفية لاتحصل بمحبة الدنيا ولاتنكشف الا بجانبة الهوى ولاتندرس الا فى مدرسة التقوىٰ قال الله تعالىٰ واتقو الله يعلمكم"۔ ۳۸

''تمام علوم محبت دنیا کے ساتھ حاصل ہو سکتے ہیں بلکہ اکثر محبت دنیا ان

Marfat.com

کے حصول میں معاون ہوتی ہے سوائے علوم صوفیا کے یہ علوم محبت دنیا کے
ساتھ حاصل نہیں ہو سکتے۔ ان کا حصول خواہش نفس کے دور ہونے پر
موقوف ہے، اوران علوم صوفیا کی تعلیم مدرسہ تقویٰ میں دی جاتی ہے۔اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے کہ تقوے اختیار کرو وہ تمہیں علم عطا فرمادے گا''۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تصوف وسلوک محض شجرہ خوانی، ٹوپی اوڑھنے، خرقہ پہننے، لمبی تسبیح ہاتھ میں رکھنے، عرس منانے، قوالی سننے، وجد وتواجد اور ناچنے کودنے سے حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اس کے حصول کے لیے دوسری شرطیں ہیں، جن میں سے سرفہرست اتباع شریعت ہے۔ جس کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ توحید کا عقیدہ دل میں راسخ ہواور اتباع سنت نبوی ﷺ اس کامل درجے کا ہو کہ اس میں بدعت کو مطلق دخل نہ ہو، شرک و بدعت کی ہوا بھی مانع فیض ہے پھر شیخ کامل سے تعلق اور اس سے دلی عقیدت ضروری ہے، اس کی مخالفت مانع فیض ہے، اس پر قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام شاہد ہے، پھر پورے خلوص سے ذکر الٰہی کی کثرت اور مجاہدہ وریاضت۔ ان شرائط کے ساتھ منازل سلوک دس بیس سال میں طے ہو سکتے ہیں بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کو ایسا منظور ہو۔ تصوف تعلق مع اللہ اور اخذ حقائق کا نام ہے اور اس کا حصول ایسے اخلاص مع اللہ پر منحصر ہے جس میں مخلوق سے کسی قسم کی امید کی آمیزش نہ ہو۔

ولایت علیا جو ولایت انبیاء علیہم السلام ہے، ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جن کو انبیاء علیہم السلام سے ظاہری اور باطنی مناسبت ہو، ظاہری مناسبت یہ ہے کہ کامل اتباع شریعت ہو۔ احکام ظاہری کی بجا آوری میں ہرگز سستی نہ ہو۔ اتباع سنت میں قدم

Marfat.com

راسخ ہو۔ شریعت حقہ سے بے التفاتی اور تصوف وسلوک کا آپس میں کوئی رشتہ نہیں اور مناسبت باطنی یہ ہے کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام کے قلوب منور ہیں اور ملائکہ کے وجود منور ہیں اسی طرح عارف کا باطن بھی منور ہو، دل میں استمرار کبیرہ وصغیرہ کو جگہ نہ دے، ولی اللہ معصوم نہیں ہوتا۔ عصمت تو انبیاء علیہم السلام کا خاصا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہو تو محفوظ ہو سکتا ہے، یہ ضروری نہیں کہ کاروبار ترک کر دے بلکہ:

"کن ظاهر اجسمانیا وفی الباطن روحانیا قال تعالٰی

رجال لاتلهیهم تجارة ولا بیع عن ذکر الله"۔

"گویا اللہ کے بندوں کو تجارت اور بیع وشری اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتی"۔

پس ذکر الٰہی کے لیے ترکِ دنیا ضروری نہیں، ہاں یہ ضروری ہے کہ غیر اللہ کی محبت دل میں بسنے نہ پائے۔

ہم نے مقصد اور ذریعہ حصول مقصد کی نشان دہی کر دی ہے، صرف کتب ورسائل تصوف سے تزکیۂ باطن نہیں ہو سکتا۔ اس دولت کا ملنا شیخ کامل کی صحبت اور القاء و انعکاس کے بغیر محال ہے۔ رسائل تصوف اور کتب تصوف کی اشاعت کا رجحان واقعی بڑھ گیا ہے۔ مگر ان اداروں سے صرف الفاظ ملتے ہیں، معانی ناپید ہیں ؎

کورس تو لفظ ہی سکھاتے ہیں
آدمی آدمی بناتے ہیں
جستجو ہم کو آدمی کی ہے
وہ کتابیں عبث منگاتے ہیں

(اکبر الٰہ آبادی)

Marfat.com

١٠

مناصب اولیاء اللہ

صوفیاء کی اصطلاحات احادیث سے ماخوذ ہیں

Marfat.com

مناصب اولیاء اللہ

صوفیاء کی اصطلاحات احادیث سے ماخوذ ہیں:

اولیاء اللہ کے مختلف مناصب کے متعلق عام ذہنوں میں جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اور جن کے خلاف ''بدعت'' کا نام لے کر نفرت پھیلائی جاتی ہے انہیں دور کرنے کے لیے ذخیرہ احادیث میں سے چند شواہد پیش کیے جاتے ہیں دوسرے باب میں ان مناصب پر تفصیلی بحث ہوگی۔

۱۔ "ذکر ابو نعیم فی الحلیة خیار امتی کل قرن خمسمائة والا بدال اربعون فلا الخمسمائة ینقصون ولا الابدال کلمامات رجل ابدل الله مکانه من الخمسمائة وادخله فی اربعین مکانه"۔

''ابونعیم نے حلیہ میں ذکر کیا ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ہر زمانہ میں پانچ سو خیار ہوں گے اور چالیس ابدال، ان دونوں میں کمی نہ ہوگی ان میں سے جو فوت ہوگا، ان پانچ سو میں سے اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے شخص کو ان چالیس میں داخل کردے گا''۔

۲۔ "ومنها حدیث احمد، الابدال فی هذه الامة ثلاثون رجلا قلوبهم علی قلب ابراهیم خلیل الرحمن کلما مات منهم رجل ابدال الله مکانه رجلا"۔

''امام احمد کی حدیث۔ اس امت میں ابدال تیس ہوں گے جن کے قلوب

Marfat.com

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے قلوب پر ہوں گے، ان میں سے جو فوت ہوگا اللہ اس کی جگہ دوسرا بدل دے گا''۔

۳۔ "ومنها حديث الطبراني، ان الابدال في امتي ثلاثون بهم تقوم الارض وبهم يمطرون وبهم ينصرون"۔

''حدیث طبرانی: میری امت میں تیس ابدال ہوں گے، ان کے سبب سے زمین قائم رہے گی۔ ان کی وجہ سے بارش کی جائے گی اور ان کی وجہ سے مدد دی جائے گی''۔

۴۔ "ومنها حديث ابن عساكر، ان الابدال بالشام يكونون وهم اربعون رجلابهم تسقون الغيث وبهم تنصرون على اعدائكم يصرف بهم عن اهل الارض البلاء والغراق"۔

''ابدال شام میں ہوتے ہیں اور چالیس مرد ہیں، ان کے سبب سے تمہیں بارش دی جاتی ہے اور ان کی وجہ سے دشمنوں پر فتح دی جاتی ہے اور ان کے سبب سے اہل زمین سے تکالیف اور مصائب دور کیے جاتے ہیں''۔

۵۔ "ومنها حديث طبراني۔ ان الابدال في اهل الشام بهم تنصرون وبهم ترزقون"۔

''ابدال اہل شام میں ہوں گے، ان کی وجہ سے تمہیں مدد دی جائے گی اور تمہیں رزق دیا جائے گا''۔

۶۔ "ومنها حديث احمد۔ الابدال بالشام وهم اربعون رجالا كلما مات رجل ابدل الله مكانه رجلا تسقون بهم الغيث وتنصرون بهم على الاعداء ويصرف عن اهل الشام بهم العذاب"۔

''ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس مرد ہیں جو ان میں سے فوت ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا ابدل دیتا ہے ان کے سبب سے تمہیں بارش دی جاتی ہے اور دشمنوں کے مقابلہ میں امداد دی جاتی ہے اور اہل شام سے ان کے سبب سے عذاب دور کیا جاتا ہے''۔

۷۔ ''ومنها حديث الخلال الذى رواه فى كرامات الاولياء ورواه ديلمى ايضا۔ الابدال اربعون رجلا و امرأة كلمامات رجل ابدل الله مكانه رجل و كلما ماتت امرأة ابدل الله مكانها امرأة''۔

''خلال کی حدیث جو اس نے کرامات اولیاء میں بیان کی ہے، اور دیلمی نے مسند فردوس میں۔ ابدال چالیس مرد اور عورتیں ہیں جب ان میں سے کوئی مرد مر جاتا ہے، اللہ اس کی جگہ دوسرا مرد بدل دیتا ہے اور جب عورت مر جاتی ہے تو اس کی جگہ دوسری عورت بدل دیتا ہے''۔

۸۔ ''ومنها حديث الحاكم عن عطاء مرسلا الابدال من الموالى''

''حاکم کی حدیث ابدال موالی میں سے ہیں''۔

۹۔ ''ومنها حديث ابن ابى الدنيا مرسلاً۔ علامة ابدال امتى انهم لايلعنون شيئا''۔

''ابن ابی الدنیا، میری امت کے ابدالوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ کسی چیز پر لعن طعن نہیں کرتے''۔

۱۰۔ ''ومنها حديث ابن حبان۔ لاتخلو الارض من ثلاثين وثمانين مثل ابراهيم خليل الله۔ بهم تغاثون وبهم ترزقون وبهم تمطرون''۔

''ابن حبان۔ تیس اور اسی مردوں سے زمین خالی نہ رہے گی جو مثل ابراہیم

خلیل اللہ کے ہوں گے، جن کے سبب سے تمہاری فریاد رسی ہوگی، ان کے سبب سے تمہیں رزق دیا جائے گا اور بارش برسائی جائے گی"۔

اا۔ "ومنها خبر البيهقي، ان ابدال امتي لم يدخلوا الجنة باعمالهم ولكن دخلوها برحمة الله وسخاوة الانفس سلامة الصدور الخ"۔

"بیہقی۔ میری امت کے ابدال اپنے اعمال کے سبب سے جنت میں داخل نہ ہوں گے۔ بلکہ اللہ کی رحمت سے نفسوں کی سخاوت سے اور سینوں کی سلامتی سے داخل ہوں گے"۔

۱۲۔ "ومنها خبر ابن عدي في كامله۔ البدلاء اربعون واثنان وعشرون بالشام وثمانية عشر بالعراق كلمامات منهم احد ابدل الله مكانه اخر۔ فاذا جاء الامر قبضوا كلهم فعند ذلك تقوم الساعة"۔

"ابن عدی۔ ابدال چالیس ہیں، بائیس شام میں ہوتے ہیں اور اٹھارہ عراق میں۔ ان میں سے جو فوت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا ابدل دیتا ہے، اور جب اللہ کا حکم آ جائے گا سب فوت ہو جائیں گے، اس وقت قیامت آئے گی"۔

۱۳۔ "ومنها حديث الطبراني في الاوسط۔ لن تخلو الارض من اربعين رجلا مثل خليل الرحمن بهم تسقون وبهم تنصرون مامات منهم احداً الا ابدل الله مكانه"۔

"حدیث طبرانی۔ چالیس مرد جو مثل خلیل اللہ کے ہیں، ان سے زمین کبھی خالی نہ ہوگی، ان کی وجہ سے تمہیں بارش دی جائے گی اور تمہیں مدد دی جائے گی، جب ان میں سے کوئی فوت ہوگا اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا ابدل دے گا"۔

Marfat.com

۱۴۔ "ومنها حديث ابو نعيم في الحلية "لايزال اربعون رجلا من امتي قلوبهم على قلب ابراهيم يدفع بهم من اهل الارض يقال لهم الابدال"۔

"ومما جاء في القطب كما قال بعض المحدثين خبر ابو نعيم في الحلية انه وردت احاديث تؤيد كثيرا مما فيه مما جاء في جميع ماذكر وغيرهم حديث الترمذي الحكيم وابي نعيم في كل قرن من امتي سابقون وحديث ابي نعيم لكل قرن من امتي سابقون ۳۹ وحديث ابي نعيم لكل قرن من امتي سابقون"۔

''حدیث ابی نعیم۔ میری امت میں چالیس مرد ہمیشہ ایسے رہیں گے جن کے قلوب، قلب ابراہیم علیہ السلام کی مانند ہوں گے ان کی وجہ سے اہل زمین سے تکالیف دور کی جائیں گی۔ ان کو ابدال کہا جاتا ہے۔

اور قطب کے متعلق جو بیان ہوا۔ جیسا بعض محدثین نے لکھا ہے ابونعیم نے حلیہ میں بیان کیا ہے کہ بہت سی حدیثیں اس کی تائید میں وارد ہوئی ہیں جن کا ذکر ہو چکا ہے اور وہ بھی جو مذکور نہیں۔ مثلاً حدیث حکیم ترمذی اور ابونعیم۔ کہ ہر زمانہ میں میری امت میں سابقون ہوں گے اور ہر زمانہ کے لیے سابقون ہوں گے''۔

تنبیہ: مذکورہ بالا احادیث کے رواۃ پر جرح کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق ملاحظہ ہو۔

فقد ورد وذكر الابدال ايضا من حديث على اخرجه احمد في مسنده وسنده حسن وله عن طرق متعددة ومن حديث عبادة بن الصامت اخرجه احمد و سنده

Marfat.com

حسن ومن حديث عون بن مالك اخرجه الطبرانی ومن حديث معاذ بن جبل اخرجه ابو عبدالرحمن السلمی فی كتاب سنن الصوفية ومن حديث ابی الدرداء اخرجه الحكيم الترمذی فی نوادر الاصول ومن حديث ابی هريرة اخرجه ابن حبان فی الضعفاء والخلال فی كرامات الاولياء ومن حديث ام سلمة اخرجه احمد و ابن ابی شيبة و ابوداؤد فی سننه والحاكم والبيهقی ومن مرسل الحسن اخرجه ابن ابی الدنيا فی كتاب السخاء والحكيم الترمذی والبيهقی فی شعب ومن مرسل عطاء اخرجه ابو داؤد ومن مرسل بكر بن خنيس اخرجه ابن ابی الدنيا فی كتاب السخاء والحكيم الترمذی والبيهقی فی شعب ومن مرسل عطاء اخرجه ابوداؤد ومن مرسل بكر بن خيس اخرجه ابن ابی الدنيا فی كتاب الاولياء۔ وورد عن عمر ابن الخطاب موقوفا اخرجه الحكيم الترمذی فی نوادر الاصول عن ابن عباس موقوفا اخرجه احمد فی الزهد وقد جمعت هذه الحديث كلها فی تاليف مستقل فاغنی عن سوقها ههنا ؂٤٠

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ نے قریباً بیس کتب ورواۃ سے ابدال کی احادیث نقل کی ہیں اور تمام کو صحیح اور حسن فرمایا ہے، تمام طرق احادیث کو جمع کرنے پر قدر مشترک یعنی ابدال کا وجود یقیناً تسلیم کرنا پڑے گا۔ جس مستقل کتاب کا حوالہ علامہ موصوف نے دیا ہے، اس کا نام الخبر الدال من وجود القطب والنجباء والابدال ہے جو ہمارے ذاتی کتب خانہ میں موجود ہے۔

Marfat.com

١١

مناصب اولیاء اللہ پر تفصیلی بحث

غوث اور قطب۔

اقطاب کے فرائض۔

قطب مدار۔

قیوم۔

انسان کامل۔

لفظ غوث کی تشریح۔

مستجاب الدعوات ہونے کا مفہوم۔

شرائط و آداب دُعا۔

عدم قبولیت دُعا۔

Marfat.com

مناصب اولیاء اللہ پر تفصیلی بحث

ابدال۔ قطب۔ غوث۔ قیوم وغیرہ اولیاء اللہ کی خاص اصطلاحات ہیں۔ ان کے متعلق بزرگان دین اور صوفیا کرام کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں کہ یہ کوئی مافوق الفطرت متصرف۔ خودمختار۔ نافع وضار۔ عالم الغیب۔ حاضر وناظر یا مسجود خلائق ہستیاں ہیں جن کو غائبانہ فریادرسی کے لیے پکارنا جائز ہو بعض اہل بدعت نے ان سے غلط مفہوم لیا ہے، خود گمراہ ہوئے اور لوگوں کو گمراہ کیا۔ ادھر بعض عالی حضرات نے لفظ غوث پر خواہ مخواہ اعتراض کیے ہیں، یہ دونوں گروہ افراط وتفریط کا شکار ہوئے۔

غوث اور قیوم کی اصطلاحات تمام کتب نظامیہ میں موجود ہیں اور بڑے بڑے موحدوں نے اپنی ذاتی تحریروں میں یہ اصطلاحات استعمال کی ہیں۔ مولانا حسین علی صاحب نے فوائد عثمانیہ میں کئی مقامات پر لفظ غوث استعمال کیا ہے۔ اسی طرح شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''تفسیر مظہری'' میں یہ لفظ استعمال کیا ہے۔

غوث اور قطب:

صوفیا کی بعض اصطلاحات کی اصل تو خود قرآن وحدیث میں موجود ہے، جیسے ابرار۔ اخیار اور نقباء وغیرہ۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان اصطلاحات پر ایک

Marfat.com

مستقل رسالہ لکھا ہے جس کا ذکر ہم گزشتہ باب میں کر آئے ہیں اس رسالہ میں غوث اور قطب کی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"عن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ ان الله عزوجل في الخلق ثلاثمأة قلوبهم على قلب ادم ولله في الخلق اربعون قلوبهم على قلب موسى ولله في الخلق سبعة قلوبهم على قلب ابراهيم ولله في الخلق خمسة قلوبهم ...... على قلب جبرائيل والله في الخلق ثلاثة قلوبهم على قلب ميكائيل ولله في الخلق واحد قلبه على قلب اسرافيل"۔ [141]

"ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ خدا کے تین سو بندے مخلوق میں ہیں جن کے قلوب حضرت آدم علیہ السلام کے قلب کی مانند ہیں۔ چالیس ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قلب کی مانند ہیں۔ سات ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب کے سے ہیں۔ پانچ ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت جبرائیل علیہ السلام کے قلب پر ہیں۔ تین ایسے ہیں جن کے قلوب حضرت میکائیل علیہ السلام کے قلب پر ہیں۔ اور ایک ایسا بندہ ہے جس کا قلب حضرت اسرافیل علیہ السلام کے قلب پر ہے"۔

نیز فرمایا:

"اخرج الخطيب من طريق عبدالله بن محمد العبسي وهو الحافظ ابوبكر ابن ابي شيبة قال سمعت الكناني

Marfat.com

یقول النقباء ثلاثمأة والنجباء سبعون والبدلاء اربعون

والاخیار ستة والعمد اربعة والغوث واحد"۔ ۴۲

"خطیب نے بذریعہ ابوبکر ابن ابی شیبہ حدیث کا اخراج کیا کہ میں نے کنانی سے سنا کہ نقباء تین سو ہیں اور نجباء ستر ہیں۔ ابدال چالیس ہیں۔ اخیار سات، قطب چار اور غوث ایک ہے"۔

نیز فرمایا:

"عن انس قال قال رسول الله ﷺ لن تخلو الارض من اربعین رجلا مثل خلیل الرحمن فبهم تسقون وبهم تنصرون وبهم ترزقون الخ قال فی مجمع الزوائد اسناده حسن"۔ ۴۳

"حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ چالیس آدمیوں سے زمین خالی نہ رہے گی جو مثل خلیل اللہ علیہ السلام کے ہیں تو ان کی وجہ سے تم پر بارش برسائی جائے گی اور ان کی وجہ سے تمہاری مدد کی جائے گی اور ان کی وجہ سے تمہیں رزق دیا جائے گا۔ مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کے اسناد حسن ہیں"۔

فائدہ: حضرت انسؓ کی حدیث کے شواہد کثیرہ حدیثوں میں موجود ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی حدیث کی تفصیل خطیب کی حدیث نے کردی، ان روایات سے چار قطب اور ایک غوث کے مناصب ثابت ہوئے۔ اقطاب کے فرائض کے متعلق امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمادی ہے۔

Marfat.com

اقطاب کے فرائض:

''قطب ابدال واسطہ وصول فیض است کہ وجود عالم بہ بقائے آں تعلق دارد۔ وقطب ارشاد واسطہ فیوض است کہ بارشاد وہدایت تعلق دارد۔ پس تخلیق وترزیق وازالہ بلیات ودفع امراض وحصول عافیت وصحت منوط بہ فیوض مخصومہ قطب ابدال است وایمان وہدایت وتوفیق حسنات وانابت ازسئیات نتیجہ فیوضات قطب ارشاد است''۔۳۳؎

''قطب ابدال عالم کے وجود اور اس کی بقا سے تعلق رکھنے والے امور میں وصول فیض کا واسطہ ہے اور قطب ارشاد ہدایت وارشاد سے متعلق امور میں وصول فیض کا ایک واسطہ ہے اس لیے پیدائش، رزق، مصائب کے دور ہونے اور صحت وآرام کے حاصل ہونے کا تعلق قطب ابدال کے فیض کے ساتھ مخصوص ہے اور ایمان، ہدایت نیک کاموں کی توفیق اور توبہ وغیرہ کا تعلق قطب ارشاد کے فیض کا نتیجہ ہے''۔

قطب مدار:

اور قطب مدار کے متعلق قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ کے تحت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت خضر علیہ السلام کا قول نقل فرمایا ہے۔

''وجعلنا اللہ تعالٰی معینا للقطب المدار من اولیاء اللہ تعالٰی الذی جعلہ اللہ تعالٰی مدار اللعالم ببرکۃ وجودہ وافاضتہ فقال الخضر ان القطب فی ھذہ الزمان فی دیار

Marfat.com

الیمن متبع للشافعی فی الفقه فنحن نصلی مع القطب"۔ ۴۵

''حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہم کو قطب مدار کا معاون بنایا ہے جو اولیاء اللہ سے ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی بقاء کا سبب بنایا ہے۔ اس کے وجود کی برکت سے بقائے عالم ہے اور فرمایا کہ اس وقت قطب مدار یمن میں ہے اور وہ شافعی فقہ کا متبع ہے، اور ہم اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں''۔

اور وہ حدیث جس کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کنانی سے روایت کیا ہے اس کے آخر میں والغوث واحد کے آگے روایت یوں ہے:

"فمسکن النقباء المغرب ومسکن النجباء مصر ومسکن الابدال الشام، والاخیار سیاحون فی الارض والعمد فی زوایا الارض ومسکن الغوث مکة فاذا عرضت الحاجة فی امر العامة ابتهل فیها النقباء ثم النجباء ثم الابدال ثم الاخیار ثم العمد فان اجیبوا والا ابتهل الغوث فلاتتم مسئلة حتی تجاب دعوته"۔ ۴۶

''نقباء کا مسکن مغرب، نجباء کا مصر، ابدال کا شام ہے، اخیار سیاح ہوتے ہیں۔ قطب زمین کے گوشوں میں ہوتے ہیں۔ جب مخلوق کو عوامی مصیبت آ جائے تو دُعا کے لیے نقباء ہاتھ پھیلاتے ہیں، اگر قبول نہ ہو تو نجباء، پھر اخیار، پھر قطب، اگر پھر بھی قبول نہ ہو تو غوث دُعاء کے لیے ہاتھ پھیلاتا ہے۔ (گویہ ترتیب ضروری نہیں) حتیٰ کہ اس کی دُعاء قبول ہو جاتی ہے''۔

Marfat.com

قیوم:

قیوم کے متعلق امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''آن عارفے کہ بہ مرتبہ قیومیت اشیاء گشتہ حکم وزیر دارد کہ مہمات مخلوق را باو مرجوع داشتہ اند ہر چند انعامات از سلطان است اما وصول آنہا مربوط بتوسط وزیر است''۔[۴۷]

''وہ عارف جو قیوم کے منصب پر فائز ہو، وزیر کا حکم رکھتا ہے کہ مخلوق کے اہم امور کا تعلق اسی سے ہے، گو انعام تو بادشاہ کی طرف سے ہوتے ہیں، مگر وہ وزیر کی وساطت سے ملتے ہیں''۔

فرد اور قطب وحدت کا مفہوم بعینہ وہ حدیث ہے جو رسول کریم ﷺ سے بطور دُعاء غزوہ بدر میں زبان مبارک پر آئی۔

''اللھم ان تھلك ھذا العصابۃ لاتعبد فی الارض ابدا''۔

''الٰہی! اگر اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو آپ کی عبادت زمین میں کبھی نہ کی جائے گی''۔

معرفت توحید، فیضان کا عام اور جلد ہونا قطب وحدت اور افراد کی خصوصیات میں سے ہے، اور معرفت ذات باری تعالیٰ اس سے وابستہ ہوتی ہے۔

انسان کامل:

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''معاملہ انسان کامل تا بجائے رسد کی او رقیوم جمیع اشیاء بحکم خلافت می سازند و ہمہ را افاضہ وجود و بقائے سائر کمالات ظاہری و باطنی بتوسط او می رسانند''۔

Marfat.com

معلوم ہوا کہ قیوم انسان کامل ہوتا ہے، اور کل احکام ظاہری و باطنی قیوم کی ذات سے وابستہ ہیں، کیونکہ یہ بمنزلہ وزیر کے ہے، یہ مفہوم حدیث سے بھی متبادر ہوتا ہے۔ قال انما انا قاسم والله يعطى ۴۸ ''میں تقسیم کنندہ ہوں، دیتا اللہ تعالیٰ ہے''۔

قیوم! اولوالعزم رسول کا نائب ہوتا ہے۔ اس کا مخالف فیض سے محروم رہتا ہے، کیونکہ وہ حکومت کے وزیر کا باغی ہوتا ہے، اور باغی کو حکومت کی طرف سے انعام نہیں ملا کرتا۔ ہر چیز اچھی یا بری سلطان الملک یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے وزیر کے ذریعے مخلوق کی طرف آتی ہے، جب مخلوق مصیبت میں مبتلا ہو جاتی ہے تو غوث بارگاہ رب العزت میں درخواست پیش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کی دعا قبول فرما کر مصیبت دور کر دیتا ہے۔ خیال رہے کہ غوث کوئی خود مختار ہستی نہیں، بلکہ مستجاب الدعوات انسان ہوتا ہے۔ اسی طرح قیوم کل انعامات کا سبب ہوتا ہے اور قطب ابدال اور قطب ارشاد جزوی انعامات کا ذریعہ ہیں، اور خاص خاص ایک ایک انعام پر مقرر ہیں، اور قطب وحدت اور فرد کا تعلق براہ راست ذات باری سے ہوتا ہے، اس لیے ان کا مرتبہ غوث اور قیوم سے بہت بلند ہے۔

لفظ غوث کی تشریح:

لسان العرب میں لفظ غوث کی تشریح یوں کی گئی ہے:

غوث: اجاب الله غوثاه وغواثه وغواثه یعنی غوث اسم مصدر بمعنی للفاعل ہے، اور اس کے معنی ''پکارنے والا''۔ دُعا کرنے والا۔ فریاد کرنے والا ہوں گے اس کی دلیل یہ ہے کہ محاورہ عرب میں غوث بمعنی دُعا اور پکار کے ہیں جیسے لسان العرب میں ہے:

Marfat.com

"ولم یات فی الاصوات شیئی بالفتح غیرہ وانما یأتی بالضم مثل البکاء والدعاء وبالکسر مثل النداء والصیاح الاغوث"۔

پس غور اسم مصدر ہے جس کے معنی آواز دینا، پکارنا اور دعا کرنا ہے جیسے غوث الرجل واستغاث صاح واغوثاہ اصطلاح صوفیا میں غوث اس مستجاب الدعوات ہستی کے لیے بولا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتا ہے اور دعا کرتا ہے اور لغت عرب اسی معنی کی تائید کرتی ہے، اس لفظ کا معنی "فریاد رس" کرنا محض ایک عامیانہ رواج ہے۔

مستجاب الدعوات ہونے کا مفہوم:

عام طور پر یہ خیال ایک عقیدہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے کہ جب کوئی انسان منازل سلوک طے کر کے عارف باللہ ہو جاتا ہے تو اس کی ہر دعا قبول ہو جاتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ دعا بہر حال ایک درخواست ہے۔ حکم نہیں، دیکھئے انبیاء علیہم السلام مستجاب الدعوات ہوتے ہیں، مگر ان کی بھی ساری دعائیں قبول نہیں ہوتیں، اور امام الانبیاء ﷺ کی شان اور مرتبہ سب انبیاء سے ارفع ہے، مگر آپ ﷺ کی بھی وہ دعا جو رفع اختلاف امت کے متعلق تھی منظور نہ ہوئی تو یہ خیال کرنا کہ کسی عارف کی ہر دعا قبول ہو جاتی ہے سراسر زیادتی اور کم فہمی کی دلیل ہے۔

صوفیائے کرام کے نزدیک اولیاء اللہ میں سے صرف غوث، قیوم، فرد، قطب وحدت اور صدیق مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی اگر اللہ تعالیٰ کسی کو مستجاب الدعوات بنا دے تو ناممکن نہیں ہے۔ ان پانچ مناصب کے حضرات بھی کوئی خود مختار، مافوق الاسباب ہستیاں نہیں ہوتیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی محتاج ہیں، اور اسی کے حضور دعا

Marfat.com

کے لیے ہاتھ پھیلاتے ہیں، ان کا دعا کرنا ہی ان کے محتاج ہونے کی دلیل ہے اور یہ حضرات دعا بھی باذن اللہ مانگتے ہیں۔ پس مستجاب الدعوات ہونے سے مراد یہ ہوئی کہ ان حضرات کی اکثر دعائیں قبول ہو جاتی ہیں، اور اگر ان کی کوئی دعا قبول نہ ہو تو یہ ان کے منصب کے منافی نہیں۔ ہر کس و ناکس کی بھی تو بعض دعائیں قبول ہو جاتی ہیں۔ حتیٰ کہ ابلیس کی یہ درخواست اللہ تعالیٰ نے منظور فرمائی کہ رب انظرنی الی یوم یبعثون کسی ایک دعا کے قبول ہونے یا بعض دعاؤں کے قبول ہونے سے کوئی مستجاب الدعوات نہیں ہو جاتا۔

شرائط و آداب دُعا:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کرنے کے لیے کچھ آداب ہیں، اور دعا کی قبولیت کے لیے چند شرائط ہیں، کتاب و سنت میں ان شرائط کو ملحوظ رکھنے کے لیے تاکید فرمائی گئی ہے:

1-غذا کا حلال اور پاکیزہ ہونا:

"قال تعالٰی یاایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا وقال تعالٰی یا ایھا الناس کلو مما فی الارض حلالاً طیبا"۔

''اے گروہ انبیاء پاکیزہ رزق کھایئے اور نیک عمل کیجیے اور اے اہل ایمان زمین کی پاکیزہ اور حلال چیزیں کھاؤ''۔

"وعن عباسؓ قال تلیت ھذہ الایة عند رسول ﷺ فقام سعد ابن ابی وقاص فقال یارسول اللہ ادع اللہ ان یجعلنی مستجاب الدعوات فقال لہ النبی یا سعد اطب طعمك

Marfat.com

تکن مستجاب الدعوۃ والذی نفس محمد ﷺ بیدہ ان العبد لیقذف اللقمۃ الحرام فی جوفہ مایتقبل منہ عمل اربعین یوما وایما عبدنبت لحمہ من سخت فالنار اولی بہ"۔ ۴۹ے

''ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت حضور ﷺ کے سامنے پڑھی گئی تو سعد ابن ابی وقاصؓ کھڑے ہو گئے اور عرض کی کہ حضور ﷺ میرے حق میں دُعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے سعدؓ رزق حلال کھاؤ، مستجاب الدعوات بن جاؤ گے۔ قسم اس ذات کی، جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے انسان جب لقمہ حرام پیٹ میں ڈالتا ہے، تو چالیس دن تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور جس انسان کا گوشت حرام غذا سے بنا ہو، اس کے لیے آگ ہی بہتر ہے''۔

"وقال تعالٰی یاایھا الذین امنوا کلوا من طیبات مارزقناکم ثم ذکر الرجل یطیل السفر اشعث اغبر یمد یدیہ الی السماء یا رب یا رب ومطعمہ حرام ومشربہ حرام و ملبسہ حرام وغذی بالحرام فانی یستجاب لذالک"۔ (رواہ مسلم)

''حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے اہل ایمان! پاکیزہ رزق کھاؤ جو ہم نے تمہیں دیا ہے، پھر آپ ﷺ نے اس کا ذکر کیا جو طویل سفر کرتا ہے، سر کے بال پراگندہ اور غبار آلود ہیں، آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کے اللہ سے دعا کرتا ہے، حالانکہ اس کا کھانا پینا حرام

Marfat.com

کا ہے، لباس حرام کا ہے، غذا حرام کی ہے، پھر اس کی دُعا کیوں کر قبول کی جائے گی"۔

2-لباس کا پاک ہونا اور حلال کی کمائی سے تیار ہونا:

"قال تعالٰی ولباس التقوی ذلك خير وقال تعالٰی فثيابك فطهر۔ وقال النبي ﷺ من اصاب مالا من حرام فلبس منه جلبابا يعني قميصالم يقبل صلوته حتى ينحني ذلك الجلباب عنه"۔ ۵۰

"اللہ تعالٰی نے فرمایا، لباس تقوے کا اچھا ہے اور فرمایا اے نبی ﷺ اپنے لباس کو پاک صاف رکھیں۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس نے حرام مال پایا اور اس سے قمیض بنائی اور پہنی اس کی نماز قبول نہ ہوگی جب تک اس لباس کو اپنے وجود سے جدا نہ کر دے"۔

3-بدن کا پاک ہونا حدث کبیر اور صغیر سے:

"قال تعالٰی فيه رجال يحبون ان يتطهروا والله يحب المتطهرين"۔

"اللہ تعالٰی نے فرمایا اس مسجد میں ایسے مرد ہیں جو پاکیزگی کو دوست رکھتے ہیں اور اللہ تعالٰی پاک صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے"۔

4-سحر کا وقت ہونا:

"قال تعالٰی وبالاسحارهم يستغفرون"۔

"(اور اہل تقویٰ) سحر کے وقت اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں"۔

Marfat.com

5-استقبال قبلہ:

6-خلوصِ نیت:

"قال تعالٰی فادعوالله مخلصین له الدین وقال النبی ﷺ انما الاعمال بالنیات"۔

"پس اللہ تعالٰی کو خلوص دل سے پکارو، اور حضور ﷺ نے فرمایا اعمال کا مدار نیت پر ہے"۔

7-ادب سے دوزانوں بیٹھ کر دُعا کرنا:

"وبسط یدیه ورفعهما حذومنکبیه و کشفهما مع التادب والخشوع والمسکنة والخضوع وان یسال الله تعالٰی باسماء الحسنی والادعیة الماثورة ویتوسل الی الله تعالٰی بالانبیاء والصالحین بخفض صوت الخ ویمسح وجهه بیده بعد فراغه"۔ اھ

"ہاتھوں کو پھیلائے، شانوں تک اٹھائے اور کھول کر رکھے اور ادب خشوع وخضوع کا خیال رکھے، اور اللہ تعالٰی کے اسماء حسنٰی کے ساتھ دُعا مانگے اور منقولہ دُعائیں پڑھے، اور انبیاء اور اولیاء اللہ کے توسل سے بڑی دھیمی آواز سے دُعا کرے۔ اور دُعا ختم کر کے ہاتھوں کو چہرے پر پھیر دے"۔

8-قبل از دُعا کسی عمل صالح کا ہونا ضروری ہے:

9-دُعا کسی قطع رحمی کے لیے نہ ہو:

Marfat.com

10- دُعا میں حرام اور گناہ کا مطالبہ نہ ہونا:

11- دُعا امر محال کے لیے نہ ہو:

12- مقبولیت دُعا میں جلدی نہ کرنا:

یعنی یہ خیال نہ کرنا کہ ابھی ابھی دُعا قبول ہو جائے اور اگر ایسا نہ ہو تو دُعا ہی ترک کر بیٹھے۔

13- مستجاب الدعوات ہونے کے لیے متقی ہونا شرط ہے:

"انما یتقبل اللہ من المتقین" اور متقی کی تعریف حضور اکرم ﷺ نے یوں فرمائی۔

"قال النبی ﷺ لایبلغ الرجل ان یکون من المتقین حتی یدع مالا باس بہ حذر الما بہ باس"۔ ۵۲

''حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا، جب تک اس چیز کو ترک نہ کر دے جس میں (بظاہر) حرام کا شبہ نہیں، مگر اس اندیشے سے کہ وہ چیز کہیں حرام تک نہ لے جائے''۔

فائدہ: متقی کے لیے مشکوک مال، غذا، لباس وغیرہ سے اجتناب لازمی ہے کیونکہ حرام کھانے والا جہنمی ہے، اور جہنمی متقی نہیں ہو سکتا۔

عدم قبولیت دُعا:

"ولا یعترض علی ذلک بتخلفہ عن بعض الداعین لان سبب التخلف وقوع الخلل فی شرط من شروط الدعاء

Marfat.com

کالا حتراز فی المطعم المشرب والملبس اولا ستعجال

الداعی اویکون الدعاء باثم اوقطیعة رحم اوتحصیل

الاجابة ویتأخر وجود المطلوب لمصلحة العبد اولامر

یرید الله تعالیٰ"۔ ۵۳ے

''بعض دُعا کرنے والوں کی دُعا کے قبول نہ ہونے پر اعتراض نہ کیا جائے، کیونکہ دعا کا قبول نہ ہونا کسی شرط میں خلل واقع ہو جانے کے سبب سے ہوتا ہے، جیسا کھانے پینے اور لباس کے معاملے میں احتیاط نہ کی جائے یا دُعا کرنے والے نے جلدی کی یا کسی گناہ یا قطع رحم کی دُعا کی، یا دُعا تو قبول ہوگئی مگر مطلوب کے حصول میں اس بندے کی مصلحت کی وجہ سے تاخیر کی گئی یا کسی ایسے امر کی وجہ سے تاخیر ہوگئی جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے''۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ بعض اوقات دُعا تو قبول ہو جاتی ہے مگر قبولیت کا ظہور مدت کے بعد ہوتا ہے مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا تو قبول ہوگئی مگر اثر چالیس سال کے بعد ظاہر ہوا حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ سوف استغفرلکم ربی تو اس کا اثر اٹھارہ سال کے بعد ظاہر ہوا۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا تو قبول ہوگئی، مگر تیرہ سال بعد بیٹا پیدا ہوا۔

اور دعا کی قبولیت کے متعلق علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"وانما یتفق ذلك لمن تعود الذکر واستانس به وغلب

علیه حتی صار حدیث نفسه فی نومه ویقظه فاکرم من

Marfat.com

اتصف بذالك بأجابة دعوته وقبول صلوته"۔ ۵۴؎

''اس شخص کی دُعا کی قبولیت پر اتفاق ہے جو ذکر الٰہی کا عادی ہو، اور ذکر سے انس پیدا کر چکا ہو، ذکر الٰہی کا احساس پر ایسا غلبہ ہو کہ ہر سانس میں، نیند میں بیداری میں غفلت نہ ہو، ایسا شخص مستجاب الدعوات ہوتا ہے اور قبولیت صلوٰۃ سے نوازا جاتا ہے''۔

''ومن حقوق النفس قطعها عما سوى الله تعالٰى جل جلاله لكن ذالك يختص بالتعلقات القلبية"۔ ۵۵؎

''(اور یہ دوام ذکر الٰہی اس شخص کو حاصل ہوتا ہے) جس کا تعلق قلبی ماسوائے اللہ سے بالکل منقطع ہو چکا ہو لیکن یہ ذکر مختص ہے ذکر قلبی سے''۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ مستجاب الدعوات وہ شخص ہوتا ہے، جس کا تعلق قلبی اللہ تعالٰی کے ساتھ پختہ ہو، مخلوق سے قلبی انقطاع مکمل ہو، تزکیۂ نفس مکمل ہو چکا ہو۔ دوام ذکر حاصل ہو، یہ اوصاف صرف اولیاء اللہ کاملین میں پائے جاتے ہیں، اس لیے مستجاب الدعوات بھی وہی ہوتے ہیں۔

شیخ ابن الہمام نے اپنی کتاب ''سلاح المومنین'' میں دعا کا طریقہ یوں بیان فرمایا ہے کہ ابتداء یوں کرے۔

الحمدلله رب العلمين الحي القيوم العلي العظيم۔ والرحمن الرحيم السميع العليم الاول القديم الحليم الحكيم۔ حمدًا كثيرا طيبا مباركا فيه حمدا يو افي نعمه ويكافي مزيده ولا تحصي ثناء عليه هو كما اثنى على

Marfat.com

نفسه فلك الحمد حتی ترضی۔

پھر کہے:

"اللهم صل وسلم وشرف و كرم وعظم على رسولك سيدنا محمد النبى الامى الطاهر الزكى واله اطيبين وصحبه المحققين وسلم عليهم تسليما عدد ذكرهم الذاكرون وغفل عن ذكرهم الغافلون"۔

پھر اپنا مطلب پیش کرے۔

☆☆☆

Marfat.com

۱۲

اولیاءاللہ بزبان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

قیامت کے دن اولیاءاللہ کی شان۔

دنیوی زندگی میں اولیاءاللہ کی حالت۔

قربِ الٰہی کے مدارج۔

قربِ فرائض۔

قربِ نوافل۔

درجہ محبوبیت۔

اولیاءاللہ کی پہچان۔

اولیاءاللہ کی امتیازی شان۔

اولیاءاللہ سے دشمنی اللہ سے دشمنی ہے۔

Marfat.com

اولیاء اللہ بزبانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

انسان کی حقیقی قدر و قیمت اور اصلی عظمت و برتری کا اندازہ اس وقت ہوگا جب اس کی فردِ عمل مالک حقیقی کے سامنے پیش ہوگی اور اسے فوزِ عظیم کا مژدہ سنا کر انعام و اکرام کا مستحق قرار دیا جائے گا اس لیے حقیقی کامرانی و فلاح اور حقیقی عظمت و شان وہی ہے جسے اُخروی کامیابی اور ابدی راحت کہا جاتا ہے اس دنیا کی چند روزہ شان و شوکت فریب نظر اور غرورِ نفس کے سوا کچھ نہیں۔ وما الحیوٰۃ الدنیا الامتاع الغرور۔

قیامت کے دن اولیاء اللہ کی شان:

۱۔ عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ جلساء یوم القیامة عن یمین العرش و کلتا یدی اللہ یمین علی منابر من نور وجوههم من نور لیسوا بانبیاء ولا شهداء ولا صدیقین قیل یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من هم قال هم المتحابون بجلال اللہ تعالٰی المتحابون بجلال اللہ تبارک و تعالٰی المتحابون بجلال اللہ تعالٰی۔

(رواہ احمد باسنادہ لاباس بہ) ۲۵۶

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالٰی کے پاس عرش کے دائیں جانب بیٹھنے والے

Marfat.com

کچھ لوگ ہوں گے اور اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں، منبروں پر بیٹھے ہوں گے، منبر نور کے ہوں گے، ان کے چہرے منور ہوں گے وہ نہ انبیاء ہوں گے نہ شہدا ہوں گے، نہ صدیق، عرض کیا گیا حضور ﷺ پھر وہ کون لوگ ہوں گے؟ تین بار فرمایا وہ اللہ کے لیے باہم محبت کرنے والے لوگ ہوں گے''۔

۲۔ وعن ابی هریرۃ قال قال رسول ﷺ ان من عباد الله عباداً لیسوا بانبیاء یغبطهم الانبیاء والشهداء قیل من هم لعلنا نحبهم قال هم یتحابون بنور الله من غیر ارحام ولا انساب وجوههم نور علی منابر من نور لایخافون اذا خاف الناس ولا یحزنون اذا حزن الناس ثم قرأ الا ان اولیاء الله لاخوف علیهم ولا هم یحزنون۔

(نسائی وابن حسبان) ۵۷

''حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو انبیاء نہیں مگر قیامت کے دن انبیاء اور شہدا ان پر رشک کریں گے، عرض کیا گیا وہ کون ہیں تاکہ ہم ان سے محبت رکھیں؟ فرمایا وہ ایسے لوگ ہیں کہ (اللہ نے ان کے دلوں میں نور بھر دیا ہے) اللہ کے نور کی وجہ سے ایک دوسرے کو دوست رکھتے ہیں، نہ ان میں خونی رشتہ ہے، نہ نسب کا اشتراک، ان کے چہرے نورانی ہوں گے، وہ نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے۔ جب لوگ خوف زدہ ہوں گے انہیں کوئی خوف نہ ہوگا اور جب لوگ غمگین ہوں گے انہیں کوئی غم نہ ہوگا پھر حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ الا ان

اولیاء اللہ الخ یاد رکھو اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے نہ وہ مغموم ہوتے ہیں''۔

۳۔ وعن ابی امامة قال قال رسول الله ﷺ ان الله عبادا یجلسهم یوم القیامة علی منابر من نور یغشی وجوههم النور حتی یفرغ من حساب الخلائق ......۔

(رواہ الطبرانی باسناد جید) ۵۸

۴۔ وعن ابی ذر قال قال رسول الله ﷺ ان من عباد الله لاناس ماهم بانبیاء ولاشهداء یغبطهم الانبیاء والشهداء یوم القیامة بمکانهم من الله فقالو یارسول الله ﷺ فاخبرنا من هم۔ قال هم یتحابون بروح الله علی غیر ارحام بینهم ولا اموال یتغابطونها۔ فوالله ان وجوههم لنور وانهم لعلی نور ولایخافون اذا خاف الناس ولایحزنون اذاحزن الناس و قرأ هذه الایة الا ان اولیاء الله لاخوف علیهم ولاهم یحزنون۔ (رواہ ابوداؤد) ۵۹

۵۔ وعن ابی الدرداء قال قال رسول الله ﷺ لیبعثن الله اقواما یوم القیامة فی وجوههم النور علی منابر الؤلؤ یغبطهم الناس لیسوا بانبیاء ولا شهداء قال فجثی اعرابی علی رکبته فقال یارسول الله جلهم لنانعرفهم قال هم المتحابون فی الله من قبائل شتی وبلا دشتی یجتمعون

Marfat.com

علی ذکر اللہ یذ کرونہ (رواہ الطبرانی باسناد حسن) ٦٠

٦۔ عن ابی مالك الاشعری عن رسول اللہ ﷺ قال یاایها الناس اسمعوا واعقلوا واعلموا ان اللہ عزوجل عبادا لیسو بانبیاء ولا شهداء یغبطهم الانبیاء والشهداء علی منازلهم وقربهم من اللہ تعالٰی فجثی رجل من الاعراب من قاصیة الناس والوی بیده الی النبی ﷺ فقال الناس من الناس لیسو بانبیاء ولا شهداء یغبطهم الانبیاء والشهداء علی مجالسهم و قربهم من اللہ تعالٰی الی ان قال لیضع اللہ یوم القیامة منابر من نور فیجلسون علیها فیجول وجوههم نورا وثیابهم نورا یفزع الناس یوم القیامة ولایفزعون وهم اولیاء اللہ لاخوف علیهم ولاهم یحزنون۔ (رواہ ابو یعلی واحمد والحاکم وقال صحیح الاسناد) ٦١

فائدہ: ان احادیث میں جن اولیائے کرام کا ذکر ہے وہ ایسے ذاکرین، زہاد اور اللہ کے مخلص بندے ہیں جو مجاہدہ اور ریاضت اور زہد و عبادت سے تزکیہ باطن میں لگے رہے اور انبیاء کرام اور اصحاب سلاسل بزرگوں کی شان تو ان سے بہت بلند ہے کیونکہ ان حضرات نے اللہ کی مخلوق کو ہدایت کی راہ دکھائی اور اللہ کے بندوں کی اصلاح کی، پھر انبیاء کے غبطہ کرنے کی وجہ کیا ہوسکتی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء کرام سے ان کی امتوں کے متعلق سوال ہوگا، اور اصحاب سلسلہ بزرگوں سے ان کے مریدین کے متعلق

Marfat.com

سوال ہوگا، مگر یہ لوگ اس ذمہ داری سے آزاد ہوں گے اس بناء پر انبیاء علیہم السلام اور شہداء کو غبطہ ہوگا۔ وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سوال و جواب کی فکر سے آزاد کر دے اس کی حالت اور اس کی شان کیوں کر قابل رشک نہ ہوگی؟۔

دنیوی زندگی میں اولیاء اللہ کی حالت:

"عن عمران بن حصین قال قال رسول اللہ ﷺ من انقطع الی اللہ تعالیٰ کفاہ اللہ تعالیٰ کل کامونۃ ورزقہ من حیث لایحتسب"۔ ۶۲

"حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مخلوق سے منقطع ہوکر اللہ کا ہو رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی تمام تکالیف کا خود ذمہ دار ہو جاتا ہے اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ اسے اس کا گمان تک نہیں ہوتا"۔

"قال رسول اللہ ﷺ من عادی لی ولیا فقد اذنتہ للحرب وما تقرب التی الی عبدی بشیئی احب الی مما افترضتہ علیہ وما زال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی بسمع بہ وبصرہ الذی یبصربہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا وان سألنی لاعطیتہ ولئن استعاذنی لاعذنہ"۔ ۶۳

"حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے میرے ولی کے ساتھ دشمنی رکھی میری طرف سے اس کے خلاف اعلان جنگ ہے میرا بندہ میرا قرب حاصل کرنے کے لیے جو کچھ کرتا ہے میرے نزدیک سب سے

Marfat.com

محبوب وہ عبادت ہے جو میں نے اس پر فرض قرار دی ہے، اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا ہے، حتیٰ کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں، اور جب میں اسے محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اور جب وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے دیتا ہوں اور جب میرے پاس پناہ ڈھونڈتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں''۔

''قال الطوفی هذا الحدیث اصل فی السلوك الی الله والوصول الی معرفته ومحبته وطرقه اذا المفترضات الباطنیة وهی الایمان والظاهرة وهی الاسلام والمرکب فیهما وهو الاحسان کما تظهر حدیث جبرئیل والاحسان یتضمن مقامات السالکین من الزهد والاخلاص والمراقبة وغیرها''۔

''علامہ طوفی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث سلوک الی اللہ اور اس کی محبت و معرفت کے اصول اور اس کی راہ پر چلنے میں اصل کی حیثیت رکھتی ہے اس کا طریقہ فرائض باطنیہ یعنی ایمان اور ظاہرہ یعنی اسلام اور ان دونوں سے مرکب یعنی احسان کی بجا آوری ہے جیسا کہ حدیث جبریل علیہ السلام سے ظاہر ہے، اور احسان عبارت ہے مقامات سالکین سے جیسے زہد، اخلاص اور مراقبہ وغیرہ''۔

Marfat.com

قربِ الٰہی کے مدارج:

یہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ ولایت کے دو رکن ہیں، اول اتباع شریعت دوم باطن کا انوار حقیقت میں مستغرق ہو جانا، اور ولایت کا مفہوم ہے حصول قربِ الٰہی اور حصول قربِ الٰہی کے وسائل دو ہیں، اول اطاعت الٰہی، دوم اجتناب از معصیت۔

"لما کان ولی اللہ من تولی اللہ باالطاعۃ والتقوی تول اللہ تعالٰی بالحفظ والنصرۃ"۔ ۶۴

''انسان کی طرف سے اللہ تعالٰی کی دوستی کا ثبوت اس کی اطاعت اور تقوے سے ہوتا ہے اور اللہ تعالٰی کی طرف سے دوستی کا اظہار حفاظت اور نصرت سے ہوگا''۔

1- قربِ فرائض:

بخاری کی مندرجہ بالا حدیث قدسی سے قربِ الٰہی کے تین مدارج ثابت ہوئے۔ قربِ فرائض، قربِ نوافل اور درجہ محبوبیت، قربِ فرائض یہ ہے کہ بندہ اپنی ہستی کو بالکل مٹا دے، جس کو صوفیاء فنائے ذات سے تعبیر کرتے ہیں، یعنی انسان اپنا ارادہ مٹا دے خود محض آلہ بن جائے اور اللہ تعالٰی فاعل۔

"کما قال تعالٰی ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ"۔

''بلاشبہ اللہ تعالٰی نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو اس بات کے عوض خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی''۔

Marfat.com

2- قربِ نوافل:

قربِ نوافل سے وہ ترقی حاصل ہوتی ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔

"کما قال الرازی، ولما کان لانهایة لتزاید انوار المراتب لاجرم لانهایة لسفر العارفین فی المقامات العالیة القدسیة وذلك بحرلا ساحل له ومطلوب لانهایة له سبحان من اعطی تلك القربات لاولیائه"۔ ۶۵

"جب تزائد انوار مراتب کی انتہا نہیں تو عارفین کے سفر کی بھی مراتب عالیہ میں انتہا نہیں، یہ ایسا سمندر ہے جس کا کنارہ نہیں، اور یہ ایسا مطلوب ہے جس کی انتہا نہیں پاک ہے، وہ ذات جس نے اپنے اولیاء کو یہ قرب عطا فرمائے"۔

فائدہ: روح ان اجسام سے نہیں جو متفرق اور متمرق ہو جاتے ہیں، بلکہ یہ ایسے جوہر سے ہے جو ملائکہ سے بھی الطف ہے اور اس کا مسکن مافوق العرش عالم امر ہے مگر تعلق بدن سے اپنے اصلی وطن کو بھول جاتا ہے اور اس کی قوت پرواز یا تو بالکل ختم ہو جاتی ہے یا نہایت کمزور ہو جاتی ہے، جب کسی عارف کامل نے اسے اپنے وطن سے مانوس کرایا، ذکر الٰہی کی کثرت ہوئی اور اسم الظاہر والباطن اس کے پر بن گئے تو قوت پرواز لوٹ آئی اور روح انوار معرفت سے منور ہو گئی۔

"واشرقت علیها انوار لارواح السمانیة العرشیة المقدسة وفاضت علیها من تلك الانوار قویت طیرانها"۔

"اور جب روح پر انوار ارواح سمائیہ عرشیہ مقدسہ پر تو افگن ہوتے ہیں تو

ان کے فیضان سے اس کی قوت پرواز ترقی کرتی ہے (اور وہ اپنے وطن اصلی کی طرف مشتاقانہ پرواز کرنے لگتی ہے)''۔

3- درجہ محبوبیت:

عارف کو محبوبیت کا درجہ اس وقت حاصل ہوتا ہے جب اس کی آنکھوں میں اس کے کانوں میں، اس کے ہاتھ پاؤں میں، بلکہ تمام اعضاء جوارح میں غیر اللہ کا کچھ حصہ نہ رہے، اسی حدیث سے ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الروح میں یہ ثابت کیا ہے کہ اولیاء اللہ کا قلب صاف آئینہ بن جاتا ہے اور اس سے تمام چیزوں کو اپنی حقیقت پر دیکھتے ہیں۔

"فصار قلبه كالمراة الصافية تبدوا فيها صور الحقائق على ماهي عليه فلاتكاد تخطي له فراسته فان العبد اذا ابصر بالله ابصر على ماهو عليه فاذا سمع بالله سمعه على ماهو عليه"۔

''پس اس کا دل صاف آئینہ ہو جاتا ہے اور اس آئینہ صافی میں اشیاء کی حقیقی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس کی فراست خطا نہیں کرتی کیونکہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دیکھتا ہے، تو اس چیز کو اپنی اصلی صورت پر دیکھتا ہے اور جب سنتا ہے اسے اپنی اصل پر سنتا ہے''۔

فائدہ: اس کشف حقیقی کے علاوہ رویت اشکال کا مراقبہ بھی ثابت ہوا مگر اس قدر ترقی کر جانے کے باوجود طالب صادق اور عارف حقیقی مزید ترقی کا طالب ہی رہتا ہے۔

"وفي هذا الحديث ان العبد ولو بلغ اعلى الدرجات حتى يكون محبوب الله تعالى عزوجل لاينقطع عن

الطلب من اللہ تعالٰی لما فیہ من الخضوع لہ واظہار العبودیۃ"۔ ٦٦

''اس حدیث سے ثابت ہوا کہ بندہ خواہ کتنے بلند درجات تک پہنچ جائے، حتی کہ محبوب خدا بن جائے پھر بھی اللہ تعالٰی سے ترقی کا طالب ہی رہے گا، کیونکہ اس میں خشوع وخضوع اور اظہار عبودیت ہے (اور بندہ کے لیے انتہائی مقام عبودیت ہے)''۔

فائدہ: حدیث بخاری سے یہ امور ثابت ہوئے:

1- فرائض راس المال ہیں اور نوافل بمنزلہ منافع ہیں۔

2- جب تک قرب الفرائض حاصل نہ ہو قرب نوافل حاصل نہیں ہوتا، کیونکہ فرائض بمنزلہ بنیاد کے ہیں۔

3- قرب الٰہی ادائے فرائض ونوافل پر موقوف ہیں۔

4- اولیاء اللہ کو جو مناصب ملتے ہیں وہ قربِ الٰہی پر موقوف ہیں۔

5- قرب الٰہی کسی منصب پر موقوف نہیں۔

6- جو ولی اللہ منصب محبوبیت پر فائز ہوتا ہے وہ مستجاب الدعوات بن جاتا ہے۔

7- ولی اللہ سے دشمنی اور بغض رکھنے میں سوء خاتمہ کا خطرہ ہے۔

8- الہام صاحب الہام کے لیے حجت ہے بشرطیکہ کسی منصوص شرعی حکم کے مخالف نہ ہو۔

اولیاء اللہ کی پہچان:

ولایت کے دو ارکان ہیں جس میں یہ دونوں ارکان مستحق ہوگئے وہ ولی اللہ ہے۔

"کما قال الرازی قد یعرف کونہ ولیا فقد احتجوا علی

Marfat.com

صحة قولهم بان الولایة لها رکنان احدهما کونه فی الظاهر منقادا للشریعة والثانی کونه فی الباطن مستغرقا فی نور الحقیقة فاذا حصل الامر ان عرف الانسان حصولهما عرف لامحالة کونه ولیا"۔ ۱۷

''ولی کی پہچان یہ ہے اور اپنے قول کی صحت پر انہوں نے دلیل پیش کی ہے کہ ولایت کے دو رکن ہیں ایک یہ کہ ظاہر میں شریعت کا متبع ہو، دوسرا یہ کہ اس کا باطن نور حقیقت میں مستغرق ہو، جب یہ دونوں باتیں پائی جائیں تو انسان کو ان کے حصول کی معرفت ہو جائے تو لازماً وہ اللہ کا دوست ہوگا''۔

بعض نے اس سے اختلاف کیا ہے کہ عارف باللہ، زاہد و عابد، ملہم و مکاشف تو کہا جا سکتا ہے مگر ولی اللہ کہنا مشکل ہے کیونکہ یہ معلوم ہونا مشکل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے دوست قرار دیا ہے یا نہیں؟

مشکوٰۃ میں اولیاء کی پہچان یہ بتائی گئی ہے کہ:

"قال رسول اللہ ﷺ خیار عباد اللہ الذین اذاء و اذکر اللہ تعالیٰ"۔

''خدا کے اچھے بندے وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو خدا یاد آ جائے''۔

یہ علامت کچھ اس قسم کی نہیں کہ جو چاہے جس کے متعلق چاہے کہہ دے کہ ''حضرت کو دیکھ کر خدا یاد آ جاتا ہے''، اور ہر سننے والا اس پر یقین کر لے۔ بلکہ اس سلسلے میں حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''اولیاء شریعت کے ظاہر اور باطن کے موافق دعوت کرتے ہیں۔ اول مریدوں اور طالبوں کو توبہ اور انابت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ احکام شرعیہ کے بجا لانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ پھر ذکر الٰہی بتاتے ہیں اور تاکید کرتے ہیں کہ ہر وقت ذکر میں مشغول رہیں''۔

''ظاہر ہے کہ ولی کو اس دعوت کے لیے جو شریعت کے ظاہر و باطن سے تعلق رکھتی ہے، خوارق کی کیا ضرورت ہے پیری و مریدی اس دعوت سے مراد ہے، جس کا خوارق و کرامات سے تعلق اور واسطہ نہیں۔ وہ علامت جس سے اس گروہ کا سچا اور جھوٹا جدا ہو سکے یہ ہے کہ جو شخص شریعت پر استقامت رکھتا ہو اس کی مجلس میں دل کو حق تعالیٰ کی طرف رغبت و توجہ پیدا ہو جائے اور ماسوا کی طرف سے دل سرد ہو جائے وہ شخص سچا ہے''۔
(مکتوبات دفتر دوم مکتوب نمبر ۹۲)

اولیاء اللہ کی امتیازی شان:

صاحب تفسیر مظہری نے سورۃ ''سبا'' کی تفسیر کے سلسلے میں فرمایا:

"وقد یاتی علی بعض الاکابر حالة یخرج فیه من حیز الزمان فیری الماضی والمستقبل موجودا عندہ ویشھد علیه مارواہ الشیخان فی الصحیحین عن عبداللہ ابن عباسؓ قال انخسف الشمس علی عھد رسول اللہ ﷺ. فصلی رسول اللہ ﷺ والناس فقام قیاما طویلا۔ الی ان قال قالوا یا رسول ﷺ انا لأیناك تناولت شیئا فی مقامك ھذا ثم رأیناك تکعکعت فقال انی رأیت الجنة

Marfat.com

فتناولت منها عنقودا ولو اخذته لاكلتم منه مابقيت الدنيا الی ان قال لايقال لعل النبی رای صورة الجنة فی عالم المثال مثل مايری النائم فی المنام لان قوله ﷺ لو اخذته لاكلتم مابقيت الدنيا صريح فی انه ﷺ رای حقيقة النار والجنة دون مثالها"۔ ۲۸

"بعض اکابر پر کبھی ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہ قید زمان سے آزاد ہو جاتے ہیں اور ماضی و مستقبل کو اپنے سامنے دیکھتے ہیں اس پر صحیحین کی حدیث شاہد ہے کہ عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روای ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے عہد میں سورج گرہن لگا تو حضور ﷺ نے اور دوسرے لوگوں نے نماز خسوف پڑھی اور طویل قیام کیا، لوگوں نے دریافت کیا کہ ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ کسی چیز کو پکڑنے کے لیے آگے بڑھے پھر پیچھے ہٹے۔ آپ نے فرمایا میں نے جنت دیکھی جنت کے میوے سے ایک خوشہ پکڑنا چاہا اگر میں اسے پکڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک اسے کھاتے رہتے، یہاں یہ نہ کہا جائے کہ حضور ﷺ نے جنت کی مثالی صورت دیکھی جیسے آدمی خواب میں دیکھتا ہے، کیونکہ حضور ﷺ کا یہ فرمانا اگر میں اسے پکڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک اسے کھاتے رہتے صاف ظاہر کرتا ہے کہ حضور ﷺ نے حقیقی جنت و دوزخ کا مشاہدہ کیا صرف مثالی صورت نہیں دیکھی"۔

فوائد: ا۔ عارف قلب کی آنکھ سے ساری چیزیں دیکھتا ہے مثلاً منازلِ سلوک، بیت المعمور، بیعت العزۃ، سدرۃ المنتہیٰ، جنت، دوزخ، عرش، کرسی، لوح محفوظ، جنت

Marfat.com

کے ثمرات اور اس کی نہریں ملائکہ ارواح اور جنات وغیرہ اور ان کا دیکھنا حقیقت پر محمول ہوتا ہے ان اشیاء کی مثالی صورتیں نہیں ہوتیں۔

۲۔ اولیاء اللہ زمین پر ہوتے ہیں، مگر ان کی روح قید زمان و مکاں سے آزاد ہوتی ہے۔

اولیاء اللہ سے دشمنی اللہ سے دشمنی ہے:

یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ علم تابع معلوم کے ہوتا ہے اگر معلوم اعلیٰ اور عظیم ہے تو علم بھی عظیم ہوگا اس قاعدہ کی روشنی میں اس حقیقت پر غور کریں۔

وما خلقت الجن والانس الالیعبدون۔ (ای لیعرفون)

''میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں، یعنی میری معرفت حاصل کریں''۔

جب معرفت الٰہی حاصل ہوگئی تو مقصد تخلیق پورا ہوگیا پس ایسے مقبولین خدا جو غایت تخلیق کا مصداق ہیں ان سے دشمنی رکھنا کور باطنی کی دلیل ہے۔

ویکفی فی عقبوۃ المنکر علی الاولیاء قولہ فی الحدیث الصحیح من عادی لی ولیا فقد اذنتہ للحرب۔ ای اعلمتہ انی محارب لہ ومن حارب اللہ لایفلح ابدا وقد قال العلماء لم یحارب اللہ عاصیا الا المنکر علی اولیاء اللہ واکل الربوا وکل منہا یخشی علیہ حشیۃ قریبۃ جدا من سوء الخاتمۃ ولایحارب اللہ تعالٰی الا کافرا اقل عقوبۃ المنکر علی الصالحین ان یحرم برکتہم قالو یخشی

Marfat.com

علیه سوء الخاتمة وقال بعض العارفین من رایتموه یؤذی الاولیاء وینکر مواهب الاصفیاء فاعلموا انه محارب الله تعالٰی مبعد مطرود عن حقیقة قرب الله تعالٰی"۔ ۶۹

"منکرین اولیاء کے لیے وہی عذاب کافی ہے جو صحیح حدیث قدسی میں حضور ﷺ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے دشمنی کی اس سے میں اعلان جنگ کرتا ہوں یعنی میں نے اسے بتادیا کہ میں اس سے جنگ کروں گا جس نے خدا سے جنگ کی وہ کبھی نجات نہ پائے گا اور علماء امت نے کہا ہے کہ محارب خدا تعالیٰ صرف دو ہیں۔ ایک منکر اولیاء اور دوسرا سود خور، اور ان میں سے ہر ایک کے متعلق خطرہ ہے کہ ایمان ضائع کر کے مرے گا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ سے جنگ تو کافر ہی کرتا ہے اور بہت کم عذاب منکرین اولیاء کے لیے یہ ہے کہ ان کی برکت سے محروم ہیں اور سوء خاتمہ کا خوف ہے۔ بعض عارفین کا فرمان ہے کہ جب دیکھو کہ کوئی شخص ولی اللہ کو ایذا دیتا ہے اور برکات اصفیاء کا منکر ہے تو سمجھ لو کہ وہ خدا سے جنگ کرنے والا ہے اور قربِ الٰہی سے دور اور مردود ہے"۔

"وعن ابن عمر ان عمر خرج الی المسجد فوجد معاذ عند قبر النبی یبکی الی ان قال ومن عادی لی اولیاء الله فقد بارز الله بالمحاربة ان الله یحب الابرار الاتقیاء الاخفیاء الذین اذا غابو الم یفتقدوا وان حضر والم یعرفوا قلوبهم مصابیح الهدی یخرجون من کل غبراء

Marfat.com

مظلمة ای من کل فتنة جهالة"۔ •ے

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ مسجد کی طرف گئے اور حضرت معاذؓ کو حضور ﷺ کی قبر شریف کے پاس روتے ہوئے پایا اور کہا جس نے اولیاء اللہ سے دشمنی رکھی اس نے اللہ سے مقابلہ کیا اللہ تعالیٰ ایسے نیک متقی اور پوشیدہ رہنے والے لوگوں کو پسند فرماتا ہے جو اگر موجود نہ ہو تو ان کی تلاش نہیں کی جاتی اور اگر موجود ہوں تو انہیں پہچانا نہیں جاتا، ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں، وہ ہر اندھیرے سے باہر نکل چکے ہیں، یعنی ہر قسم کی جہالت اور اس کے فتنوں سے محفوظ ہیں''۔

فائدہ: اولیاء اللہ سے دشمنی رکھنے کے دو عظیم نقصان ہیں، اول دنیا میں ان کی برکت سے محرومی، دوم سوءِ خاتمہ کا خطرہ۔ یہ دونوں امور حدیث قدسی سے ثابت ہو گئے۔

☆☆☆

۱۳

ذکرِ الٰہی

ذکر مطلق منصوص ہے۔
نماز کے علاوہ بھی ذکر کی کوئی صورت ہے؟
تلاوتِ قرآن کے علاوہ بھی ذکر کی کوئی صورت ہے؟
ذکر کثیر مامور بہ ہے۔
ذکر کی مختلف صورتیں۔
ذکر قلبی افضل ہے۔
ذکر خفی کی فضیلت قرآن میں۔
ذکر خفی کی فضیلت حدیث میں۔
ذکر قلبی۔
اجتماعی ذکر۔

Marfat.com

ذکرِ الٰہی

ذکر مطلق منصوص ہے:

نصوص قرآنی سے ذکر الٰہی کا مامور بہ ہونا ثابت ہے، بیسیوں آیتیں موجود ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا حکم پایا جاتا ہے۔ اور یہ حکم کثرت کی قید سے ثابت ہے، البتہ کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے مطلق ہے۔ کمیت کے اعتبار سے مطلق ہونے سے مراد یہ ہے کہ ذکر کی کوئی مقدار یا حد مقرر نہیں۔ یعنی اتنی مقدار میں ذکر کیا جائے یا اتنا وقت ذکر کیا جائے اور کیفیت کے اعتبار سے مطلق ہونے سے مراد یہ ہے کہ کسی خاص حالت کی قید نہیں، یعنی انفرادی ہو یا اجتماعی، قیام ہو یا قعود یا اضطجاع، پس جس نوعیت کا ہو اور جس کیفیت سے ہو، سب عموم نص میں داخل ہے۔ لہٰذا کسی خاص حالت یا نوعیت پر اصرار کرنا یا اعتراض کرنا کہ یہ طریقہ بدعت ہے بیجا اعتراض ہے، ایسا اعتراض ذکر الٰہی سے مانع ہونے کے مترادف ہے، ایسے شخص کے لیے وعید موجود ہے۔

"الذین یصدون عن سبیل اللہ ویبغونھا عوجا ای الذین یصدون السالکین عن سبیل اللہ ای طریق الموصلة الیہ تعالٰی سبحانہ۔ ویبغونھا عوجا بان یصفونھا بما ینفر السالك منھا من الزیغ والمیل عن الحق کاھل

البدعتہ والریا"۔ ا کے

"صاحب روح المعانی نے اس آیت کی تفسیر یوں کی ہے جو لوگ سالکین کو اس طریق سے روکتے ہیں جو موصل الی الحق ہے اور اس میں کجی کا قصد کرتے ہیں، اس طرح کہ اس طریق کو اس رنگ میں بیان کرتے ہیں کہ سالک کو اس سے نفرت پیدا ہو جائے اور وہ طریق حق سے ہٹ جائے جس طرح بدعتی اور ریاکار کرتے ہیں"۔

ذکر الٰہی کے مطلق ثابت ہونے کے بعد یہ اعتراض بھی بے جا ہوگا کہ ذکر سے مراد صرف فرض نماز، تلاوت قرآن، تسبیح و تہلیل اور نوافل ہی ہیں، اور صوفیاء کا طریقہ ذکر جو مروجہ ضربات وغیرہ سے کیا جاتا ہے اس سے خارج ہے، چونکہ ذکر مطلق ہے، اس لیے تمام اذکار کی تمام صورتیں اسی کے افراد ہوں گے، نماز اور نوافل تلاوت قرآن استغفار، لا الہ الا اللہ، اللہ موجود یا صرف اللہ، یا درود شریف اسی مطلق ذکر کے افراد ہوں گے۔

نماز کے علاوہ بھی ذکر کی کوئی صورت ہے؟

نصوص قرآنی سے نہایت وضاحت سے ثابت ہے کہ فرائض اور نوافل کے علاوہ بھی ذکر کی کوئی صورت ہے کما قال تعالیٰ:

"فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشر وافی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکر واللہ کثیرا"۔ (الجمعہ)

"پس جب نماز پوری ہو چکے تو تم زمین میں چلو پھرو اور خدا سے روزی تلاش کرو اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو"۔

وقوله تعالیٰ:

"رجال لاتلهیهم تجارة ولا بیع عن ذکر الله واقام الصلوٰة"۔ (النور)

''یہ وہ لوگ ہیں جنہیں تجارت بیع وشریٰ اللہ کی یاد اور نماز سے غافل نہیں کرتی''۔

وقوله تعالیٰ:

"فاذا قضیتم الصلوٰة فاذکرو الله قیام وقعودا وعلی جنوبکم فاذا اطمأننتم فاقیموا الصلوٰة ان الصلوٰة کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا"۔ (النساء)

''پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کی یاد میں لگ جاؤ، کھڑے بھی اور بیٹھے بھی، اور لیٹے بھی اور جب مطمئن ہو جاؤ تو نماز کو قاعدے کے موافق پڑھنے لگو، یقیناً نماز مسلمانوں پر فرض ہے اور وقت کے ساتھ محدود ہے''۔

پہلی آیت سے یہ ثابت ہے کہ جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو کاروبار دنیا میں مشغول ہو جاؤ اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو۔ ظاہر ہے کہ دنیا کا کاروبار نماز سے جدا شے ہے، دوسری آیت میں ذکر الٰہی کے بعد نماز کا ذکر ہوا اور ان دونوں کو عطف اور معطوف کی صورت میں پیش کیا گیا۔ تیسری آیت میں اول اور آخر نماز کا بیان ہے، درمیان میں ذکر الٰہی کا بیان ہوا۔ اور ہر حالت میں ذکر کرنے کا حکم ہوا ہے جو نماز سے الگ ہے اور نماز اوقات سے مقید ہے اور ذکر الٰہی کے ساتھ بکثرت کی قید منافی اوقات ہے، کیونکہ اوقات کی ایک حد متعین ہے پس نماز کے علاوہ بھی ذکر الٰہی کی صورتیں ثابت ہو گئیں۔

Marfat.com

تلاوت قرآن کے علاوہ بھی ذکر کی کوئی صورت ہے؟

"قال رسول الله ﷺ علیك بتلاوت القرأن و ذکر الله عزوجل فانه ذکر لك فی السماء و نور لك فی الارض"۔ ۲ے

''حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تلاوت قرآن کو لازم پکڑ اور ذکر الٰہی کیا کر، کیونکہ اس سے آسمان میں تیرا ذکر ہوگا زمین میں تیرے لیے نور ہوگا''۔

یہ حضور ﷺ کی وصیت ہے جو آپ ﷺ نے حضرت ابو ذر غفاریؓ کو فرمائی اس سے ثابت ہوا کہ:

۱۔ تلاوت قرآن اور ذکر الٰہی میں عطف ہے جس سے تغائر ثابت ہوا، پس ذکر سے مراد تلاوت قرآن نہیں۔ کیونکہ قرآن کریم کا پڑھنا لفظ تلاوت یا قرأت کے ساتھ بولا جاتا ہے، ہاں ذات قرآن پر لفظ ذکر بولا جاتا ہے مگر تلاوت قرآن پر نہیں۔

۲۔ قرآن مجید تو ہر آدمی کو یاد نہیں ہوتا اور قرآن کریم کا یاد کرنا پورا پڑھنا فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں اور ذکر سب مسلمانوں پر فرض ہے، کیونکہ مامور بہ ہے۔

۳۔ ذکر مقید ہے کثرت سے جسے قرآن مجید نے تمام حالات میں لازمی قرار دیا ہے، اور تلاوت قرآن ہر حالت میں اور ہر وقت ممکن نہیں جیسے نیند، کاروبار، جنب بول و براز کی حالت میں۔

۴۔ ذکر کی غرض و غایت وصال مسمّٰی ہے کہ ذکر اسم درمیان سے اٹھ جائے اور مسمّٰی دل میں رہ جائے مگر قرآن میں قصص، امثال، احکام، عبادات و معاملات کا ذکر ہے اور قرآن کی تلاوت سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ احکام سمجھے جائیں، یہ نہیں کہ مسمّٰی ہی دل میں رہ جائے اور احکام اٹھ جائیں۔

Marfat.com

مذکورہ بالا نمبر ۴ کے سلسلے میں یہ آیت قابل غور ہے:

اذکر ربك فی نفسك ای فی قلبك۔ (روح المعانی)

پس جب ذکر سے مراد ذکر روحی قلبی لیا جائے گا تو اس سے مراد قرآن نہیں ہوسکتا، کیونکہ قرآنی احکام کی تلاوت کا تعلق زبان سے قرأت کرنے سے ہے خواہ نماز میں کی جائے یا نماز سے خارج اور صرف قلب سے قرآن کی تلاوت کرنے سے نماز ادا نہ ہوگی۔

سوال: جب آپ ذکر کو مطلق پر محمول کرتے ہیں تو یہاں ذکر قلبی سے کیوں مقید کرتے ہیں؟

الجواب: ہم نے محض ارخائے عنان کے طور پر کہا تھا کہ لوگ ذکر کو کثرت نوافل اور نمازوں پر ہی محمول کرتے ہیں تو باقی اذکار کو بدعت کیوں کہتے ہیں؟ حالانکہ تمام اذکار عموم نص میں داخل ہیں۔ پھر ہم نے تخصیص بھی قرآن سے بتا دی کہ اس سے مراد صرف نماز نہیں۔ گو نماز افضل اور اعلیٰ ذکر ہے پھر ذکر قلبی قرآن کی نص سے ثابت کیا اور یہ کہ ہر حال میں صرف ذکر قلبی ہی ممکن ہے، تلاوت قرآن اور نماز ممکن نہیں۔

ذکر کثیر مامور بہ ہے:

قرآن مجید میں جہاں ذکر الٰہی کا حکم دیا گیا ہے اکثر مقامات پر اس کے ساتھ کثیر کی صفت موجود ہے۔ مثلاً

۱۔ یا ایھا الذین امنوا اذکر اللہ ذکراً کثیرا۔ (الاحزاب)

۲۔ والذاکرین اللہ کثیرا۔ (الاحزاب)

Marfat.com

۳۔ لمن كان يرجوا الله واليوم الاخر وذكر الله كثيرا۔ (الاحزاب)

۴۔ یاایھا الذین اموا اذا لقیتم فئة فاثبتو واذکر والله کثیر لعلکم تفلحون۔ (الانفال)

ا۔ ''اے اہل ایمان تم اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کیا کرو''۔

۲۔ ''اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد''۔

۳۔ حضور ﷺ کا عمدہ نمونہ اس شخص کے لیے جو روز آخرت سے ڈرتا ہو اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرتا ہو''۔

۴۔ ''اے اہل ایمان جب تم کو کسی جماعت سے مقابلہ سے اتفاق ہوا کرے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرو امید ہے کہ تم کامیاب ہو''۔

ابن کثیر نے اذکروالله کثیرا کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''عن ابن عباسؓ فی قوله تعالٰی اذكروالله ذكرا كثيرا ان الله تعالٰی لم يفرض على عبادة فريضة الاجعل لها حدا معلوما ثم عذر اهلها فی حال العذر غير الذكر فان الله تعالٰی لم يجعل له حدا ينتهی اليه ولم يعذر احدا فی تركه الامغلوبا على تركه فقال اذكروا الله قياما وقعودا وعلى جنوبكم بالليل والنهار فی السر والعلانية فی البر والبحر فی السفر والحضر والغنی والفقر والسقم والصحة وعلى كل حال''۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، نے اس مذکورہ آیت کی تفسیر فرمائی کہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی ایسی عبادت فرض نہیں فرمائی جس کی حد مقرر نہ ہو اور اس میں ایک معذور آدمی کا عذر قبول نہ فرمایا ہو مگر ذکر الٰہی ایسی عبادت ہے جس کی کوئی حد مقرر نہیں فرمائی اور نہ کسی کو ترک ذکر پر معذور فرمایا، ہاں جو مغلوب الحال ہو اس کا معاملہ جدا ہے، اور فرمایا اللہ کا ذکر کرو، کھڑے ہو، بیٹھے ہو یا لیٹے ہو، رات ہو یا دن، دل سے ہو یا زبان سے، خشکی پر ہو یا سمندر میں، سفر میں ہو یا حضر میں خوشحال ہو یا عسیر الحال، تندرست ہو یا بیمار ہر حال میں ذکر کرو۔ (اکل وشرب جب وطہر۔ بیع و شری، خواب و بیداری)۔

ذکر کی مختلف صورتیں:

ذکر الٰہی کی تین صورتیں ہیں:

اول لسانی جہری بلند آوازی، دوم ذکر لسانی سری، سوم ذکر قلبی روحانی، قسم اول باتفاق علماء بدعت ہے۔ ہاں ضرورت کے مقامات خارج ہیں جیسے اذان، تکبیر، خطبہ وغیرہ۔

"اجمع العلماء علی ان الذکر سر ھوالافضل والجھر بدعة الا فی مواضع المخصوصة مست الحاجة فیھا"۔ [۴۷]

ذکر قلبی افضل ہے:

"الثالث الذکر الخفی بالقلب والروح والنفس وغیرھا الذی لامدخل فیہ للسان وھوالذکر الخفی الذی لایسمعہ الحفظة اخرج ابو یعلی عن عائشةؓ قالت قال رسول اللہ ﷺ لفضل الذکر الخفی الذی لایسمعہ الحفظة سبعون ضعفا اذا کان یوم القیمتہ وجمع اللہ

الخلق لحسابھم وجائت الحفظة بما حفظوا و کتبوا فیقول لھم انظر وھل بقی له شیئی فیقولون ماتر کناشیاء مما علمناہ وحفظناہ الاوقد احصینه و کتبناہ فیقول تعالیٰ ان له حسنته لاتعلمه واخبرك به ھوا الذکر الخفی قلت وھذا الذکر لاانقطاع لھا ولا فتورلھا"۔ ۵؎

''سوم قلب اور روح کے ساتھ ذکر خفی ہے۔ یہ وہ ذکر ہے جس میں زبان کو کوئی دخل نہیں، اور جسے کاتبین بھی نہیں سن سکتے۔ امام ابو یعلی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس ذکر خفی کو ملائکہ کاتبین سن نہیں سکتے اسے غیر ذکر خفی پر ستر گناہ زیادہ فضیلت ہے۔ قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ مخلوق کو حساب کے لیے جمع کرے گا اور کاتبین اپنی تحریریں پیش کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ دیکھو اس کی کوئی نیکی رہ تو نہیں گئی، وہ عرض کریں گے ہمیں جو معلوم ہوا سب لکھ لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کی ایک نیکی ایسی ہے جو تم نہیں جانتے وہ ذکر خفی ہے، میں کہتا ہوں کہ ذکر خفی نہ منقطع ہوتا ہے نہ اس میں فتور آتا ہے''۔

ذکر خفی کی فضیلت قرآن میں:

قال تعالیٰ: اذنادیٰ ربه نداءً خفیا وفی ھذہ الایة ذکر اللہ تعالیٰ عبدہ صالحا ورضی عنه ۶؎

''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نیک بندے کو یاد فرمایا اور اس کے اس فعل یعنی مخفی یاد کرنے کو پسند فرمایا:

وقوله تعالیٰ واذکر ربك فی نفسك تضرعا وخیفة الخ

Marfat.com

اسی آیت کی تفسیر میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو تبلیغ وحی کا حکم دینے کے بعد متصل ہی اس آیت میں حکم دیا۔

"بان یذکر ربہ فی نفسہ والفائدۃ فیہ ان انتفاع الانسان بالذکر انما یکسل ذاوقع الذکر بھذہ الصفۃ لانہ بھذا الشرط اقرب الی الاخلاص والتضرع"۔ ۷ے

"کہ آپ ﷺ اپنے پروردگار کو دل میں یاد کریں، اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ آدمی ذکر سے مکمل طور پر مستفید اس صورت میں ہوسکتا ہے جب ذکر میں یہ صفت پیدا ہو جائے کیونکہ اس شرط (یعنی ذکر قلبی) سے ذکر کرنا، اخلاص اور تضرع سے زیادہ قریب ہے"۔

فائدہ: ذکر خفی مبتدی کو ریا وسمعہ سے محفوظ رکھتا ہے اور منتہی کے لیے ماسوائے اللہ کی محبت سے انقطاع کل اور فنا فی المذکور کا فائدہ دیتا ہے، جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

من عرف اللہ کل لسانہ اور تفسیر ابی المسعود میں ہے کہ:

"وھو عام فی الاذکار کافۃ فان الاخفاء ادخل فی الاخلاص واقرب من الاجابۃ"۔ ۸ے

"اخفاء تمام اذکار کے لیے عام ہے، کیونکہ اخفاء (ذکر خفی) میں اخلاص کا عنصر سب سے زیادہ ہے اور قبولیت کے اعتبار سے اقرب ہے"۔

فائدہ: ا۔عبادت کی قبولیت کا انحصار اخلاص پر ہے اور ذکر خفی میں سب سے زیادہ اخلاص پایا جاتا ہے۔

Marfat.com

۲۔ عبادت کا مقصود قبولیت ہے اور اخفاء اقرب الی المقصود ہے یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام کی اکثریت نے ذکر خفی پر مواظبت کی ہے اور جن سلسلوں میں سالک کی تربیت کے لیے ذکر جہر لسانی کرایا جاتا ہے وہ صرف مبتدی کے لیے ہے اور منتہی کے لیے ان کے ہاں بھی ذکر خفی پر ہی زور دیا جاتا ہے۔

ذکر خفی کی فضیلت حدیث میں:

"عن ابی سعیدن الخدری قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول خیر الذکر الخفی"۔ ۷۹

"ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ بہتر ذکر، ذکر خفی ہے"۔

"وعن سعد ابن ابی وقاص سمعت رسول اللہ ﷺ یقول خیر الذکر الخفی"۔ ۸۰

"حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے سنا کہ بہترین ذکر ذکر خفی ہے۔

گو ذکر مطلق مامور بہ ہے، مگر ہم نے قرآن وحدیث سے متوارث اور متعامل ذکر کو لیا، جو بطور میراث ہمیں سلف صالحین اور صوفیاء عارفین سے ملا ہے اور جس کے افضل ہونے پر قرآن وسنت سے واضح دلائل ملتے ہیں۔ ہم حفظ مراتب کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ فرائض کو راس المال سمجھتے ہیں اور نوافل کو بمنزلہ منافع جانتے ہیں اور اذکار میں سب سے افضل ذکر قلبی کو سمجھتے ہیں اور یہ قرآن وسنت کے عین مطابق ہے۔ تزکیہ نفس اسی سے حاصل ہوتا ہے اور تزکیہ قلب ہی حقیقی کامیابی کا ضامن ہے۔

Marfat.com

"کما قال اللہ تبارك و تعالٰی ان الذین اتقوا اذا مسھم
طائف من الشیطن تذکروا فاذاھم مبصرون۔ ای اذا مسھم
الشیطن بالوسوسۃ والتشویش وارسال الستور وارخاء الحجاب
علی القلب تذکرواللہ تعالٰی وذکر واسمہ ثم اذا تذکروا یرد
اللہ عنھم ویرفع حجبہ ویبصر قلب الذاکر۔

"یقیناً جولوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے
آجاتا ہے تو یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکا یک ان کی آنکھیں کھل جاتی
ہیں"۔ یعنی جب متقی لوگوں کو شیطان کی طرف سے وسوسہ اور پریشانی
ہوتی ہے، وہ ان کے دل پر پردے ڈال دیتا ہے تو اس وقت وہ لوگ اللہ کو
یاد کرتے ہیں اور اللہ کے نام کو یاد کرتے ہیں تو اللہ تعالٰی ان کے دل پر
سے پردے اٹھا دیتا ہے اور ذاکر کا دل دیکھنے لگتا ہے"۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ ذکر الٰہی موقوف ہے تقوے پر اور تقویٰ باب ہے ذکر الٰہی کا اور ذکر الٰہی باب ہے کشف کا۔ اور کشف باب ہے فوز کبیر کا جو معرفت الٰہی ہے، شیطان تو اپنے داؤ استعمال کرتا ہے مگر اس کی تدبیریں کمزور ہیں، بشرطیکہ مقابل میں بندہ خدا ہو، بندہ ھویٰ نہ ہو، کما قال تعالٰی ...... ان کید الشیطن کان ضعیفا۔

فائدہ : شیطان کا فسوں ذکر الٰہی سے فوراً دفع ہو جاتا ہے اور اللہ والوں پر اس کا تسلط نہیں ہوتا۔

ذکر قلبی:

ذکر الٰہی اور ذکر کثیر کے لیے قرآن مجید میں متعدد آیات ملتی ہیں، کہیں ذکر

Marfat.com

اسم ذات کی تاکید ہے کہیں ذکر قلبی کی تلقین کی گئی ہے جو ذکر کثیر اور ذکر دائمی کی واحد صورت ہے بالخصوص یہ آیت ذکر کی جامع خصوصیات کی حامل ہے۔

واذکر ربك فی نفسك تضرعا وخیفة ودون الجھر من القول بالغدو والاصال ولاتکن من الغافلین۔

''اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو دل میں گڑگڑاتا اور ڈرتا اور پکار سے کم آواز بولنے میں، صبح اور شام کے وقتوں اور مت رہ بے خبر''۔

اس آیت کی تفسیر مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ سے نفحۃ العنبر من ہدی الشیخ انور کے صفحہ ۱۳۵ پر یوں فرمایا ہے۔

قال شیخ انور رحمة الله علیه:

''انور لانخرج فیه عن اللفظ وعنوانه الی غیرہ فھو فی الذکر لا الصلوۃ وان کانت ذکرا قوله واذکر ربك الظاھر المرادبه ذکرہ فی القلب ولعله لذالم یقل واذکر اسم ربك وقال تضرعا وخیفة ولم یقل خفیة۔ فالخیفة من عقابه امر فی القلب کما قال انما المؤمنون الذین اذا ذکر الله وجلت قلوبھم وعند الترمذی من ابواب صفة جھنم عن انس عن النبی ﷺ قال یقول الله اخرجوا من فی النار من ذکر نی یوما وخافنی فی مقام ھذا حدیث حسن''۔

''شیخ انور رحمۃ اللہ نے فرمایا: ہم قرآن کی اس آیت کے لفظ سے باہر نہیں جاتے اور نہ اس کے عنوان سے کسی غیر معنی کی طرف جاتے ہیں۔ پس اس

Marfat.com

امر سے مراد ذکر ہے نہ کہ نماز، اگرچہ نماز بھی ذکر ہے۔اور واذکر ربک سے ظاہر مراد ذکر قلبی ہے لسانی نہیں۔ نماز تو ذکر لسانی ہے، شاید اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے واذکر اسم ربک نہیں فرمایا اور فرمایا: تضرعا وخیفة اور خفیہ نہیں فرمایا۔ خوف دل کا فعل ہے اور از قبیل عقاب ہے یعنی خوف، جیسے فرمایا مومن وہ ہیں جن کے سامنے خدا کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔ اور ترمذی شریف کی حدیث صفت ابواب جہنم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس شخص کو آگ سے نکال دو جس نے صرف ایک دن مجھے یاد کیا، یا وہ میرے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا"۔

اس آیت اور اس کی تفسیر سے ثابت ہوا کہ:

1- ذکر سے مراد ذکر قلبی ہے۔

2- ذکر جہری لسانی کے مقابلہ میں ذکر قلبی کو فضیلت حاصل ہے۔

3- ترمذی کی حدیث سے ظاہر ہے کہ ذکر دوزخ کی آگ سے نجات دلانے والا ہے۔

4- اللہ تعالیٰ نے صبح وشام ذکر کرنے کا حکم دیا۔

5- صبح وشام ذکر نہ کرنے والا خدا سے غافل ثابت ہوا۔

ہمارے سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں جو ذکر کرایا جاتا ہے وہ ذکر قلبی ہے اور صبح وشام ذکر کرایا جاتا ہے، اور اس آیت پر ہمارا پورا پورا عمل ہے۔

اجتماعی ذکر:

فیض الباری ۲: ۳۱۵ پر درج ہے کہ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مصر میں مجلس ذکر قائم کی تھی۔

Marfat.com

"ثم اندرست ثم اندرست تلك المجالس حتى جاء السيوطي رحمة الله وشرع ثم انقطعت بعده بالكلية"۔

"پھر یہ مجلس نابود ہوگئی، پھر امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانے میں قائم کی۔ پھر ان کے بعد منقطع ہوگئی"۔

معلوم ہوا کہ متقدمین محدثین مجالس ذکر قائم کرنے کا اہتمام کیا کرتے تھے، اور فیض الباری ۲: ۳۶۲ پر ہے کہ نمازوں کے بعد سلف صالحین میں یہ دستور تھا کہ مجلس ذکر قائم کرتے تھے۔

فالسنة الخاصة في ذلك قاضية على عموم الاحاديث في الاذكار بعد الصلوٰة وفي المدخل لابن الحاج المالكي ان المالكي ان السلف الصالحين كانوا يحسبون بعد الصبح والعصر في المسجد لهم زمزمة ودوى كدوى النحل"۔

"اس ذکر میں جو خاص سنت ہے وہ اس امر کی متقاضی ہے وہ نمازوں کے بعد عام حدیثوں سے ثابت ہے اور مدخل ابن حاج مالکی میں ہے کہ سلف صالحین یعنی صحابہ تابعین نماز فجر اور عصر کے بعد مسجد میں حلقہ ذکر کرتے تھے ان کے ذکر کی آواز شہد کی مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح ہوتی تھی"۔

ذکر کی یہ صورت ذکر خفی ہے یا پاس انفاس، جس کا نقشبندیہ کے ہاں خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

(۱۴)

حلقۂ ذِکر

اجتماعی ذکر کا ثبوت۔

حدیث سے اس کی تائید۔

مجالس ذکر قائم کرنے کا حکم۔

صوفیاء کا معمول قرآن وسنت پر مبنی ہے۔

قرآن کریم سے حلقہ ذکر کا ثبوت۔

Marfat.com

حلقۂ ذکر

گزشتہ باب میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ ذکر الٰہی کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے مطلق ہے اس اصول کے پیشِ نظر صوفیاء کرام نے ضرورت، مناسبت، موزونیت اور افادیت کے اعتبار سے جو صورت بہتر سمجھی اسے اختیار کر لیا۔ کہیں انفرادی طور پر ذکر کرنے کی تلقین کی۔ کہیں اجتماعی ذکر کی صورت اختیار کی۔ مگر بعض نادان لوگ اجتماعی ذکر اور حلقہ ذکر کو بدعت کہہ دیتے ہیں، حالانکہ مذکورۃ الصدر اصول کی بناء پر اسے بدعت کہنا غلطی ہی نہیں بلکہ خود ایک بدعت ہے۔

اجتماعی ذکر کا ثبوت:

"قال تعالٰی واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي يريدون وجهه"۔

"اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجیے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لیے کرتے ہیں"۔

اس آیت کے حصہ مع الذین سے اجتماعی ذکر اور حلقہ ذکر کا ثبوت ملتا ہے حضور اکرم ﷺ کو بھی ان کی معیت کا حکم ملا ہے، اس سے ذکر اجتماعی کی فضیلت بھی ظاہر ہو گئی۔

حدیث سے اس کی تائید:

"عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ ان لله ملائكة يطوفون في الطريق يلتمسون اهل الذكر فاذا وجدوا

Marfat.com

قوما یذکرون اللہ تنادوا ھلموا الی حاجتکم فیحفونھم باجنحتھم الی السماء الدنیا الی ان قال فیقول تعالٰی اشھدکم انی قد غفرت لھم قال فیقول ملك من الملائکۃ فیھم فلان لیس منھم انما جاء لحاجتہ قال ھم الجلساء لایشقی جلیسھم"۔ ۸۱

''حضور ﷺ نے فرمایا کہ ملائکہ اہل ذکر کو تلاش کرتے پھرتے ہیں جہاں کہیں انہیں ذاکرین کی کوئی جماعت مل جاتی ہے اپنے ساتھیوں کو بلاتے ہیں کہ یہ ہے وہ چیز جس کی تمہیں تلاش ہے۔ چنانچہ وہ ملائکہ ذاکرین کو آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان لوگوں کو بخشش دیا ہے، پھر ان میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ فلاں آدمی تو اہل ذکر سے نہیں، وہ تو اپنے کام کے لیے آیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ایسی مجلس ہے جس میں بیٹھنے والا بدبخت نہیں رہ سکتا''۔

فوائد: ۱۔ اس روایت سے ثابت ہوا کہ مجالس ذکر قائم کرنا ایسا محمود عمل ہے کہ ملائکہ کرام مجالس ذکر کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں، کیونکہ ملائکہ اور ذاکرین میں مناسبت ہے جیسا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

۲۔ ذکر الٰہی ایسی عبادت ہے جس پر مغفرت کا اعلان کیا جاتا ہے کسی اور عبادت پر نہیں۔

۳۔ وسیلہ صلحاء اور صحبت مشائخ کا محمود ہونا ثابت ہوا۔ ذاکرین کی جماعت میں شمولیت سے بھی بدکار نجات حاصل کر لیتا ہے۔

۴۔ اولیاء کی ذرا سی محبت ایماندار آدمی کو جنتی بنا دیتی ہے۔

Marfat.com

مجالس ذکر قائم کرنے کا حکم:

"عن ابی زرین انه قال له رسول الله ا الا ادلك علی ملاك
هذا الامر الذی تصیب فیه خیر الدنیا والاخرة علیك
بمجالس اهل الذکر"۔ ۸۲

"حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں ایسے بہترین عمل کی خبر نہ دوں جس
سے تم دنیا وآخرت کی بھلائی سمیٹ لو۔ سنو! مجالس ذکر کو لازم پکڑو"۔

فائدے: ۱۔ مجالس ذکر کی تلاش اور ان میں شامل ہونا مؤکد بتاکید ہے۔
۲۔ مجالس ذکر دین ودنیا کی کامیابی کا ذریعہ ہیں۔
۳۔ ذکر الٰہی سے رحمت الٰہی کا نزول اور اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے۔

ولنعم ماقیل:

انا من الرجال لایخلف جلیسهم
ریب الزمان ولایری مایرهب

صوفیاء کا معمول قرآن وسنت پر مبنی ہے:

"واوراد الصوفیة التی یقرء ونها بعد صلوة علی حسب
عاداتهم فی سلوکهم لها اصل اصیل فقدروی "البیهقی۔
عن انس ان النبی ﷺ قال لانی اذکر الله مع قوم بعد
صلوة الفجر الی طلوع الشمس احب الی من الدنیا وما
فیها ولانی اذکر الله تعالٰی بعد صلوٰة العصر الی ان تغیب

الشمس احب الی من الدنیا وما فیها"۔

"ورروی ابو داود عنه انه ﷺ قال لانی اقعد مع قوم یذکرون الله تعالٰی من صلوٰة الغداوة حتی تطلع الشمس احب الی من ان اعتق اربعة من ولد اسمعیل ولانی اقعد مع قوم یذکرون الله من صلوٰة العصر الی ان تغرب الشمس احب الی من ان اعق اربعة"۔

"وروی ابو نعیم انه صلی الله علیه وسلم قال مجالس الذکر تنزل علیهم السکینة وتحف بهم الملائکة وتغاشهم الرحمة ویذکرهم الله تعالٰی۔

"وروی احمد و مسلم انه ﷺ قال لایقعد قوم یذکرون الله تعالٰی الاحفت بهم الملائکة وغشیتهم الرحمة ونزلت علیهم السکنیة وذکرهم الله تعالٰی فیمن عنده"۔

"واذا ثبت ان لما یعتاده الصوفیه من اجتماعهم علی الاذکار والا وارد بعد الصبح وغیره اصلاصحیحا من السنة وهو ماذکر فلا اعتراض علیهم فی ذالك"۔ ۸۳؎

''صوفیاءکرام جواوراد ووظائف اپنے معمول کے مطابق نمازوں کے بعد پڑھتے ہیں ان کی اصل صحیح موجود ہے''۔

''بیہقی نے حضرت انسؓ کی روایت بیان کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ چیز مجھے دنیاومافیہا سے زیادہ محبوب ہے کہ ذاکرین کے ساتھ صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک اور عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک

Marfat.com

ذکرالٰہی کیا کروں''۔

''اورابوداؤد میں حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ذاکرین کے ساتھ مل کر صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک ذکر کرنا مجھے اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام سے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسند ہے، اور نمازِ عصر کے بعد غروب آفتاب تک ان کے ساتھ ذکر کرنا چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے''۔

''ابونعیم نے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجالس ذکر پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے، وہ انہیں اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں، اوران پر نزول سکینہ ہوتا ہے اوران پر اللہ کی رحمت سایہ کرلیتی ہے اور اللہ انہیں یاد کرتا ہے''۔

''اورامام احمد اور مسلم نے بیان کیا کہ جب کچھ لوگ ذکر الٰہی کے لیے بیٹھتے ہیں فوراً ہی ملائکہ انہیں اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں، اوران پر نزول سکینہ ہوتا ہے۔ اور اللہ کی رحمت برستی ہے، اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کا ذکر اپنے مقربین میں فرماتا ہے''۔

''جب یہ ثابت ہوگیا کہ صوفیائے کرام کے صبح وشام کے معتاد اجتماع اور اذکار و اوراد کی اصل سنت صحیح سے ثابت ہے اور اس کا ہم نے ذکر کر دیا ہے تو ان پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا''۔

اس باب کی ابتداء میں جو آیت ہم نے پیش کی تھی اس کی جامع اور مکمل تفسیر فتاویٰ الحدیثیہ کی مذکورۃ الصدر عبارت سے ثابت ہوگئی اور حلقہ ذکر کی اصل قرآن و حدیث سے ثابت ہوگئی۔

قرآن کریم سے حلقہ ذکر کا ثبوت:

تفسیر ''کلام الملوک''ملوک الکلام'' میں زیر آیت:

"انا سخرنا الجبال معه یسبحن بالعشی والا شراق والطیر محشورۃ بعد مایحمل علی التسبیح القالی کام ھو ظاھر القرآن ومؤید بکشف کثیر من اھل اللہ تعالٰی یؤخذ امران الاول الاجتماع علی الذکر: تنشیطا للنفس وتقویۃ للھمۃ وتعاکس برکات الجماعۃ من بعض علی بعض والثانی مؤصحۃ مایتخیل فی بعض الاشغال من اشتغال کل مافی العالم بالذکر ولہ تاثیر عجیب فی جمع الھمۃ وقطع الخطرات"۔

آیت قرآنی کی تفسیر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حلقہ ذکر یعنی اجتماعی صورت میں ذکر کرنا مؤید بالقرآن ہے، اور صاحب تفسیر نے حلقہ ذکر کے فوائد کی بھی نشان دہی کر دی۔ ان میں سے نشاط اور تقویت کا احساس تو عام ہے مگر تعاکس برکات کا مشاہدہ صرف اہل نظر کو ہی ہوسکتا ہے اور مجموعی طور پر اس کی "عجیب تاثیر" کی کیفیت الفاظ کے ذریعے بیان نہیں ہوسکتی اور جو لوگ الفاظ سے کھیلتے ہیں انہیں ان کیفیات کا علم ہو تو کیونکر لہٰذا اپنی محرومی کو چھپانے کے لیے انکار کا سہارا لیتے ہیں۔

قصر گر کند برا ایں طائفہ طعن قصور
حاشا للہ کہ برآرم بزبان ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ ایں سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

☆☆☆

Marfat.com

۱۵

فضیلت ذکر الٰہی

ذکر الٰہی تمام عبادات سے افضل ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر الٰہی کو سب سے افضل عبادت فرمایا۔

ذکر الٰہی جانی اور مالی عبادتوں سے افضل ہے۔

ذکر الٰہی مومن کے لیے ایک قلعہ ہے۔

ذکر الٰہی سے غفلت۔

Marfat.com

فضیلت ذکر الٰہی

ذکر الٰہی تمام عبادات سے افضل ہے:

قرآن مجید میں ذکر الٰہی کے صلہ میں ایک ایسی نعمت کا وعدہ کیا گیا ہے جس سے بڑی نعمت مومن کے لیے اور کوئی نہیں ہوسکتی قال اللہ تعالٰی "فاذکرونی اذکرکم" یہ وعدہ صرف ذکر الٰہی کے ساتھ مختص ہے اور ظاہر ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ یاد کرے اس سے زیادہ خوش نصیب کون ہوسکتا ہے؟ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا کہ ولذکر اللہ اکبر واقعی اگر ذکر الٰہی سب سے بڑی نعمت نہ ہوتی تو اس کے صلے میں اذکرکم کی نعمت غیر مترقبہ کیوں کر مل سکتی تھی؟

حضور اکرم ﷺ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے:

"عن عائشۃؓ قالت کان النبی ﷺ یذکر اللہ علی کل احیانہ"۔ (رواہ مسلم باب مخالطتہ الجنب)

"حضور مقبول ﷺ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے"۔

فائدہ: لفظ "احیان" جمع ہے اور قاعدہ ہے کہ اضافت جمع کی اپنے مابعد کی طرف استغراق حقیقی کا فائدہ دیتی ہے پھر اس پر محیط الافراد لفظ "کل" بھی داخل ہے۔ لہٰذا تمام اوقات میں آپ ذکر الٰہی کرتے تھے اور تمام اوقات میں بول و براز، جماع اکل و

Marfat.com

شرب، نینداور دوسرے مشاغل بھی شامل ہیں۔

کما قال اللہ تعالیٰ۔ ان لك فی النهار سبحا طویلا۔

کل احیان میں ذکر کرنے سے مراد ذکر قلبی ہی ہو سکتا ہے اور استغراق حقیقی کی وجہ سے اپنے اوقاف میں ذکر لسانی کو بھی شامل ہوگا، خیال رہے کہ یہاں استغراق عرفی یا اضافی نہیں کیونکہ قرینہ مخالطتہ الجنب موجود ہے چونکہ ایسی حالت میں ذکر لسانی ناجائز ہے اس لیے لازماً ذکر قلبی مراد ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر الٰہی کو سب سے افضل عبادت فرمایا:

"عن ابی سعیدن الخدری ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم سئل ای العبادة افضل درجة عندالله یوم القیٰمة قال الذاکرون الله کثیرا قلت یارسول الله ومن الغازی فی سبیل الله عزوجل قال لو ضرب بسیفه فی الکفار والمشرکین حتی ینکسر ویختضب وما کان الذاکرون الله افضل منه"۔ [۸۴]

(رواه الترمذی)

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سی عبادت اللہ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے افضل ہوگی؟ فرمایا! اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے والوں کا درجہ سب سے بلند ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ کیا مجاہد فی سبیل اللہ سے بھی؟ فرمایا اگر مجاہد فی سبیل اللہ کفار اور مشرکین پر تلوار چلائے حتیٰ کہ تلوار ٹوٹ جائے اور وہ خون سے لتھڑ جائے، تب بھی اللہ کا ذکر کرنے والے افضل ہیں"۔

Marfat.com

ذکر الٰہی جانی اور مالی عبادتوں سے افضل ہے:

"عن ابی الدرداء قال قال رسول الله ﷺ الا انبئکم بخیر اعمالکم وازکھا عند ملیککم وارفعھا فی درجاتکم وخیرلکم من انفاق الذھب والورق وخیرلکم من تلقوا لکم من تلقوا عدوکم فتضربوا اعناقھم قالو بلی یارسول الله ﷺ قال ذکر الله تعالیٰ قال الحاکم فی کتابه المستدرک علی الصحیحین ھذا حدیث صحیح الاسناد"۔ ۸۵؎

"حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جو سب سے افضل ہو، جس کا ثواب اللہ کے ہاں سب سے زیادہ ہو جو تمہارا درجہ سب سے بلند کر دے اور وہ عمل کرنا سونا چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ پسندیدہ ہو اور جو دشمنوں کے خلاف جنگ کرنے اور انہیں قتل کرنے سے بھی افضل ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ ضرور فرمایئے، فرمایا اللہ کا ذکر سب سے افضل ہے"۔

ذکر الٰہی مومن کے لیے ایک قلعہ ہے:

"قال النبی ﷺ أمر کم بذکر الله کثیرا ومثل ذلک کمثل رجل طلبه العدو سراعا فی اثره حتی یاتی حصنا حصینا فاحرز نفسه فیه وکذالک للعبد لاینجوا من الشیطن الابذکر الله"۔

Marfat.com

''حضور ﷺ نے فرمایا میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو، اس کی مثال ایسی ہے کہ آدمی کے تعاقب میں دشمن تیزی سے آ رہا ہو اور وہ آدمی اس سے بچنے کے لیے قلعہ میں پناہ گزیں ہو جائے اسی طرح شیطان کے حملے سے بچنے کی صرف ایک صورت ہے اور وہ اللہ کا ذکر ہے''۔

ذکر الٰہی سے غفلت شیطان کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے مترادف ہے:

"قال تعالٰی ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض له شیطانا فهوله قرین"۔ (الزخرف)

"وقوله تعالٰی استحوذ علیهم الشیطن فانسهم ذکر الله اولئك حزب الشیطن"۔ (المجادله)

''جو شخص ذکر الٰہی سے آنکھ چرالے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں سو وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے''

''ان پر شیطان نے پورا تسلط کر لیا ہے سو اس نے ان کو خدا کی یاد بھلا دی۔ یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں''۔

ان دونوں آیتوں سے واضح ہو گیا کہ اللہ کی یاد سے غافل ہونا شیطان سے تعلقات استوار کرنا ہے اور اللہ سے تعلق توڑنا اور شیطان سے رشتہ جوڑنا ہے جو ذکر سے غافل ہوا حزب اللہ سے نکل گیا اور حزب الشیطان میں داخل ہو گیا۔

اللهم احفظنا

☆☆☆

Marfat.com

١٦

توجہ اور تصرف شیخ

قرآن مجید سے القاء اور تصرف باطنی کی چند مثالیں۔

حدیث فعلی میں توجہ اور تصرف کی مثالیں۔

حدیث ابی بن کعبؓ۔

توجہ شیخ۔

توجہ اور تصرف شیخ

قرآن مجید سے القاء اور تصرف باطنی کی چند مثالیں:

"قال اللہ تعالٰی اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا"۔ (آلِ عمران)

"وقولہ تعالٰی: اذیوحی ربك الی الملائکة انی معکم فثبتوا الذین اٰمنوا"۔

''جب تم دشمن تھے، پس اللہ تعالٰی نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی۔ سو تم خدا کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے''۔

''اس وقت کو یاد کرو جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں سو تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ''۔

ایمان والوں کی ہمت بڑھانے اور انہیں ثابت قدم رکھنے کی کیا صورت ہے جس پر فرشتوں کو مقرر کیا گیا؟ یہی کہ ان کے دلوں میں ایسی قوت کا القاء کریں کہ ان کے دل قوی ہو جائیں اور کفار کا مقابلہ پوری دلجمعی سے کریں۔

حدیث فعلی میں توجہ اور تصرف کی مثال:

حضور اکرم ﷺ جب حرا میں تھے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور تین بار فرمایا "اقراء" دو دفعہ حضور ﷺ نے جواب دیا "ما انا بقاری" مگر تیسری بار حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سینہ سے لگا کر چھوڑا تو حضور ﷺ نے

Marfat.com

پڑھنا شروع کر دیا۔

بخاری کی اس حدیث کی شرح میں عارف کامل محدث اجل عبداللہ بن ابی جمرہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:

"قال رسول الله ﷺ فغطنی۔ الخ وفيه دليل على ان اتصال جرم الغط بالمغط وضمه اليه وهو احدى الطرق الافاضة يحدث به فى الباطن قوة نورانية مشعشعة تكون عونا على حمل ما القى اليه لان جبرئيل عليه السلام لما اتصل جرمه بذات محمد ﷺ سنية فحدث له ماذكرناه بذالك وهو ما القى اليه وفوقه سمع خطاب الملك ولم يكن له قبل ذلك وقد وجد اهل الميراث من الصوفية المتبعين المحققين"۔ ۸۷

"اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دبانے والے کا اتصال اس کے جسم سے ہوا جسے بھینچا گیا جو ایک طریقہ حصول کا ہے، تو اس جسم کے اتصال سے باطن میں ایک قوت نورانیہ پیدا ہو جاتی ہے اور اس قوت سے دوسرا شخص اس بوجھ کے اٹھانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ جب جسم جبرئیل علیہ السلام حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس سے متصل ہوا تو اس میں وہ کیفیت نورانیہ پیدا کر دی، جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ مزید یہ کہ فرشتہ کی آواز سنی جو اس سے پہلے نہ سنی تھی اور اہل میراث متبعین سنت محققین صوفیہ نے یہی طریقہ حاصل کیا ہے"۔

فائدہ: ہمارے سلسلہ میں اس حدیث فعلی کی روشنی میں سالک پر ابتدا میں تین بار توجہ کی جاتی ہے اور یہی طریقہ ہمارے ہاں متوارث چلا آتا ہے۔

Marfat.com

حدیث ابی بن کعبؓ:

مشکوٰۃ میں حضرت ابی بن کعبؓ کا واقعہ ان کی زبانی مذکور ہے۔

"فقسط فی نفسی من التکذیب ولا اذ کنت فی الجاهلیة فلما رای رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ماقد غشینی ضرب فی صدری ففضت عرقا وکانی انظر الی الله، قال صاحب المرقاۃ فلما تا وله برکة ید النبی صلی اللہ علیہ وسلم زال عنه الغفلة والانکار وصار فی مقام الحضور والمشاهدۃ"۔ ۸۸

"ابی ابن کعبؓ فرماتے ہیں کہ اسلام کی تکذیب زمانہ جاہیت سے بھی زیادہ میرے دل میں واقع ہوگئی، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو میرے سینے پر ہاتھ مارا تو میں پسینہ پسینہ ہوگیا، حالت یہ ہوگئی کہ گویا میں اپنے رب کو دیکھ رہا ہوں، صاحب مرقات فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی برکت سے غفلت زائل ہوگئی اور فوراً ہی مقام حضور و مشاہدہ حاصل ہوگیا"۔

فائدہ: ۱۔ توجہ کی غرض غفلت کو دور کرنا اور نور ایمان کو تیز کرنا ہوتا ہے۔

۲۔ ابی بن کعبؓ کے واقعہ سے معلوم ہوا کہ توجہ سے انکشاف ہوجاتا ہے۔

۳۔ مجاہدات اور ریاضت کے ذریعے سالہا سال اتنا فائدہ نہیں ہوتا جو شیخ کی تھوڑی سی توجہ سے حاصل ہوجاتا ہے۔

۴۔ شیخ کی توجہ کے بغیر محض مجاہدات سے منازل سلوک طے نہیں ہوسکتے کیونکہ سلوک اور تصوف القائی اور انعکاسی عمل ہے۔

۵۔ توجہ کے لیے قلب میں قبولیت کی استعداد کا ہونا ضروری ہے اس لیے اس اعتراض کی گنجائش نہیں کہ ابوطالب پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تصرف کیوں نہ کیا؟

Marfat.com

توجہ شیخ:

تصوف وسلوک کی خصوصیت منازل سلوک اور مقامات سلوک طے کرنا ہے۔

جیسا کہ شامی ۴: ۲۳۹ پر ہے:

"الطریقة هی السریة المختصة بالسالکین الی الله تعالیٰ من قطع المنازل والترقی فی المقامات"۔

اور اس مقصد کو حاصل کرنے کا ذریعہ شیخ کامل کی توجہ ہے اور اس کی اصل حدیث میں موجود ہے۔

چنانچہ فتح الباری شرح بخاری ۱: ۸۹

"وقال هذا القدر من الحدیث اصل عظیم من اصول الدین وقاعدة مهمة من قواعد المسلمین وهو عمدة الصدیقین وبغیة السالکین وکنز العارفین واداب الصالحین وقد ندب اهل التحقیق الی مجالس الصالحین لیکون ذالك مانعا من التلبس بشئی من النقائص احتراما لهم واستحیاء منهم"۔

"فرمایا یہ حدیث (جبرئیل علیہ السلام یا حدیث احسان) اصول دین میں عظیم اصل ہے اور قواعد مسلمین میں سے ایک اہم قاعدہ ہے اور یہ حدیث صدیقین کی معتمد علیہ اور سالکوں کی مطلوبہ چیز ہے۔ اور عارفوں کا خزانہ اور صلحاء کے آداب میں سے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ علماء محققین نے صلحاء کی مجالس کی ترغیب دلائی ہے تا کہ ان اولیاء اللہ وصلحاء کی مجلس عیوب ونقائص پیدا ہونے میں رکاوٹ بن جائے جس کی وجہ ان صلحاء کا احترام ان سے حیاء کرنا ہوگا"۔

اور تحفۃ القاری ۱: ۲۱ پر توجہ صوفیاء کا واضح ثبوت بیان ہوا ہے۔

Marfat.com

"فاخذنی وغطنی ای ضمنی وعصرنی قال علماء الشریعة کان هذا الغط ضربا من التنبیه لاحضار القلب لیقبل بکلیة الی مایلقی الیه وعلیه وقال علماء الطریقة کان هٰذا الغط توجها باطنیا لا یصال الفیض الروحانی وتغلیب الملکیة علی البشریة قیل الغط الاول فلیتخلی عن الدنیا والثانیة لیتفرغ لما یوحی الیه والثالثة للموانسة ومثل هذا التصرف الباطنی ثابت بالکتاب والسنة وعلیه السادة الصوفیة قال الله عزوجل اذیوحی ربك الی الملائکة انی معکم فثبتو الذین أمنوا ای بالالقاء الخفیة والتوجهات الباطنیة"۔

"پس جبرئیل علیہ السلام نے مجھے پکڑا اور سینہ سے لگایا اور بھینچا۔ علماء ظواہر کہتے ہیں کہ یہ بھینچنا دل کو متوجہ کرنے کے لیے ایک قسم کی تنبیہ تھی کہ جو چیز قلب پر القاء ہو اسے قبول کر لے اور علماء طریقت کہتے ہیں کہ یہ سینے سے لگانا حصول فیض کے لیے باطنی توجہ تھی اور بشریت پر ملکیت کو غالب کرنا مقصود تھا۔ پہلی مرتبہ بھینچنے سے دل کو دنیا سے خالی کرنا تھا، دوسری مرتبہ وحی کے لیے دل کو فارغ کرنا تھا اور تیسری مرتبہ انس پیدا کرنے کے لیے تھا۔ اسی طرح تصرف باطنی قرآن وسنت سے ثابت ہے اور اسی پر صوفیائے کرام کا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب تیرے رب نے فرشتوں کی طرف وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور ایمانداروں کو ثابت قدم رکھو یعنی القاء اور توجہ باطنی سے ثابت قدم رکھو"۔

ہمارے سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں اسی حدیث کے مطابق مبتدی سالک کو تین مرتبہ توجہ دی جاتی ہے، پہلی توجہ سے مقصد روحانی شکل کی درستی ہوتی ہے، دوسری دفعہ رفع نحوست کے لیے اور تیسری بار تنویر قلب کے لیے۔ اسی سے سالک میں مقامات و

Marfat.com

منازل سلوک طے کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی لیے توجہ شیخ کامل کے بغیر یہ منازل طے نہیں ہو سکتے۔

چنانچہ بخاری ۱:۲۴۱ پر حدیث موجود ہے:

"عن یعلی فانزل اللہ تعالٰی علی النبی ﷺ فستر بثوب فقلت لعمر و ددت انی قدرأیت النبی ﷺ وقد انزل اللہ علیہ الوحی فقال عمر تعال۔ ایسرك ان تنظر الی النبی ﷺ وقد انزل اللہ علیہ الوحی قلت نعم فرفع طرف الثوب فنظرت الیہ لہ غطیط واحسبہ قال غطیط البکر"۔

"پس اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ پر وحی نازل کی اور آپ ﷺ نے کپڑا لپیٹ لیا۔ میں نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ نبی ﷺ کو اس حالت میں دیکھوں جب آپ پر وحی نازل ہو رہی ہو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ادھر آ۔ کیا تجھے یہ بات پسند ہے کہ تو نبی کریم ﷺ کو اس حالت میں دیکھے کہ اللہ تعالیٰ ان پر وحی نازل کر رہا ہو میں نے کہا ہاں اس پر حضرت عمرؓ نے کپڑے کی ایک جانب کو اٹھایا۔ پس میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ غطیط کی حالت میں تھے اور میرا خیال ہے کہ نوجوان اونٹ کی غطیط کی سی کیفیت تھی"۔

غطیط کے معنی حبس دم ہے۔ معلوم ہوا کہ وحی کی حالت میں حضور ﷺ پر حبس دم کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ حبس دم سے ذکر کرنے اور چادر لپیٹ کر ذکر کرنے کی اصل اس حدیث میں موجود ہے۔ صوفیا کرام پاس انفاس کے طریقے یا حبس دم سے جو ذکر کراتے ہیں اس کی اصل بھی اسی حدیث میں موجود ہے۔ صوفیا جو مراقبہ کراتے ہیں جس کا مطلب فیض الٰہی کا انتظار ہے وہی کیفیت ہے جو نبیؐ کو اس وقت ہوتی تھی جب نزول وحی کے وقت احکام الٰہی کا انتظار ہو رہا ہوتا تھا۔ اسی حدیث سے مراقبہ کی اصل بھی ثابت ہوتی ہے۔

Marfat.com

۱۷

الکشف والالہام

حصولِ علم کے ذرائع

عدمِ کشف بڑا حجاب ہے۔

کشف کے لیے شرائط۔

حدیثِ نفس اور القائے شیطانی۔

کشف والہام کی صحت کا معیار۔

دلائلِ کشف قرآنِ حکیم سے۔

کشف والہام میں فرق۔

حالتِ برزخی۔

انبیاء واولیاء کو قبل از وجودِ اشیاء کا انکشاف۔

Marfat.com

کشف اور الہام از قبیل وحی انبیاء ہیں۔

کشف اور خواب میں فرق۔

کشف اور الہام بدکاروں کا حصہ نہیں۔

الہام کا اِنکار مردُود ہے۔

کشف اور الہام خاص اہلِ اللہ کا حصہ ہے۔

کشف میں انقلابی اثر ہے۔

حقیقی ایمان بھی ایمانِ شہودی ہے۔

اصل ایمان اطمینانِ قلب ہے۔

محاکمہ مابین علمائے ظواہر و علمائے باطن۔

اَز روئے کتاب اللہ۔

Marfat.com

الکشف والالہام

حصول علم کے ذرائع:

انسان کے لئے حصول علم کے ذرائع تین ہیں حواس ظاہری، وہم وعقل اور نور بصیرت، حواس ظاہری سے جو علم حاصل کیا جاتا ہے اس کی بنیاد احساس اور مشاہدہ پر ہے۔ عقل و وہم سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ انتقال من المعلوم الی المجہول کے طریقہ پر ہوتا ہے اور نور بصیرت سے جو علم حاصل ہوتا ہے، اس کا ذریعہ تلقی روحانی عن الغیب ہے۔ وحی، تحدیث تفہیم، ذوق، معرفت، علم لدنی، مشاہدہ، کشف الہام اور وجدان تلقی روحانی کی ہی مختلف صورتیں ہیں۔

"وقد تسمی جمیع انواع التلقی عن الغیب ماعدا الوحی الکشف والالھام ولما انقطع الوحی بخاتم الانبیاء صلوات اللہ علیہ لم یبق من اقسام التلقی الا الکشف والالھام"۔ ۸۹

''وحی جلی کے سوا تلقی عن الغیب کی تمام اقسام کا نام کشف والہام رکھا گیا ہے اور جب وحی جلی، خاتم الانبیاء ﷺ کے ساتھ منقطع ہوگئی تو اب تلقی عن الغیب کی صرف ایک شکل کشف والہام باقی رہ گئی''۔

علم نقلی بھی اسی تلقی عن الغیب سے ہے، اور اس کا حصول خبر معصوم پر موقوف ہے اور ہر

Marfat.com

خبر احتمال جانبین کا رکھتی ہے، یعنی صدق کا بھی اور کذب کا بھی۔ یہاں یہ اعتراض بے جا ہے کہ علامہ خیالی نے ''اخبار میں اصل صدق کو بتایا ہے اور کذب کو ایک احتمال عقلی قرار دیا ہے'' کیونکہ عقل بھی ایک مضبوط دلیل ہے اور احتمال جو ناشی از دلیل ہو، وہ بھی قوت رکھتا ہے اور دلیل کو باطل کر دیتا ہے۔

جس طرح شریعت ظاہری میں اخبار معصوم کے متعلق صحیح تمیز رکھنے والے علماء موجود ہیں جو صحیح سے سقیم کو الگ کر دیتے ہیں اسی طرح کشف والہام میں بھی مہارت رکھنے والے صوفیا عارفین موجود ہیں جو صحیح اور سقیم میں تمیز کر لیتے ہیں، البتہ یہ درست ہے کہ علوم ظاہریہ کے پرکھنے والے ماہرین بہت ہیں، مگر کشف والہام کے ماہرین کمیاب ہیں لیکن عدم وجدان سے عدم وجود لازم نہیں آتا اور اس میں شک نہیں کہ علوم کشفیہ اور الہامیہ بھی خزانہ غیب کے علوم سے ہیں۔ جیسے علوم شرعیہ خزانہ غیب سے ہیں، دونوں میں فرق قطعی اور ظنی کا ہے۔

عدم کشف بڑا حجاب ہے:

عدم کشف خالق اور مخلوق کے درمیان بڑا حجاب ہے:

''کما قال تعالٰی: کلا انھم عن ربھم یومئذ لمحجوبون۔ قال الرازی قد ثبت بالدلائل العقلیة ان عذاب الحجاب اشد من عذاب النار ولذلك قال کلا انھم عن ربھم ...... الخ ثم انھم لصالو الجحیم۔ فقدم الحجاب الی الجحیم۔ ثم انھم کانو محجوبین فی الحال فکان سبب العذاب بکماله الا ان الاشتغال بالدنیا والذاتھا کالعائق

عن ادراك ذالك الالم كما ان العضو المخدر اذا مسته النار۔ فان سبب الالم حاصل في الحال لكنه لايحصل الشعور بذالك الالم يقيام العائق فاذا زال العائق عظم البلاء فكذا ههنا اذا زال البدن عظم عذاب الحجاب"۔ ۹۰

''یوں ہرگز نہیں، تحقیق وہ لوگ اپنے رب سے اس دن روک دیئے جائیں گے''۔

''امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ بات دلائل عقلیہ سے ثابت ہے کہ عذاب حجاب، عذاب نار سے شدید تر ہے۔اسی واسطے باری تعالیٰ نے فرمایا: "کلا انهم الخ"۔ ''پھر وہ کافر دوزخ میں داخل ہوں گے''۔

''حجاب کو جحیم سے پہلے بیان فرمایا۔ پھر وہ کافر فی الحال بھی حجاب میں تھے پس سبب عذاب تو بکمالہ موجود ہے، مگر کفار کا دنیا میں مشغول ہونا اور اس کی لذات میں غرق ہونا فہم عذاب میں مانع ہے۔ جیسے ایک عضو مخدر ہو تو اسے آگ کے چھونے سے درد کا احساس نہ ہوگا، حالانکہ سبب عذاب درد تو موجود ہے، لیکن عدم شعور بوجہ مخدر ہونے کے ہے، اور جب یہ مانع زائل ہو جائے تو عذاب کی شدت کا احساس بڑھ جائے گا۔ کفار کے معاملہ میں بھی حالت یہی ہے کہ جب بدن روح سے الگ ہو جائے گا تو حجاب کا عذاب شدید تر ہو جائے گا''۔

کشف کے لیے شرائط:

ا۔ کشف والہام اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قلب سلیم عطا فرمایا ہو کیونکہ قلب سلیم کے باطنی حواس بیدار ہوتے ہیں اور قلب ان کے ذریعے علوم باطنی کا ادراک کرتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح جیسے انسان ظاہری حواس سے ظاہری علوم کا

Marfat.com

اکتساب کرتا ہے۔

۲۔شریعت حقہ کا کامل اتباع۔

گویا کشف والہام کیلئے دو شرائط ہیں، ایک وہبی یعنی قلب سلیم کا ہونا، ایک کسبی، یعنی اتباع شریعت، جس شخص میں یہ دونوں شرائط پائی جائیں گی اسے الہام خیر اور القائے رحمانی سے نوازا جائے گا، جس کا عقیدہ خراب، عمل ناقص اور اخلاص نایاب ہو اسے کیسے اتنی بڑی نعمت کا مستحق قرار دیا جائے گا؟

حدیث نفس اور القائے شیطانی:

قال اللہ تعالیٰ، وان الشیٰطن لیو حو ن الی اولیائھم اور اس قسم کی متعدد دوسری آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ شیطان کی طرف سے بھی القاء والہام کا سلسلہ برابر چل رہا ہے، مگر اس کے لیے بھی ایک خاص معیار اور شرط ہے۔

"کما قال تعالیٰ ھل انبئکم علی من تنزل الشیٰطن، تنزل علیٰ کل افاك اثیم"۔

"کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترا کرتے ہیں، ایسے شخصوں پر اترا کرتے ہیں جو دروغ گفتار بد کردار ہوں"۔

اس سے معلوم ہوا کہ القائے شیطانی بھی اس شخص پر ہوتا ہے جو کفر و شرک و ... میں کمال پیدا کر لے۔ جوگیوں، پنڈتوں اور دوسرے بے دینوں کے خرافات ... سے ہیں۔

کشف والہام کی صحت کا معیار:

ا۔جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ کشف کے لیے ایک وہبی چیز یعنی قلب سلیم کا ہونا

Marfat.com

پہلی شرط ہے، اسی طرح کشف کی صحت کا ایک وہبی معیار وجدان صحیح ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ معدہ انسانی مکھی کا وجود قبول نہیں کرتا، اور جیسے معدہ انسانی مکھی کو باہر پھینک دیتا ہے، اسی طرح قلب سلیم القائے شیطانی سے بے چینی محسوس کرتا ہے اور اسے رد کر دیتا ہے۔

۲۔ ہر کشف والہام کو کتاب وسنت کے سامنے پیش کیا جائے گا اگر وہ وحی قطعی سے متصادم ہے تو مردود ہے اور اگر کتاب وسنت کے مطابق ہے تو صاحب کشف کو یقین رکھنا چاہیے کہ یہ من جانب اللہ ہے۔

۳۔ شریعت نے یہ التزام نہیں کیا کہ ہر امر واقعی کی تفصیل بیان کر دے۔ ہاں جس امر کی شریعت نے نفی کر دی وہ منفی ہے اور جس کا اثبات کر دیا وہ مثبت ہے اور جس امر سے شریعت نے سکوت کیا وہ نفی اور اثبات دونوں کا احتمال رکھتا ہے، پس کشف والہام سے ان دونوں امور میں سے جو چیز ثابت ہوگی، وہ حق ہوگی۔ البتہ وہ کشف والہام مردود ہوگا جو شریعت کے منفی کو مثبت بنا دے، یا مثبت شریعت کو منفی قرار دے۔

پس حصول علم کے سلسلے میں کشف صحیح اور الہام والقائے ربانی کا انکار دین کے متواترات کا انکار ہے۔

دلائل کشف قرآن حکیم سے:

قال تعالیٰ:

۱۔ فوجدا عبدًا من عبادنا وأتيناه من لدنا علما۔ (الکہف)

۲۔ فارسلنا اليها روحنا فتمثل لها بشرا سويا۔ (مریم)

۳۔ واذ قالت الملئکة یمریم ان الله اصطفاك وطهرك

واصطفاك علٰی نساء العلمین۔ (اٰلِ عمران)

۴۔ یمریم اقنتی لربك واسجدی وارکعی مع الراکعین۔

(آلِ عمران)

۵۔ اذ قالت الملٰئکة یمریم ان الله یبشرك بکلمة منه۔

(آلِ عمران)

۶۔ واذاوحیت الی الحوارین ان اٰمنوا بی وبرسولی۔ (المائدہ)

۷۔ ولقد اتینا لقمان الحکمة ان اشکرللہ۔ (ای قلنا ان

اشکر لله)۔ لقمان

۸۔ واوحینا الٰی ام موسٰی ان ارضعیه الخ۔ (القصص)

۹۔ قلنا یاذالقرنین اما ان تعذب واما ان تتخذفیھم

حسنا۔ (الکھف)۔

۱۰۔ فلما فصل طالوت باللجنود قال ان الله مبتلیکم

بنھر۔ (البقرہ)

۱۔ ''سوانہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ کو پایا جسے ہم نے اپنی خاص رحمت دی تھی اور ہم نے اسے اپنے پاس سے خاص طور کا علم سکھایا تھا''۔

۲۔ ''پس ہم نے ان کے پاس اپنے فرشتہ کو بھیجا، اور وہ ان کے سامنے ایک پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا''۔

۳۔ ''اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم (علیہا السلام) بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم کو منتخب فرمایا ہے اور پاک بنایا ہے اور تمام جہان بھر کی عورتوں کے

مقابلہ میں منتخب فرمایا ہے''۔

۴۔''اے مریم (علیہا السلام) اپنے پروردگار کی اطاعت کرتی رہو اور سجدہ کیا کرو اور رکوع کیا کرو ان لوگوں کے ساتھ جو رکوع کرنے والے ہیں''۔

۵۔''جب فرشتوں نے کہا اے مریم! بے شک اللہ تعالیٰ تم کو بشارت دیتے ہیں ایک کلمہ کی جو منجاب اللہ ہوگا''۔

۶۔''اور جب میں نے حواریین کو حکم دیا کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ''۔

۷۔''اور ہم نے لقمان کو دانش مندی عطا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے رہو، یعنی ہم نے کہا کہ اللہ کا شکر کرتے رہو''۔

۸۔''اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو الہام کیا کہ تم ان کو دودھ پلاؤ''۔الخ

۹۔''اور ہم نے یہ کہا اے ذوالقرنین! خواہ سزا دو، خواہ ان کے معاملہ میں نرمی کا سلوک اختیار کرو''۔

۱۰۔''اور جب طالوت فوجوں کو لے کر چلے تو انہوں نے کہا کہ حق تعالیٰ تمہارا امتحان کریں گے ایک نہر سے''۔(تلك عشرة كلمة)

فائدہ: نصوص قرآنیہ سے علوم کشفیہ اور الہامیہ ثابت ہوگئے، یہ بعد کی بات ہے کہ یہ علوم قطعیہ ہوتے ہیں یا ظنیہ، نفس علم الہام و کشف ثابت ہوگیا اس کا منکر نصوص قرآنیہ کا منکر ہوگا۔

سوال: کیا یہ علم غیب نہیں کہ کشف سے کسی کے دل کی بات معلوم کرلی جائے۔

الجواب: اس کو کشف قلوب کہا جاتا ہے اور یہ علم غیب نہیں، کیونکہ علم غیب کی تعریف یہ

ہے کہ اس کی ابتدا اور انتہا نہ ہو، ذاتی ہو اور کسی واسطہ سے حاصل نہ ہو، مگر اولیاء اللہ کا علم ذاتی نہیں بلکہ کشف و الہام کے واسطے سے ہوتا ہے، قدیم نہیں حادث ہے، حضوری نہیں حصولی ہے۔ ابن قیم نے کشف والہام پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے:

"لیس ھذا من علم الغیب بل علام الغیوب قذف الحق فی قلب قریب مبشرا بنورہ غیر مشغول بنقوش الاباطیل والخیالات والو ساوس التی تمنعہ من حصول صور الحقائق"۔ 91

"یہ علم غیب نہیں، بلکہ علام الغیوب نے اس قلب میں ڈالا ہے جو نور سے بشارت دیا ہوا ہے اور نقوش باطلہ، خیالات فاسدہ اور وساوس میں مشغول نہیں، یہ وہ چیزیں ہیں جو حصول حقائق میں مانع ہوتی ہیں"۔

فائدہ: اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ علم غیب نہیں اور کشف اللہ کے خاص بندوں کو ہوتا ہے جن کے قلوب صاف اور محبت الٰہی میں غرق ہوتے ہیں، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جوگیوں اور بے دینوں پر حقائق اشیاء منکشف نہیں ہوتے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

فاحسن احوال العبد فی ھٰذہ الدنیا ان یکون مواظبا علی العبادات وھذہ اول درجات سعادۃ الانسان وھو المراد بقولہ ایاك نعبد۔ فاذا وجب علی ھذہ الدرجتہ مدۃ فعند ھذا یظھرلہ شیئی من انوار عالم الغیب وھوانہ وحدہ لایستقل بالاتیان بھذہ العبادات والطاعات بل مالم یحصل لہ توفیق اللہ تعالٰی واعانتہ

وعصمته فانه لایمکنه الایتان بشیئی من العبادات والطاعات وھذا المقام ھوالدرجة الوسطیٰ فی الکمالات وھو المراد من قوله وایاك نستعین ثم اذا تجاوز عن ھذا المقام لاح له ان ھدایته لاتحصل الامن الله و انوار المکاشفات والتجلی لاتحصل الا بھدایة الله وھو المراد من قوله اھدنا الصراط المستقیم، قال بعضھم انه لما قال اھدنا الصراط المستقیم لم یقتصر علیه بل قال صراط الذین انعمت علیھم وھذا یدل علی ان المرید لاسبیل له الی الوصول الی مقامات الھدایة والمکشافات الا اذا اقتدی بشیخ یھدیه الی سواء السبیل ویجنبه من مواقع الا غالیط والا ضالیل"۔ ۹۲

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مکاشفات کا دروازہ اللہ کے ان خاص بندوں پر کھلتا ہے، جن کو شیخ کامل میسر آجائے، طلب صادق اور عزم واستعداد ہو تو اللہ تعالیٰ انہیں اس اعلیٰ مرتبہ پر پہنچا دیتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اخبر ان ابصار القلب یحصل بالذ کر وانه یتمکن من الذ کر بالتقوٰی"۔

"یعنی کشف کا دروازہ اس کے لیے کھلتا ہے جو تقوے کے وصف کے ساتھ ذکر الٰہی پر مواظبت کرے"۔

"فالتقوی باب الذ کر والذ کر باب الکشف"۔ ۹۳

غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

Marfat.com

''جس شخص کا ایمان قوی ہو جاتا ہے اور یقین جم جاتا ہے وہ قیامت کے معاملات جن کی حق تعالیٰ نے خبر دی ہے قلب کی آنکھوں سے دیکھتا ہے وہ دیکھتا ہے جنت اور دوزخ کو۔ وہ دیکھتا ہے صور کو اور اس فرشتہ کو جو اس پر تعینات ہے، وہ دیکھتا ہے تمام چیزوں کو جیسی کہ وہ حقیقت میں ہیں''۔ ۹۴

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ایمان کو نہیں بلکہ ایمان کے قوی ہو جانے اور یقین جم جانے کو کشف کا ذریعہ قرار دیا ہے، اور بندے پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت نہ ہو تو ایمان قوی کیوں کر ہو سکتا ہے؟

شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''آثار ذکر خواہ انوار ہوں یا الہامات و کشف و کرامات وغیرہ خود بخود ظاہر ہوں تو بے شک معین و مددگار ہیں''۔ ۹۵

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے کشف کو آثار ذکر میں شمار کیا ہے اور ذاکر اللہ کے خاص بندے ہی ہوتے ہیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''طریق سلوک کی ابتداہی مشاہدات اور مکاشفات شروع ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ سالکین بیداری میں انبیاء علیہم السلام کے ارواح اور ملائکہ کا مشاہدہ کرتے ہیں، ان کا کلام سنتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں''۔ ۹۶

کشف اور الہام میں فرق:

فیض الباری ۱: ۱۹

''اما الفرق بین الکشف والالهام فکما قال الشیخ المجدد السر هندی رحمة الله علیه ان الکشف اقرب الی ماسموه

Marfat.com

اھل المعقول بالحسیات والالھام الی ماسموہ بالوجدانیات ولعل الالھام اقرب الی الصواب من الکشف فان الکشف رفع الحجاب عن الشئی والالھام القاء المضمون"۔

"کشف اور الہام میں فرق ہے۔ جیسا کہ شیخ مجدد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہل منطق جسے حسیات کہتے ہیں، کشف اس کے زیادہ قریب ہے۔ اور جسے وجدانیات کہتے ہیں، الہام اس کے زیادہ قریب ہے۔ شاید الہام اقرب الی الصواب ہے بہ مقابلہ کشف کے۔ کیونکہ کشف سے مراد کسی شے سے حجاب کا اٹھنا ہے اور الہام دل میں کسی مضمون کا القاء ہونا ہے"۔

کشف یا الہام، اعلام من اللہ کی دو مختلف صورتیں ہیں، ان میں سے الہام اقرب الی الصواب ہے۔

حالت برزخی:

عالم دنیا اور عالم آخرت کے درمیانی عرصہ کو عالم برزخ کہتے ہیں۔ اس عالم میں جو حالت پیش آتی ہے اسے حالت برزخی کہتے ہیں اس میں میت پر دونوں جہانوں کے حالات منکشف ہوتے رہتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام پر عالم دنیا میں یہ حالات منکشف ہوتے رہتے ہیں۔ جو عارف باللہ اولیاء اللہ نور نبوت سے اپنے قلوب کو منور کر چکے ہوتے ہیں، ان پر بھی یہ حالت آتی ہے۔ دنیوی زندگی میں ان پر تین حالتیں آتی ہیں، ایک بیداری، دوسری

Marfat.com

نوم، تیسری حالت ان دونوں کے درمیان۔ یہی حالت برزخی ہے۔ انبیاء علیہم السلام پر جب وحی نازل ہوتی ہے اور انہیں الہام اور انکشاف شروع ہوتا ہے تو ان پر یہی برزخی حالت طاری ہوتی ہے، اور اولیاء اللہ پر بھی بہ نیابت نبوت یہی حالت آتی ہے۔ اس حالت میں انبیاء اور اولیاء من وجہ دنیا سے منقطع ہو جاتے ہیں۔ یہ حالت استغراق نہ بیداری ہوتی ہے نہ نوم۔ اس حالت برزخی میں الہام وانکشاف شروع ہو جاتا ہے۔ فیض الباری ۱:۲۶ پر اس کی کچھ تفصیل یوں دی گئی ہے:

"یحصل له ﷺ من الكرب عند نزول القرآن وهی حالة یوخذ فیها عن حال الدنیا من غیر موت فهو مقام برزخی یحصل له عند نزول الوحی ولما كان برزخ العام ینكشف فیه للمیت كثیر من الاحوال خص الله نبیه ببرزخ فی الحیاة یلقی الیه فیه وحیه المشتمل علی كثیر من الاسرار وقد یقع لكثیر من الصلحاء عند الغیبة بالنوم اوغیره اطلاع علی كثیر من الاسرار وذلك معتمد من المقام النبوی ﷺ ویشهد له حدیث رؤیا المؤمن من ستة واربعین جزأ من النبوة"۔

''حضور اکرم ﷺ کو نزول قرآن کے وقت ایک حالت پیش آتی تھی جو موت کے بغیر برزخی حالت ہوتی تھی۔ یہ حالت القاء وحی کے وقت ہوتی تھی۔ عالم برزخ میں میت پر برزخی حالات منکشف ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو دنیا میں برزخی حالات سے مختص کیا ہے، جب ان پر وحی نازل ہوتی، جو بہت سے اسرار پر مشتمل ہوتی تھی، اور یہ حالت برزخی جو مابین نوم اور بیداری کے ہے اولیاء اللہ کے لیے بھی ہے۔ اس

Marfat.com

حالت میں ان پر بہت سے اسرار الٰہی القاء ہوتے ہیں۔ اولیاء اللہ کے لیے یہ حالت مقام نبوت سے ماخوذ ہے اس پر یہ حدیث گواہ ہے کہ مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے"۔

اور مشکلات القرآن صفحہ ۲۷۴ پر ہے:

"فلذلك الولی اذا اطلعه الله علی غیبه لم یراه بنور نفسه وانما یراه بنور متبوعه ای بنور نبیه"۔

"ولی اللہ کشف میں جو دیکھتا ہے، وہ اپنے ذاتی نور سے نہیں دیکھتا ہے، بلکہ اپنے نبی ﷺ کے نور سے دیکھتا ہے جس کا وہ تابع ہے"۔

انبیاء اور اولیاء کو قبل از وجود اشیاء کا انکشاف:

فیض الباری ۱:۱۸۲

"اعلم ان مایرونه الاولیاء من الاشیاء قبل وجودها لها ایضاً نحو من الوجود کما ان بایزید البسطامی رحمة الله علیه لما مرمن جانب مدرسة وهبت الریح قال انی اجد منها ریح عبد من عباد الله فنشاء منه الشیخ ابوالحسن الخرقانی رحمة الله علیه وکما ان النبی ﷺ قال انی اجد نفس الرحمن من الیمن فنشاء من الاویس القرنی وهذا ایضا نحو من الوجود"۔

"جان لو کہ اولیاء اللہ جس چیز کو اس کی پیدائش سے پہلے دیکھتے ہیں اس کا بھی ایک قسم کا وجود ہوتا ہے، جیسے بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ایک مدرسہ کے پاس سے گزرے تو ہوا کا جھونکا آیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس میں

Marfat.com

ایک مرد خدا کی خوشبو آ رہی ہے چنانچہ (سو سال بعد) وہاں ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میں یمن کی طرف سے تجلیات باری دیکھتا ہوں۔ چنانچہ وہاں اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ یہ بھی پیدائش سے قبل ایک قسم کے وجود کی دلیل ہے"۔

اس کتاب کے ۳: ۳۳۴ پر ہے۔

وقد ثبت عند الشرع وجودات للشیئی قبل وجودها فی هذا العالم"۔

"شریعت کی رو سے ثابت ہے کہ اشیاء کے وجود میں آنے سے پہلے ایک قسم کے وجود ہوتے ہیں"۔

پھر ۳: ۳۳۷ پر فرمایا ہے:

"قال ترون ما اری هذا الذی قلت ان لشیئی وجود اقبل ظهوره فی هذا لعالم ایضا فالفتن التی رأها النبی ﷺ تقطر خلال بیوتهم لم تکن فی زمنه ولکنه رأها نحو وجودها قبل ظهورها"۔

"میں نے یہی بات کہی ہے کہ اشیاء کے اس دنیا میں ظاہر ہونے سے پہلے بھی ایک قسم کے وجود ہوتے ہیں۔ جو فتنے حضور ﷺ کے زمانے میں نہیں تھے اور حضور ﷺ نے انہیں دیکھا وہ گھروں کے دروازوں کے درمیان ٹھیک ثابت ہوئے، اور حضور ﷺ نے ان کے وجود میں آنے سے پہلے کشف سے دیکھ لیا تھا۔ ان کا بھی ایک قسم کا وجود تھا"۔

Marfat.com

اور روح المعانی ۱: ۲۳۳ پر ہے کہ اولیاء اللہ بقید حیات دنیوی جنت کی سیر کرتے ہیں۔

"والذی ذهب اليه سادتنا الصوفية قدس الله تعالٰی اسرارهم انها فی الارض عند جبل الياقوت تحت خط الاستواء ويسمونها جنت البرزخ وهی الاٰن موجودة وان العارفين يدخلونها اليوم بارواحهم لاباجسادهم"۔

"صوفیاء کرام نے فرمایا: (وہ جنت جس میں حضرت آدم علیہ السلام کو خدا نے رکھا تھا) وہ زمین پر برزخی جنت ہے جو جبل یاقوت کے پاس ہے صوفیا اپنے ارواح کے ساتھ حالت کشف میں اس جنت کی سیر کرتے ہیں، اجسام کے ساتھ نہیں"۔

عوام کا نیند کی حالت میں خواب میں مختلف اشیاء دیکھنا ایک عام بات ہے، جو کسی کے لیے بھی حیرت کی بات نہیں۔ یہی صورت اولیاء اللہ کو بیداری کی حالت میں پیش آتی ہے جیسے نیند کی حالت میں انسان کی آنکھیں بند ہوتی ہیں، حرکات ختم اور خیالات کی جولانی بھی نہیں ہوتی، اسی طرح اولیاء اللہ بیداری کی حالت میں اندھیرے کمرے میں بیٹھ جاتے ہیں، آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور خیالات کو ہر طرف سے ہٹا کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ اس یکسوئی کی حالت میں ان پر حالات کا انکشاف ہوتا ہے۔

مرقاۃ ۱: ۲ پر ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"الظلمة فی المكان اجلی القلوب فی الذكر"۔

"مکان میں تاریکی ذکر کے دوران دلوں کو بہت جلا بخشنے والی ہے"۔

فیض الباری ۱: ۷ا پر فرمایا:

Marfat.com

"ان الاولیاء یرون فی کشوفھم اشیاء بعین الباصرۃ ولا نراھا کذلك والانبیاء علیھم الصلوۃ والسلام یرون المغیبات باعین الباصرۃ فی الیقظۃ"۔

''اولیاء اللہ کشف میں دل کی آنکھوں سے وہ کچھ دیکھتے ہیں جو ہم نہیں دیکھ سکتے اور انبیاء کرام علیہم السلام غیب کی چیزوں کو دل کی آنکھ سے بیداری کی حالت میں دیکھتے ہیں جن کو عوام نہیں دیکھ سکتے''۔

ہر چیز کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک اس کی حقیقت۔ نگاہ ظاہر صورت تک پہنچ کر رک جاتی ہے کیونکہ اس کی حد وہی ہے مگر نگاہ باطن یا بصیرت صورت سے گزر کر حقیقت تک پہنچ جاتی ہے اور نگاہ وہی ہے جو حقیقت کا کھوج لگا لے۔

خوب کہا کسی نے ؎

اے اہل نظر ذوق نظر خوب ہے لیکن
جو شے کی حقیقت کو نہ سمجھے وہ نظر کیا

علماء ظاہر بین اور حقیقت شناس عارفین میں یہی فرق ہے۔

جیسا کہ فیض الباری ۱: ۱۸ پر فرمایا:

"ونظر العلماء احکم ونظر ارباب الحقائق اسبق والطف فھم یمثلوا علی مایظھر من ظاھر الشریعۃ وھولاء یداعون ماکشف اللہ سبحانہ علیھم من حقائق الشریعۃ وخبیئۃ واسرارھا وفی الحدیث "لکل أیۃ ظھر وبطن ولکل حد مطلع" ولکن من لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور"۔

Marfat.com

''علماء ظاہر کی نگاہ مضبوط ہے، مگر ارباب حقائق صوفیاء کی نگاہ بہت آگے ہے اور بڑی لطیف ہے۔ علماء ظاہر تو شریعت پر عمل کرتے ہیں، اور اولیاء اللہ ان امور کی رعایت ملحوظ رکھتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ شریعت کے حقائق و رموز میں سے بذریعہ کشف ان پر ظاہر کرتا ہے اور حدیث میں ہے کہ ہر آیت قرآنی کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی، اور ہر چیز کی ایک حد ہے، لیکن جس کو اللہ تعالیٰ نور بصیرت نہ دے اس کے لیے کوئی نور نہیں''۔

صورت شے اور حقیقت شے میں جو فرق ہے اس کو سمجھنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ کافی ہے۔

کچھ برخود غلط قسم کے لوگ علم حقائق اور علم اسرار کو علم غیب کی قبیل سے شمار کرتے ہیں۔ اور علم غیب خاصہ خدا ہے اس لیے کشف کا انکار کر دیتے ہیں۔ اس کا علمی جواب گزشتہ کسی باب میں دیا جا چکا ہے۔ اصل بات یہ نہیں کہ اعتراض میں کوئی وزن ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن و حدیث کو اپنا رہنما بنا کر ان کے پیچھے چلنے کے عادی ہی نہیں یہ خدا اور رسول ﷺ کو اپنے پیچھے چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لیے قرآن و حدیث میں سے صرف اسی کو حق سمجھتے ہیں، جو ان کے اپنے ایجاد کردہ عقیدہ کے مطابق ہو۔

فیض الباری ۱: ۱۵۱ پر اس مسئلے پر اصولی بحث کی گئی ہے:

''اعلم ان ھذہ الخمس لما کانت من الامور التکوینیة دون الشریعة لم یظھر علیھا احدا من الانبیاء الا بماشاء وجعل مفاتیحه عندہ فقال وعندہ مفاتح الغیب لایعلمھا الاھو لانھم بعثو اللتشریع فالمناسب [illegible] علوم التشریع

Marfat.com

دون التکوین ثم المراد منه اصولها ولما علم الجزئیات فقد یعطی منه الاولیاء رحمهم الله تعالیٰ ایضاً لان علم الجزئیات لیس بعلم فی الحقیقة لکونها محظا للتوصلات والتغیرات محظا"۔

''خوب سمجھ لو کہ مغیبات خمسہ کا تعلق امور تکوینی سے ہے، تشریعی سے نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق کسی نبی کو اطلاع نہیں دی۔ اور اس کی چابیاں اپنے پاس رکھیں اور فرمایا کہ غیب کی چابیاں اس کے پاس ہیں، اس کے بغیر نہیں کوئی جانتا۔ چونکہ انبیاء کرام شریعت کے احکام بیان کرنے کے لیے مبعوث ہوتے ہیں، اس لیے ان کے منصب کے مناسب شریعت کے علوم ہی ہیں امور تکوینی نہیں۔ پھر علوم خمسہ سے مراد اصول علم ہیں، جزئیات نہیں۔ جزئیات کا علم اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو بھی دے دیتا ہے، کیونکہ جزوی علم حقیقت میں علم ہی نہیں، کیونکہ وہ قابل تغیر و تبدل ہے''۔

اسی حقیقت کو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقاۃ ۱:۶۷ پر یوں بیان فرمایا:

"فان قلت قد اخبر الانبیاء والاولیاء بشیئی کثیر من ذلك فکیف الحصر قلت الحصر باعتبار کلیاتها دون جزئیاتها"۔

''اگر تو کہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان مغیبات میں سے بہت سے حصوں کے متعلق انبیاء اور اولیاء کو خبر دے دی ہے تو حصر کیسے ہوا؟ میں کہوں گا کہ کلیات کے اعتبار سے حصر ہے، جزئیات کے لحاظ سے نہیں۔ یعنی جزئیات میں سے انبیاء اور اولیاء کو اطلاع دے دی جاتی ہے جو مانع حصر نہیں''۔

Marfat.com

نگاہ کا صورت شے تک پہنچ کر رک جانا بڑا حجاب ہے اور یہ حجاب درحقیقت عذاب ہے، جیسا کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۲۱: ۵ اپر ومن لم یجعل الله له نورا فماله من نور کے سلسلے میں فرمایا:

"قالت السادة الصوفية الحجاب اشد العذاب"۔

"صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ حجاب شدید ترین عذاب ہے۔

اس سلسلے میں ایک سوال توجہ طلب ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء اللہ کو کشف میں اشیاء قبل از وجود جو دکھائی دیتی ہیں، وہ کون سا وجود ہوتا ہے؟ کیا یہ وجود مثالی ہوتا ہے؟ کچھ لوگوں نے اپنی اٹکل سے یہی رائے ظاہر کی ہے کہ وہ اشیاء کا یہ وجود مثالی ہوتا ہے۔ مگر یہ رائے محض بے بنیاد ہے کیونکہ:

ا۔ مثال اس چیز کی ہوتی ہے جس کا موجود اصلی پہلے موجود ہو۔ جب ممثل لہ کا وجود ہی نہیں تو مثال کس کی ہوگی؟

۲۔ انسانوں میں وجود مثالی سے تماثل نوعی مراد ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی نوع انسانی کے فرد ہیں، اس لیے وجود مثالی کو کون کہہ سکتا ہے کہ اسی انسان کا فرد ہے۔ جب مثال شے دیدنی ہے نہ بودنی، جیسا کہ خواب میں دکھائی دینے والی چیز کا کوئی حقیقی وجود نہیں ہوتا، بلکہ اس کا وجود صرف دیکھنے کی حد تک ہے پھر معدوم ہو جاتا ہے۔

کشف میں جو وجود نظر آتا ہے وہ اس طرح کا ہے جیسے کسی مقرر کے ذہن میں تین چار گھنٹے کی تقریر کا وجود موجود ہوتا ہے۔ پھر اسی تقریر کو زبان پر لاتا ہے، یعنی جس تقریر کا وجود علمی تقدیری اس کے ذہن میں موجود تھا، اسی وجود کو زبان پر لا کر بیان کیا۔ اگر مقرر کے ذہن میں تقریر کا وجود مثالی مانا جائے تو علم بھی وجود مثالی کا ہوگا، اور تقریر بھی

Marfat.com

وجودمثالی کی ہوگی کیونکہ جب اصل وجود کا علم ہی نہ تھا تو اس کا بیان کیونکر ہوگا۔

اسی طرح مستری کے ذہن میں مکان کا جونقشہ ہوتا ہے، وہی مادی طور پر اینٹ پتھر سے مل کر خارج میں ظاہر ہوا۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کے ذہن میں وجود مثالی کا نقشہ تھا اور مکان مثالی ہی تیار ہوا۔ مختصر یہ کہ جو وجود ذہن میں ہوتا ہے اس پر خارج میں ثمرات، اثرات اور احکام کی بنا ہوتی ہے۔

اسی طرح تمام اشیاء کا وجود علمی تقدیری عنداللہ حاضر ہے، وہ اپنے قدیم ازلی علم سے ان کو جانتا ہے، وہی وجود اپنے وقت پر خارج میں مادی دنیا میں ظہور پذیر ہوتا ہے۔

"فان الوجود الخارجية هو مايكون مبدء الاثار مظهر الاحكام وعليه ترتيب الثمرات ماكان للوجود الذهني"۔

"پس وجود خارجی آثار کا مبداء ہے اور احکام کا ظاہر کرنے والا ہے، اور اسی پر وجود ذہنی کے ثمرات مرتب ہوتے ہیں"۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر شے کا وجود اس کی پیدائش سے پہلے عالم تقدیر میں موجود ہوتا ہے، جس کو وجود علمی وتقدیری کہا جاتا ہے جس نے دنیا میں آنا ہے اسی وجود پر اللہ تعالیٰ انبیاء اور اولیاء کو مطلع فرماتے ہیں یعنی ان کے جزوی واقعات کے متعلق اطلاع من اللہ ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اطلاع دے دی تو غیب نہ رہا۔

علم غیب کی تعریف یہ ہے "لايعرف بالحواس الظاهرة ولا ببداهة العقل" اس لیے جس کو ظاہری آنکھیں دیکھ لیں یا عقل کی روشنی سے معلوم ہو سکے وہ غیب کی تعریف میں نہیں آتا۔ غیب کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ وہ علم اس کا ذاتی ہو، کسی واسطہ یا ذریعہ سے حاصل نہ کیا گیا ہو۔

تیسری خصوصیت یہ ہے کہ حادث نہ ہو اس کی ابتدا اور انتہاء نہ ہو۔ جو علم ذاتی نہ ہو وحی، کشف یا الہام کے واسطہ سے حاصل ہو یا خواب کے ذریعہ سے حاصل ہو اسے علم غیب کہنا صرف ان لوگوں کا کام ہے جو سراپا جہالت میں غرق ہیں اور جنہیں علم کی ہوا بھی نہیں لگی۔

کشف اور الہام از قبیل وحی انبیاء ہیں:

"قال ابن حجر۔ وھو المقام الذی اشار الیه ھوا لالھام وھو من جملة اقسام وحی الانبیاء"۔ ۹۷

''اور مقام مشار الیہ الہام ہے، اور وحی انبیاء کی قسموں میں سے ہے''۔

کشف اور خواب میں فرق:

"ان المنام یرجع الی قواعد مقررة وله تاویلات مختلفة ویقع لکل احد بخلاف الالھام فانه لایقع الاالخواص"۔ ۹۸

''خوابوں کے لیے ایک قانون تعبیر مقرر ہے اور ان کی مختلف تعبیرات ہوتی ہیں اور خواب ہر شخص دیکھتا ہے، اس کے برعکس الہام خواص سے مختص ہے''۔

کشف والہام بدکاروں کا حصہ نہیں:

"وقوله ﷺ قد کان فی امم محدثون۔ فثبت بھذا ان الالھام حق وانه وحی باطن وانما حرمه العاصی لاستیلاء وحی الشیطان علیه"۔ ۹۹

Marfat.com

''(حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فاروق اعظم کو محدث فرمایا) اور فرمایا کہ امم سابقہ میں بھی محدث ہوئے ہیں۔ اس سے الہام کا وحی باطنی اور حق ہونا ثابت ہوا اور بدکاروں کو اس سے محروم رکھا گیا ہے کیونکہ ان پر وحی شیطانی کا غلبہ ہوتا ہے''۔

الہام کا انکار مردود ہے:

''قال ابن السمعانی ان انکار الالهام مردود و یجوز ان یفعل الله تعالٰی بعبده مایکرمه به''۔

''ابن سمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ الہام کا انکار مردود ہے یہ جائز ہے کہ اللہ تعالٰی کسی بندے کو بوجہ الہام مکرم بنادے''۔

کشف والہام خاص اہل اللہ کا حصہ ہے:

''ونحن لاننکر ان الله تعالٰی یکرم عبده بزیادة نور فیه یزداد به نظره ویقوی به راء یه وانما هو نور یختص به الله لمن یشاء من عباده''۔

''اور ہم اس بات کا انکار نہیں کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰی کسی بندے کو مکرم بنائے، اس کے نور قلبی میں اضافہ کر کے اس کی قلبی نظر کو قوی بنادے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ ایسا نور ہے کہ اللہ تعالٰی اپنے بندوں میں سے جسے چاہے خصوصی طور پر عطا فرمادے''۔

کشف میں انقلابی اثر ہے:

''والقی السحرة ساجدین الخ فما رفعوا رؤسهم حتی روا الجنة والنار وثواب اهلها الخ''۔

Marfat.com

''ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ساحرین فرعون جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابل تھے، انہوں نے سجدہ سے اس وقت سر اٹھایا جب جنت دوزخ اور عذاب وثواب دیکھ لیا''۔

فائدہ: یہ ہے کشف کا انقلابی اثر۔ ساحرین فرعون نے درباری قرب کو چھوڑا۔ انعام سے دست بردار ہوئے۔ موت کو بخوشی اختیار کرنے کا اعلان کر دیا کیونکہ کشف سے حقیقت واضح ہو چکی تھی، اس لیے زندگی کا رخ ہی بدل گیا۔

حقیقی ایمان بھی ایمان شہودی ہے:

عن حارث بن مالك الانصاری انه مربرسول الله ﷺ فقال له كيف اصبحت يا حارث قال اصبحت مؤمناً حقا قال انظر ماتقول فان لكل شئي حقيقة فما حقيقة ايمانك فقال عزمت نفسي عن الدنيا فاسهرت ليلي واظمأت نهاري وكاني انظر الى عرش ربي بارزا وكاني انظر الى اهل الجنة يتزاورون فيها وكافي انظر الى اهل النار يتضاغون فيها فقال ياحارث عرفت فالزم ثلاثة"۔ ١٠٠

''حارثؓ بن مالک فرماتے ہیں کہ میں رسول کریم ﷺ کے پاس سے گزرا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے حارثؓ کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا۔ حقیقی مومن ہوں۔ فرمایا سوچو تو سہی کیا کہہ رہے ہو، ہر شے کی حقیقت ہوتی ہے تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ تو حارث نے کہا میرے ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ میرا نفس دنیا سے منہ موڑ چکا ہے

Marfat.com

مکاسب دنیا میں مخلوق پر نگاہ نہیں۔ رات کو رب کو یاد کرتا ہوں۔ دن کو
روزہ رکھتا ہوں۔ کشف کی حالت یہ ہے گویا کہ عرش الٰہی کو ظاہر باہر دیکھتا
ہوں، اہل جنت کو دیکھتا ہوں کہ ایک دوسرے سے ملاقات کر رہے ہیں،
اور اہل دوزخ کو چیختا ہوا دیکھتا ہوں تو حضور ﷺ نے فرمایا اے حارثؓ
تو نے ٹھیک پہچانا پس اسے لازم پکڑ۔ (تین بار فرمایا)"۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایمان کی مختلف قسمیں بیان فرمائی ہیں اور ہر قسم
کی کچھ تفصیل بھی دی ہے۔

الاول: القول المحض قشر القشر وھو ایمان المنافقین والعیاذ باللہ۔

الثانی: التصدیق بمعنی الکلمۃ وھو ایمان عموم المسلمین۔

الثالث: ان یشاھد ذلک بطریق الکشف وھو مقام لمقربین وذلک بان یری
اسبابا کثیرۃ ولکن مع کثرتھا صدرت من الواحد القھار۔

والرابع: ان لایری الا واحدا وھو مشاھدۃ الصدیقین المرشد الامین۔

صفحہ ۲۲۷

اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ مقربین اور صدیقین کا ایمان ہی اصل اور کامل ایمان
ہے، اور وہ شہودی ہے۔

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ دفتر دوم مکتوب نمبر ۸ میں فرماتے ہیں:

"ایمان بالغیب جو اخص خواص کے نصیب ہے عوام کے ایمان بالغیب کی
طرح نہیں عوام نے سماع اور استدلال کے ساتھ ایمان بالغیب حاصل کیا اور اخص نے
جمال وجلال کے ظلال وتجلیات وظہورات کے پردوں کے پیچھے غیب الغیب کا مطالعہ

Marfat.com

کر کے ایمان بالغیب حاصل کیا ہے اور متوسط ظلال کو اصل خیال کر کے اور تجلیات کو عین متجلی جان کر ایمان شہودی کے ساتھ خوش ہیں۔ ان کے نزدیک ایمان بالغیب نصیب اعدا ہے''۔

اور تفسیر عزیزی پارہ الم صفحہ ۲۶ پر ہے:

''ایمان کی دو قسمیں ہیں، اول ایمان تقلیدی، دوسرے ایمان تحقیقی۔ اور تحقیقی بھی دو قسم ہے، استدلالی او کشفی اور ہر ایک ان دو قسموں سے یا نہایت رکھے اور اس حد سے تجاوز نہ کرے یا نہایت نہ رکھے۔ اور جو کہ نہایت رکھے اس کو علم الیقین کہتے ہیں اور جو کہ انجام نہ رکھے وہ بھی دو قسم ہے یا مشاہدہ ہے کہ اس کا نام عین الیقین ہے اور یا مشہود ذاتی ہے کہ نام اس کا حق الیقین ہے''۔

اصل ایمان اطمینان قلب ہے:

''فالطّمانية اصل اصول الايمان التي قام عليها بناؤه ثم يطمئن الى خبره عما بعد الموت من امور البرزخ وما بعدها من احوال القيمة حتى كانه يشاهد ذالك كله عيانا وهذا حقيقة اليقين۔ الى ان قال فهذا هوالمؤمن حقا باليوم الاخرة كما في حديث حارثةؓ اصبحت مؤمنا حقا فقال رسول الله ﷺ ان لكل شيئي حقيقة فما حقيقة ايمانك قال عزمت نفسي عن الدنيا واهلها و كاني انظر الى عرش ربي بارزا والى اهل الجنة يتزاورون فيها

Marfat.com

واھل النار لیعذبون فیھا فقال عبد نور اللہ قلبہ"۔ [101]

"پس اطمینان قلبی اصل ایمان کی جڑ ہے جس پر ایمان قائم ہے، پھر اس کے بعد اس خبر کی طرف مطمئن ہونا، جو احکام برزخ اور اس کے بعد احوال قیامت سے متعلق ہے، یہاں تک کہ مومن یہ ساری چیزیں ظاہر مشاہدہ کر رہا ہو۔ پھر فرمایا یہی شخص یوم آخرت پر حقیقی ایمان رکھتا ہے جیسا حدیث حارث میں ہے کہ میں حقیقی مومن ہوں تو حضور ﷺ نے فرمایا ہر شئی کی حقیقت ہوتی ہے، تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ عرض کیا میں نے دنیا اور اہل دنیا سے منہ پھیر لیا ہے گویا کہ عرش الٰہی ظاہر دیکھتا ہوں، اہل جنت کو دیکھتا ہوں کہ ایک دوسرے کی ملاقات کو جا رہے ہیں اور اہل دوزخ کو دیکھتا ہوں کہ انہیں عذاب دیا جا رہا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا یہ ایسا بندہ ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے منور کر دیا ہے"۔

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ حقیقت ایمان اطمینان قلب کے بعد حاصل ہوتا ہے، اور اطمینان قلب ذکر الٰہی سے پیدا ہوتا ہے۔

"کما قال تعالٰی الابذکر اللہ تطمئن القلوب"۔

اور حقیقت ایمان یہ ہے کہ مومن کا قلب اس قدر منور ہو جائے اس کی روشنی میں عرش باری تعالیٰ جہاں سے امر نازل ہوتا ہے نظر آ جائے، امور برزخ، اور جنت و دوزخ نظر آ جائیں، اسی کا نام کشف اور یہی حقیقت ایمان کی دلیل ہے۔

سوال: جب دیگر صحابہ کرامؓ سے ایسے واقعات منقول نہیں تو کیا ان پر اعتراض وارد ہوگا۔

الجواب: ہر صحابیؓ سے عدم نقل اور چیز ہے اور عدم کشف اور چیز ہے۔ عدم نقل سے عدم وجود کہاں ثابت ہوا۔ صحابہ کرامؓ کے انکشاف فرداً فرداً اتنے ہیں کہ شمار میں نہیں

Marfat.com

آ سکتے۔ ذخیرہ احادیث ان سے بھرا پڑا ہے۔ چند مثالیں جو ہم نقل کر چکے ہیں ان سے استیعاب مقصود نہیں۔ بلکہ یہ تو نمونہ از خروارے ہیں، گزشتہ باب کا خلاصہ یہ ہے کہ کشف والہام وحی باطنی ہے اور کمالات نبوت ﷺ سے ہے، اور نائب وخلیفہ نبوت ہے، انقطاع نبوت اور انقطاع وحی شرعی کے بعد یہ دلائل میں داخل ہے، یہ باطنی دولت انبیاء کا حصہ ہے جو بطور وراثت انبیاء کی حقیقی اولاد یعنی متبعین کو ملتی ہے، اور یہ کشف والہام بدکاروں کو نہیں حاصل ہوتا، بلکہ خواص کو ہوتا ہے، جن کے دل حقیقت ایمان سے منور ہو چکے ہیں۔

یہ بحث قدرے طویل ہو گئی ہے، دراصل بات یہ ہے کہ جب ہمارے بعض نئے رفقائے حلقہ سے کشف قبور کے متعلق اظہار ہوتا ہے تو بات ذرا آگے چلتی ہے۔ نور بصیرت سے محروم مولوی نما لوگ جب سنتے ہیں تو چیں بہ جبیں ہوتے ہیں اور جھوٹے مدعیان ولایت وخلافت وسجادگی جو اعلیٰ حضرت خلیفہ مجاز، پیر طریقت، راز دان شریعت، قطب الاقطاب اور نہ جانے کیا کیا بنے بیٹھے ہیں۔ جب یہ باتیں سنتے ہیں تو دل ہی دل میں اپنی تہی دامنی پر نادم ہوتے ہیں، مگر اپنا جھوٹا وقار قائم رکھنے کے لیے بھانت بھانت کی بولیاں بولتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ نسلاً بعد نسل یہ کمالات تو ہمارے نام رجسٹری ہو چکے ہیں، مگر رحمت الٰہی کو ایک خاص خاندان میں محدود کر دینے کی آخر کوئی دلیل؟ کوئی کہتا ہے کہ میاں کشف والہام کوئی چیز نہیں، اصل چیز تو رضائے الٰہی کا حصول ہے، درست! مگر شاید انہیں یہ معلوم نہیں کہ کشف والہام رضائے الٰہی کا ثمرہ ہی تو ہیں۔ جن پر اللہ ناراض ہو، بھلا انہیں یہ انعام کیونکر عطا فرمائے گا۔ کوئی حسد کی آگ ذرا علمی رنگ میں اگلتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ کشف ظنی چیز ہے اس کی کوئی

اہمیت نہیں، بجا، مگر یہ تو فرمایئے کہ کیا کتب فقہ میں مذکور تمام مسائل قطعیہ ہی ہیں، کیا ذخیرہ احادیث کی تمام حدیثیں متواتر اور قطعی ہیں کیا وتر، سنت نفل کی تعیین نصوص قطعیہ سے ثابت ہے؟ اگر محض ظنی ہونے کے احتمال پر کشف کی کوئی اہمیت نہیں تو فقہ اسلامی سے کیا سلوک کریں گے؟ کوئی یہ کہتا ہے کہ اس میں غلطی کا احتمال ہے، اس کا جواب دیا جا چکا ہے، کہ دین نقل ہے اور نقل خبر ہے اور خبر میں احتمال صدق وکذب دونوں کا ہے۔ تو پھر کیا اس احتمال پر پورے دین کو چھوڑ دینا چاہیے۔ کوئی کہتا ہے کہ کشف والہام کوئی حجت شرعی نہیں، اس کا تفصیلی جواب گزر چکا ہے، مختصر یہ ہے کہ اس کے انکار سے متواترات کا انکار لازم آتا ہے، کوئی کہتا ہے کہ کشف تو کافر کو بھی ہو جاتا ہے، یہ محض فریب ہے، جس گروہ کے لیے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہ ہو کہ لاتفتح لھم ابواب السماء اسے کشف ہو سکتا ہے؟ وہ جنت دوزخ دیکھ لے گا تو کیا پھر بھی کفر پر قائم رہ سکتا ہے اور اہل ایمان کو جنت میں دیکھ کر کفر پر ہی اڑا رہے گا؟ کافر کا عقیدہ ظلمت، عمل ظلمت، قول میں ظلمت، قلب میں ظلمت، کیا اندھیرے میں چیزیں نظر آتی ہیں۔ خوب سمجھ لو کہ کافر کے لیے کشف نہیں۔ القاء ہے تو شیطانی، اور اگر کوئی فرشتہ نظر آیا جیسا بدر میں ہوا تو وہ عذاب کے لیے ہے، انعام باری تعالیٰ نہیں۔

بعض ظاہر بین جو اس سلسلے میں دھوکہ کھا جاتے ہیں ہم انہیں حقیقت سے روشناس کرائے دیتے ہیں کہ کافر مسلسل مجاہدہ سے بھوکا پیاسا رہ کر بدن کو کمزور کر لیتا ہے اور بدن میں خون اور چربی کم ہو جاتی ہے تو اسے ایک طرح کی یکسوئی حاصل ہو جاتی ہے اور قلب پر بعض مادی چیزوں کا عکس پڑتا ہے۔ یہ ہے کافر کے کشف کی حقیقت۔ اسے حقائق اشیاء، برزخ کے حالات، جنت، دوزخ اور عرش وکرسی کہاں نظر آئیں، کیونکہ

Marfat.com

وانما هو نور یختص به الله من یشاء من عبادہ۔

سب سے پہلے کشف کی حقیقت معلوم کر لینی چاہیے:

"الکشف عند الصوفیة هو انکشاف حقائق الالٰهیة للصوفی بعد اتخاذہ طرقا مخصوصة للوصول الی ذلك واهل الکشف عندهم الذین وصلوا الی مقام سام فی الصوفیة فیشاهدون حقیقة العالم الروحانی من غیر نظر عقلی بل بنور یقذفه الله فی قلوبهم"۔ (المنجد)

''صوفیوں کی اصطلاح میں کشف کی حقیقت یہ ہے اگر کافر کو کشف ہوتا تو ماننا پڑے گا کہ کافر واصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کافر کے دل میں وہ نور ڈال دیتا ہے کہ اسے حقائق الٰہیہ کا انکشاف ہو جاتا ہے۔ اگر اسے درست تسلیم کر لیا جائے تو پھر ایمان لانے کی ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے؟

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم باب جنود القلب میں فرمایا:

۔ والکشف مفتاح الفوز الاکبر جب کافر کو کشف اصطلاحی ہو جاتا ہے تو گویا اس کے ہاتھ میں فوز اکبر کی مفتاح آ گئی۔ کیا اس کا تصور کیا جا سکتا ہے؟

کافر کے کشف کی حقیقت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنیئے فرماتے ہیں:

''کثرت جوع البتہ شفا بخش است و صفائی قلب می بخشد و جمع دیگر را صفائے نفس صفائی قلب ہدایت افزاد نور بخش است و صافئی نفس ضلالت نماست وظلمت افزا فلاسفہ یونان و براہمہ جوگیہ ہمہ را ریاضت گرسنگی صافئی نفس بخشیدہ بضلالت وخسارت دلالت نمودہ۔ افلاطون بے خرد اعتماد بر صفائی نفس خود نمودہ صورۃ کشفیہ خیالیہ خود را مقتدائے خود

ساختہ عجب ورزید..... نداست کہ ایں صفا از پوست رقیقۂ امارۂ اوگزشتہ
است و امارۂ او بہ ہماں خبث ونجاست خود است بیش ازیں نیست کہ
نجاست مغلظ رابشکر غلاف رقیق نمائند"۔

(مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر۳۱۲)

معلوم ہوا کہ کافر اگر ریاضت کرے تو اس کو صفائے نفس حاصل ہوسکتی ہے، مگر کشف عند الصوفیہ کا تعلق صفائی قلب سے ہے اور کافر کو صفائی حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔ پھر کشف کیونکر ہو۔

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"یاد رکھیے! علم اور چیز ہے، تربیت اور چیز ہے اور امراض روحانی کا فقط ایک علاج ہے اور وہ اللہ والوں کی صحبت ہے ان کی صحبت میں اللہ کے پاک نام کی برکت سے اللہ کی رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں میں کیا عرض کروں، ان کے جوتوں کی خاک کے ذروں میں وہ موتی ملتے ہیں جو بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے، بشرطیکہ عقیدت، ادب اور اطاعت کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ ان میں سے ایک موتی حلال وحرام کی تمیز۔ دوسرا موتی ہے کشف قبور...... جو سر پھرے نوجوان ان باتوں کو نہیں مانتے ان سے کہا کرتا ہوں کہ چودہ سال کا خرچ میرے پاس جمع کرادو تو میں تمھیں ایسے اللہ والوں کی صحبت میں جا بٹھاؤں گا جو تمہاری تربیت کریں گے پھر ایک منٹ میں تم بتاسکو گے کہ قبر:

"ھذا المقبور روضة من ریاض الجنة وقبر ھذا المقبور حفرة من حفرة النیران"۔

(مجلس ذکر حصہ اول صفحہ ۱۷۰، ۲۲)

''حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے کشف قبور کو جو کشف اصطلاحی کی ایک فرد ہے، ایک موتی قرار دیا ہے جو اللہ والوں کی صحبت میں اللہ کے پاک نام کے ذکر کی برکت سے حاصل ہوتا ہے اور کہیں نہیں ملتا۔ اور ظاہر ہے کہ کافران دونوں شرائط سے محروم ہے پھر اسے کشف کیونکر ہو؟

حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ تو کشف قبور کو ہی کمال سمجھتے ہیں جو بڑی مدت کے بعد اللہ تعالیٰ کی عنایت سے حاصل ہوتا ہے بلکہ آپ تو سکھانے کی دعوت بھی دیتے ہیں فرماتے ہیں:

''سنو! ہوش کرو، مجھے اللہ تعالیٰ نے باطن کی آنکھیں دی ہیں اور مجھے علم ہے کہ جو نوجوان علمائے کرام کو گالیاں دیتے مر گئے ہیں ان کی قبریں جہنم کا گڑھا بنی ہوئی ہیں۔ اگر تم کو یقین نہیں آتا تو آؤ، میرے پاس آ کر بیٹھ جاؤ میں نے یہ فن چالیس سال میں سیکھا ہے، تمہیں چار سال میں سکھا دوں گا۔

(خدام الدین ۲۲-۲-۶۳)

حضرت کے اس اعلان میں بیک وقت کئی باتیں پائی جاتی ہیں اپنے کمال کا دعویٰ بھی ہے اور دوسروں کو کامل بنانے کا اعلان بھی ہے۔ جن دو موتیوں کا مندرجہ بالا بیان میں ذکر ہوا ہے، ان میں سے ایک موتی یعنی کشف قبور کے لیے چالیس سال صرف کرنے کا بھی ہے، اور چار سال میں سکھانے کا دعویٰ بھی ہے اور یقین پیدا کرنے کے لیے کشف قبور کو ذریعہ بھی قرار دیا گیا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت جس چیز کو ۴۰ سال کی محنت کے بعد حاصل کرے، وہ کافر کو کفر کی حالت میں رہ کر محض تپسیا سے حاصل ہو جائے۔

کشف قبور کے متعلق بوجودہ ایک غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے کہ یہ کشف کونی ہے اس کے متعلق بنیادی طور پر یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ کشف قبور میں مٹی کے گڑھے کا کشف نہیں ہوتا، بلکہ مقبور کی حالت کا کشف ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اقتباس گزر چکا ہے کہ صاحب کشف کو معلوم ہو جائے گا کہ مقبور روضة من رياض الجنة میں ہے یا حفرة من حفر النيران میں ہے یعنی کشف قبور میں اہل ایمان اور اولیاء اللہ کے درجات اور منازل کا انکشاف ہوتا ہے۔

عالم کون عالم موجودات ظاہریہ پر بولا جاتا ہے۔ جس کو قرآن نے عالم ظاہر، عالم محسوسات اور عالم شہادت بھی بیان کیا ہے اور عالم شہادت عالم غیب کے مقابلے میں ہے۔ پس جس کشف کا تعلق عالم غیب سے ہوا اسے کشف کونی کہنا کہاں درست ہے۔ کشف کونی یہ ہے کہ عالم کون کی موجود اور ظاہر چیزیں جو نظر سے اوجھل ہیں، زمین پر ہیں ان کی حالت منکشف ہو جائے کیونکہ انہی چیزوں کا تعلق عالم شہادت سے ہے، ویعبرون من عالم الشهادة بالارض۔ (عبقات)

یعنی عالم شہادت کو زمین سے تعبیر کرتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ کشف کونی میں عالم کون کی اشیاء کی صورتیں منکشف ہوتی ہیں، جن کا ایمانیات سے کوئی تعلق نہیں اور عالم غیب کی اشیاء پر ایمان لانا فرض ہے، مثلاً ثواب عذاب قبر پر ایمان لانا ضروری ہے اور یہ عالم غیب سے ہے، عالم کون سے اس کو کوئی تعلق نہیں اور ثواب وعذاب قبر کا انکار کرنا کفر ہے جیسا کہ علامہ انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے عرف شذی ۳۸۹ پر فرمایا:

"عذاب القبر ثبت متواتر البقدر المشترك وقال به اهل

السنة والجماعة قاطبة ومنكر المتواتر هذا لا رب فيه تبديعه و منكر التواتر بالقدر المشترك كافر ان كان التواتر بديهيا و فاسق متبدع ان كان نظريا"۔

''عذاب وثواب قبر مشترک وتواتر سے ثابت ہے، اور اس پر تمام اہل سنت والجماعت کا اجماع ہے اور اس تواتر کے منکر کے بدعتی ہونے میں تو ذرہ شک نہیں اور منکر تواتر قدر مشترک کافر ہے اگر تواتر بدیہی ہے اور بدعتی ہے اور بدتر فاسق ہے اگر تواتر نظری ہے اور عذاب وثواب قبر کا ثبوت جس تواتر سے ہے وہ بدیہی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ عذاب وثواب قبر عالم آخرت کی چیزیں ہیں، جن پر ایمان لانا فرض ہے، اور عالم کون کے پہاڑ، درخت، انسان، حیوان وغیرہ کی صورتوں پر ایمان لانا ضروری نہیں''۔

يؤمنون بالغيب کی تفسیر میں صاحب مظہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: (۱۹:۱)

"فالمراد به ماغاب من ابصارهم من ذات الله تعالىٰ وصفاته والملائكة والبعث والجنة والنار والصراط والميزان و عذاب القبر وغيره"۔

اسی طرح تفسیر قرطبی ۱: ۱۶۳ پر ہے :

"كل ما اخبربه رسول عليه الصلوٰة والسلام مما لا تهتدى اليه لعقول من اشراط الساعة و عذاب القبر والحشر والنشر والصراط والميزان والجنة والنار"۔

''غیب سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کی خبر نبی کریم ﷺ نے دی ہے، جن

Marfat.com

تک عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی جیسا اشراط قیامت، عذاب قبر، حشر نشر، پل صراط، میزان، جنت، دوزخ"۔

اور تفسیر خازن اور معالم میں ہے:

"والغیب ما کان مغیب عن العیون قال ابن عباس الغیب ھھنا کل ما امرت بالایمان بہ فیما غاب عن بصرك من الملائکۃ والبعث والجنۃ والنار والصراط والمیزان"۔

"غیب وہ چیزیں ہیں جنہیں آنکھیں نہ دیکھ سکیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں غیب سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کے ساتھ تمہیں ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے جو باصرہ کی دسترس سے باہر ہے، جیسے فرشتے، قیامت، جنت، دوزخ، پل صراط اور میزان"۔

غوث زماں سید عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"لیکن انہیں (کفار) کو، قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ نور جو وہاں سے پھیل کر قبۂ برزخ تک جا پہنچتا ہے، یا مثلاً اولیائے عارفین کی ذات مبارکہ، یا ارواح مومنین جو صحن ہائے قبور میں ہیں، نہ ہی کسی فرشتہ کو دیکھ سکیں گے، اور نہ ہی جنت، قلم لوح اور نہ ان انوار کا مشاہدہ کر سکیں گے"۔ الخ۔...... (الابریز اُردو صفحہ ۵۵۹)

ثابت ہو گیا کہ ثواب و عذاب قبر کا تعلق عالم کون سے نہیں، امور آخرت سے ہے اس لیے کشف قبور کشف کونی نہیں بلکہ کشف الٰہی میں داخل ہے۔

کشف قبور کو کشف کونی کہنے والوں نے بلا شبہ ٹھوکر کھائی، مگر کشف قبور کو علم غیب سے متعلق تسلیم کرنے والوں نے تو کمال ہی کر دیا اس قسم کے بعض پڑھے لکھے جہلا

Marfat.com

کہتے ہیں کہ ''کشف قبور علوم غیب سے ہے اور جو شخص کشف قبور کا دعویٰ کرے وہ مشرک ہے۔

سبحان اللہ! کیا اجتہاد ہے، ان جہلا کو نہ اس بات کا علم ہے کہ علم غیب کسے کہتے ہیں، نہ انہیں کرامت اولیاء اور خرق عادت سے واقفیت ہے، حالانکہ محض نام کا عالم بھی اتنا جانتا ہے کہ علم غیب جس کا دعویٰ کفر ہے، وہ ہے جس پر کسی قسم کی دلیل قائم نہ ہو جو مخصوص باری تعالیٰ ہے اور کشف تو ایک دلیل ہے اور اعلام من اللہ میں داخل ہے۔اس پر علم غیب کا اطلاق کرنا زی جہالت ہے۔ان حضرات کے دماغ میں علم کی جو آندھیاں چلتی ہیں تو عقائد و نظریات میں توازن برقرار نہیں رکھ سکتے۔

مثلاً جواہر القرآن ۱:۱۹ پر:

''امر دوم۔ ذات باری تعالیٰ، فرشتے، کتب سماوی، انبیاء متقدمین علیہم الصلوٰۃ والسلام احوال برزخ، و علامت قیامت حشر نشر، پل صراط، میزان، جنت دوزخ، ثواب و عذاب قبر یہ تمام احکام عالم غیب کے ہیں اور عالم غیب کے امور جو نصوص قطعیہ سے ثابت ہیں مثلاً عذاب قبر حشر، نشر وغیرہ ان کا انکار کفر ہے''۔

''یعنی مفسر'' صاحب اقرار کرتے ہیں کہ عذاب قبر نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اس کا انکار کفر ہے۔اب ملاحظہ ہو جواہر القرآن ۲:۹۰۵۔۹۰۹

''عذاب قبر نہ روح کو ہوتا ہے نہ بدن کو ہوتا ہے''۔

پھر سوال یہ ہے کہ کس کو ہوتا ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ عذاب قبر کا انکار فرما رہے ہیں، اور صاحب جواہر القرآن عذاب قبر کے منکر کو کافر قرار دے چکے ہیں۔

Marfat.com

یعنی صاحب جواہر القرآن جلد اول نے صاحب جواہر القرآن جلد دوم کو کافر قرار دے دیا۔

جلد دوم والے صاحب جواہر القرآن کا عقیدہ وہی ہے جو معتزلہ میں سے بھی صرف دو آدمیوں کا عقیدہ تھا۔

ولم ینکر احد منهم (من المعتزلة)

الاضرار بن عمر و بشر المریسی

(عرف شذی ۳۸۰)

محاکمہ مابین علمائے ظواہر وعلمائے باطن ازروئے کتاب اللہ:

علمائے ظواہر کشف والہام کی مخالفت کو جائز سمجھتے ہیں اور صوفیاء کرام اس کی مخالفت کو حرام سمجھتے ہیں، بشرطیکہ قواعد شرعیہ کے خلاف نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ کشف و الہام جو اپنے مافوق کے مخالف نہیں، اس پر عمل نہ کرنے سے گو دینی عقاب وطرد تو لاحق نہ ہوگا کہ موجب جزا وعذاب ہو مگر دنیوی اور بدنی تکلیفوں کا یقیناً موجب ہوگا۔ لہٰذا جسمانی اور دنیوی تکلیفوں سے بچنے کے لیے کشف والہام پر عمل ضروری ہوا اس قانون کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔

اس تقریر سے کشف والہام کا موجب علم ہونا ثابت ہوا پس علمائے ظواہر کے قول کے مطابق ناقابل التفات قرار دینا غلط ٹھہرا۔ پھر یہ ثابت ہوا کہ موجب وجوب نہیں، پس صوفیا کرام کا موجب وجوب قرار دینا درست نہ ہوا پس حق دونوں کے بین بین ہے یعنی موجب علم ہے، قابل عمل ہے، مگر موجب وجوب نہیں۔

اب اس کی تفصیل ملاحظہ ہو:

"قال تعالٰی : فوسوس لهما الشيطٰن وقوله تعالٰی فلما ذاقا الشجرة بدت لهما سوأتهما"۔

ا۔ اس سے عصمت اور تصرف یعنی وسوسہ شیطان کا اجتماع ہونا معلوم ہوا کہ وسوسہ شیطانی فی نفسہ گناہ نہیں، نہ منافی کمالات ہے، جب تک موصل الی المعصیت نہ ہو جائے۔

۲۔ حضرت آدم علیہ السلام حضرت حوا علیہا السلام کو خطاب جو اکل شجرہ سے پہلے ہوا وہ الہامی خطاب تھا نہ کہ وحی شرعی جیسا ولا تقربا هٰذه الشجرة اور ناداهما ربهما میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دونوں کو خطاب تھا اور حضرت حوا کو بلا واسطہ حضرت آدم علیہ السلام کے ہوتا تھا۔

"لانه ما كان مع ادم فی الجنة من البشر الا حوا وان الخطاب كان یا تیها من غیر واسطة ادم بدلیل قوله تعالٰی ولا تقربا هذه الشجرة"۔ (اربعین فی اصول دین ۳۳۹)"۔

"کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کے ہمراہ جنت میں کوئی انسان سوائے حضرت حوا علیہا السلام کے موجود نہ تھا، اور حضرت حوا علیہا السلام کو جو خطاب خدا کی طرف سے ہوتا بغیر واسطہ آدم علیہا السلام کے ہوتا، جیسا آیت ولا تقربا سے ظاہر ہے"۔

۳۔ اس الہام پر عمل نہ کرنے سے حضرت آدم علیہ السلام اور حصرت حوا علیہا السلام کو جسمانی اور دنیوی مصائب پیش آئے، نہ کہ دینی عقاب، اگرچہ قرآن نے حضرت آدم علیہ السلام علیہ کے لیے "عصی آدم" فرمایا ہے، مگر یہ معصیت لغوی ہے شرعی

Marfat.com

قرآن سے ثابت نہیں، قرآن نے "بدت لھما سواتھما" ہی جرم بیان کیا ہے۔ حالانکہ یہ جرم نہیں، کیونکہ زوجین کے بدنوں کا ایک دوسرے کے سامنے کھل جانا شرعی جرم نہیں۔

پس ثابت ہوا کہ الہام موجب علم ہے قابل عمل ہے، اس پر عمل نہ کرنے سے بدنی اور دنیوی تکلیف ہوئی، دینی عقاب لاحق نہ ہوا یعنی موجب وجوب نہیں۔

اس طرح حضرت مریم علیہا السلام کو پانچ طرح کا الہامی خطاب ہوا۔

۱۔ وکفلھا زکریا: تا: قال یٰمریم انی لك ھذا
یہ خطاب تربیت جسمانی کے لیے ہے۔

۲۔ واذا قالت الملائکۃ: تا: واصطفك علی نساء العلمین۔
یہ خطاب تربیت روحانی کے لیے ہے۔

۳۔ یٰمریم اقنتی لربك: وارکعی مع الرکعین:
یہ خطاب تکلیف شرعی کا ہے۔

۴۔ اذ قالت الملائکۃ تا ومن المقربین۔
اس خطاب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہے۔

۵۔ فنادھا من تحتھا: فلم اکلم الیوم انسیا:
یہ خطاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے بعد تسلی کے لیے ہے، ان میں چار خطاب ملائکہ کی طرف سے ہیں جو مامور من اللہ تھے۔

فوائد: ا۔ ملائکہ کا انسان سے کلام کرنا ثابت ہوا۔

۲۔ حضرت مریم علیہا السلام کا واقعہ بیان کر کے بتایا کہ انبیاء علیہم السلام کے متبعین کو یہ کمالات بطور میراث ملتے ہیں تم بھی نبی کریم ﷺ کے متبع بن جاؤ۔ تمہیں یہ

Marfat.com

کمالات پہلے انبیاء علیہم السلام کے متبعین سے بڑھ کر ملیں گے۔

۳۔ جو اللہ کا ہو رہے، اللہ اس کا ہو رہتا ہے، الیس اللہ بکاف عبدہ حضرت مریم علیہا السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو غیروں سے بچایا۔ غیبی رزق دیا عزت بچائی۔ تم بھی اس کے ہو رہو سب کچھ ملے گا ویرزقہ من حیث لا یحتسب سے مزید تاکید فرمادی۔

۴۔ بتایا کہ میں اپنے بندوں کی امداد کے لیے بڑی بڑی ہستیوں کو مقرر کرتا ہوں۔ دیکھا حضرت مریم علیہا السلام کی کفالت ایک نبی علیہ السلام کو سونپی اور ملائکہ میں سے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو مقرر کیا۔

۵۔ جبرئیل علیہ السلام ولی اللہ کے پاس آسکتے ہیں، صرف وحی شرعی اور وحی احکامی کا سلسلہ ختم ہوا، کیونکہ دین مکمل ہو چکا ہے۔

۶۔ حضرت مریم علیہا السلام کو کشف والہام کے ذریعے ہدایات دی گئیں۔

۷۔ حضرت مریم علیہا السلام نے ان ہدایات پر عمل کیا۔

پس ثابت ہو گیا کہ کشف والہام موجب علم بھی ہے اور قابل عمل بھی۔ اولیاء اللہ کی شان میں جو احادیث متعلقہ باب میں بیان کی گئی ہیں اور جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام قیامت کے دن اولیاء اللہ پر غبطہ کریں گے۔ ان احادیث کی آیات سے مطابقت ثابت ہوتی ہے، مثلاً حضرت زکریا علیہ السلام نبی نے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم پھل دیکھ کر غبطہ کیا اور طالب اولاد ہوئے، اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے بھی غبطہ ثابت ہوتا ہے۔

ظن غالب یہ ہے کہ گزشتہ شریعتوں میں یہ اصول تھا کہ جو کشف والہام کسی صحیح متبع انبیاء کو ہوا اور وہ عام قانون کے خلاف ہو تو وہ کشف اس قانون کا مخصص ہوگا۔ مثلاً

Marfat.com

قانون یہ تھا کہ نابالغ بچہ کو خواہ کافر ہو قتل نہ کیا جائے، مگر کسی مخفی علت کے تحت حضرت خضر علیہ السلام نے کافر بچہ کو قتل کر دیا تو یہ خلاف قانون نہ ٹھہرا بلکہ اس قانون کا مخصص قرار پایا۔ واللہ اعلم بالصواب

خلاصہ: کشف والہام اولیاء اللہ کے لیے خاص ہیں، نائب وحی ہیں۔ آسمانی علوم کا واسطہ ہیں، گو وحی کے مقابلہ میں کمزور واسطہ ہیں۔ یعنی موجب علم ہیں۔ قابل عمل ہیں۔ موجب وجوب نہیں۔

سوال: علم تصوف اور کشف والہام کا تعلق علم ظاہری سے ہے بے علم کو کیوں کر کشف ہو سکتا ہے؟ اس سلسلے کے بعض بے علم بھی کشف ومکاشفات کا اظہار کرتے ہیں، کیا یہ ممکن ہے۔

الجواب: صحابہ کرامؓ کے حالات میں ایمان اور علم کی ترتیب کو پیش نظر رکھنے سے یہ عقیدہ خود بخود حل ہو سکتا ہے، صحابہ کرامؓ کو پہلے ایمان کی دولت نصیب ہوئی، جو بجائے خود اجمالی علم کا ثمرہ تھا، لیکن دین کا تفصیلی علم ایمان کے بعد حاصل ہوا، اسی طرح تصوف کا تعلق تزکیۂ باطن سے ہے، جو بمنزلہ ایمان ہے، اس کے حصول کے لیے شیخ کامل سے عقیدت اور اس کا اتباع لازمی ہے، علم تفصیلی شرط نہیں اور ظاہر ہے کہ تزکیۂ باطن سے کشف والہام حاصل ہو جاتا ہے، پس کشف والہام کے لیے بھی علم شرط نہیں، ہاں اس کی حفاظت اور مزید ترقی کے لیے علم ظاہری کی ضرورت ہے، اور یہ علم ظاہری یا تو اکتساب سے حاصل ہوتا ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے شرح صدر کے طور پر عطا ہوتا ہے۔

"کما قال تعالٰی افمن شرح اللہ صدرہٗ للسلام فھو علی

Marfat.com

نور من ربه فويل للقاسية قلوبهم من ذكر الله"۔ (الزمر)

''سوجس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لیے کھول دیا اور وہ اپنے پروردگار کے نور پر ہے، کیا وہ شخص اور اہل قسادت برابر ہیں۔ سوجن لوگوں کے دل خدا کے ذکر سے متاثر نہیں ہوتے ان کے لیے بڑی خرابی ہے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ ذکر الٰہی سے شرح صدر اور نور باطن عطا ہو جاتا ہے، تصوف کی ابتدا اور انتہا ذکر الٰہی ہے، اس لیے تصوف وسلوک کے حصول سے یقیناً کشف ہو جاتا ہے کسی کو کم کسی کو زیادہ۔

کشف کو محفوظ رکھنے کے لیے اور کشف کی تکمیل کے لیے علم کی اس لیے بھی ضرورت ہے کہ روح کے کلام میں اجمال ہوتا ہے، رمز و اشارات ہوتے ہیں، اس کلام کو ٹھیک طور پر سمجھنے کے لیے آٹھ، دس برس کا عرصہ لگتا ہے جب کہیں جا کر عالم برزخ کی اصطلاحات پورے طور پر سمجھ میں آتی ہیں اس سے پہلے کشف میں غلطی کا امکان رہتا ہے۔

علم ظاہری کی ضرورت اس لیے بھی ہے کہ اس کے بغیر منازل سلوک تو طے ہو جاتے ہیں مگر مناصب نہیں دیئے جاتے، اکثر قانون صوفیا کا دیکھا ہے اور مشاہدہ سے بھی معلوم ہوا ہے کہ قطب، غوث، قیوم، فرد اور قطب وحدت مناصب خلفائے اربعہ کی نسل میں ہی رہے ہیں، یہ قاعدہ اکثر یہ ہے، کلیہ نہیں۔ کشف علم اور مناصب کا ذکر آ گیا تو یہ بات بھی سمجھ لیجیے کہ ذکر الٰہی سے کشف قبور تو لازماً ہو جاتا ہے بعض اوقات اتنا تیز کشف ہوتا ہے کہ قبور کی طرف محض خیال کرنے سے پورے حالات منکشف ہو

Marfat.com

جاتے ہیں، سینکڑوں آدمی ایسے ہوتے ہیں جن کو لوگوں نے غوث اور قطب سمجھ رکھا ہے انہیں حاجت روا اور مشکل کشا سمجھ کر ان کی قبروں کا طواف کرتے رہتے ہیں، حالانکہ یہ حرکت عقیدہ توحید کے سراسر منافی ہے، اور صاحب قبر پر وہ کچھ گزر رہی ہوتی ہے کہ خدا کی پناہ! ایک مزار پر جانے کا اتفاق ہوا روضہ بنا ہوا تھا قبر پر چادریں چڑھی ہوئی ہیں۔ بوسے دیئے جا رہے ہیں، مگر صاحب قبر زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے، کتے کی طرح اٹھ اٹھ کر حملہ کرتا ہے۔

ایک اور ایسے ہی ''غوث'' کے مزار پر ہر ہفتہ میلہ لگتا ہے، حالانکہ صاحب قبر کافر سادھو ہے، کسی نے غلطی سے دفن کر دیا۔ رفتہ رفتہ غوث بن گیا اور روضہ کھڑا کر دیا گیا اس کو ایسا دردناک اور بھیانک قسم کا عذاب ہو رہا ہے کہ اس سے کوئی بات معلوم نہیں کی جا سکتی۔

حقیقت یہ ہے کہ اس ملک میں غوث کا منصب صرف چند ایک ہستیوں کو ملا ہے۔ سب سے پہلے غوث عبدالہادی شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھیرہ والے ان کا مدفن پوشیدہ ہے۔ پھر حضرت بہاؤالحق زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ اور بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ قلعہ لاہور میں ایک غوث مدفون ہیں، علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نام ہے۔ یہ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے الگ دوسری شخصیت ہیں، نام وہی ہے، ان کا مدفن پوشیدہ ہے، ان کی طرف سے قبر کا نشان بتانے کی سخت ممانعت ہے۔ ایک غوث ریاست دیر کی طرف ہوئے ہیں ان کا نام گل بادشاہ رحمۃ اللہ علیہ تھا، ان کے علاوہ اس ملک میں کوئی غوث نہیں ہوا۔ ہاں بڑی بڑی ہستیاں گزری ہیں، مگر وہ قطب کے منصب تک ہی ہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

(۱۸)

رویت انبیاء و ملائکہ

رویت انبیاء کا ثبوت

رویت عین ذات اور رویت مثالی میں اختلاف

حالت بیداری میں رویت انبیاء

مشائخ کے اقوال

علمائے امت کی تحقیق

رویت جنات و شیاطین

رویت جنات کا ثبوت

خرقِ عادات اور اہل السنّت والجماعت کا مسلک

Marfat.com

رویت انبیاء وملائکہ

رویت انبیاء وملائکہ وارواح کا معاملہ کشف سے تعلق رکھتا ہے یہ چیزیں مقصود بالذات نہیں۔ ہاں کبھی اس راہ کے مسافر کو یہ نعمتیں ضمناً حاصل ہو جاتی ہیں۔ پچھلے کئی ابواب میں بیان ہو چکا ہے کہ تصوف وسلوک میں مقصود بالذات رضائے الٰہی کا حصول ہے اس کی تکرار کی ضرورت اس لیے پڑی ہے کہ مروجہ تصوف میں سب سے زیادہ بے اعتنائی اسی سے برتی جاتی ہے۔ صحیح اسلامی تصوف تو محبت الٰہی اور اتباع سنت ہی کا نام ہے اس کی ابتدا اور انتہا یہی ہے۔

"اما البداية فالاشتغال بالعبودية واما لنهاية فقطع النظر عن الاسباب وتفويض الامور كلها لى الله كل نفس ذائقة الموت ثم الينا ترجعون"۔

- ''تصوف کی ابتدا اللہ کی عبادت میں مشغول ہونا ہے اور اس کی انتہا اسباب سے نظر اٹھا لینا اور تمام امور کو اللہ کے سپرد کر دینا ہے ہر جاندار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے پھر لوٹ کے ہمارے پاس آنا ہے''۔

رویت انبیاء کا ثبوت:

رسول کریم ﷺ انبیائے کرام علیہم السلام اور ملائکہ کی حالت بیداری میں رویت مختلف فیہ نہیں ہے اگر کچھ اختلاف ہے تو اس میں کہ مرئی یعنی جو دیکھے جاتے ہیں ان کی ذات مقدسہ بعینہ ہے یا اس کی مثل ہے ایک قلیل بلکہ اقل جماعت کا خیال

Marfat.com

ہے کہ یہ مرئی صورت عین ذات نہیں بلکہ صورت مثالیہ ہوتی ہے۔ اکثر علمائے ظواہر و باطن حالت بیداری میں رویت رسول کریم ﷺ بعینہ کے قائل ہیں:

۱۔ علامہ ابن تیمیہ نے اقتضائے صراط مستقیم میں اس پر اظہار رائے کیا ہے اور اس کے قائل ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانے میں ایک آدمی نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی آپ ﷺ نے اسے فرمایا کہ عمرؓ کو کہو کہ صلوٰۃ استسقاء کے لیے لوگوں کو باہر نکالو۔

۲۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ میں نے قرآن مجید حضور اکرم ﷺ سے پڑھا۔

"وان سئالتنی عن الخبر الصدق فانی تلمیذ القرآن العظیم بلاواسطة کما انی اویسی لروح حضرة الرساله ﷺ۔ ۱۰۲

"اگر سچ پوچھو تو (میں تعلیم قرآن میں اویسی ہوں جس طرح فیض باطنی میں اویسی ہوں) میں نے روح نبی اکرم ﷺ سے بالواسطہ قرآن مجید پڑھا جیسے فیض باطنی حاصل کیا"۔

مزید تفصیل کے لیے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی فیوض الحرمین اور تفہیمات الٰہیہ ملاحظہ ہوں۔

۳۔ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل کتاب "تنویر الملك فی امکان روية النبی ﷺ والملك" لکھی ہے اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔

۴۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ومن اول الطریقة تبتدأ المشاهدات والمکاشفات حتی

Marfat.com

انهم فی یقظهم یشاهدون الملائکة وارواح الانبیاء ویسمعون منهم اصواتاً ویقتبسون منهم فوائد"۔ ۱۰۳

''طریقہ سلوک کی ابتدا ہی مشاہدات اور مکاشفات شروع ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ سالکین بیداری میں انبیاء کے ارواح اور ملائکہ کا مشاہدہ کرتے ہیں ان کا کلام سنتے ہیں ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں''۔

مگر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ دیگر صوفیاء اور علماء سے اتنا اختلاف کرتے ہیں کہ رویت مثال کے قائل ہیں عین ذات کے قائل نہیں۔

رویت عین ذات اور صورت مثالی میں اختلاف:

علامہ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے سے اختلاف کیا ہے۔

"قال (ای غزالی) انما هو مثال روحه ﷺ المقدسة عن الصورة والشكل وشبه روية الله فی المنام بذالك فلا ادری ماراده به رحمة الله"۔ ۱۰۴

''امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کی روح کی مثال کی زیارت ہوتی ہے نہ بعینہ جسم مقدس کی اور اس کو رویت باری فی المنام سے تشبیہ دی ہے میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس سے آپ کا ارادہ کیا ہے''۔

پھر علامہ شعرانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ شیخ صالح عطیہ ابناسی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ قاسم مغربی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ:

"یقول رایت رسول الله ﷺ یقظة بضعاً وسبعین مرة"۔ ۱۰۵

فرماتے ہیں:

Marfat.com

میں نے حضور اکرم ﷺ کو ستر سے زیادہ مرتبہ بیداری میں دیکھا۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر تفصیل سے بحث کی ہے:

"هل الروية المصطفى ﷺ بجسمه وروحه وفصل القاضى ابوبكر بن العربى فقال روية النبى ﷺ بصفة المعلومة ادراك على الحقيقة ورُؤيته على غير صفته ادراك للمثال وهذا الذى قاله القاضى فى غاية الحسن ولا يمتنع روية ذاته الشريفة بجسده وروحه وذالك لانه ﷺ وسائر الانبياء احياء"۔ ١٠٦

"کیا رویت رسول ﷺ بجسمہ ہے یا صورت مثالی کا دیکھنا ہے اور قاضی ابوبکر بن العربی نے اس پر محاکمہ کیا اور فرمایا کہ صفت معلومہ کے ساتھ حضور ﷺ کی رویت حقیقت پر محمول ہوگی اور غیر صفت معلومہ کے ساتھ رویت مثالی پر محمول ہوگی قاضی موصوف کا محاکمہ بہت خوب ہے اور حضور ﷺ کی رویت جسدی و روحی میں کوئی امر مانع نہیں ہوسکتا کیونکہ حضور اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں"۔

پھر فرمایا:

"قال عبدالله بن سالم ثم اتيت عثمان رضى الله عنه لاسلم عليه وهو محصور فقال مرحبا يا اخى انى رايت رسول ﷺ فى هذه الخوخة فقال يا عثمان حصروك قلت نعم قال عطشوك قلت نعم فادلى لى دلوا فيه ماء فشربت حتى رويت حتى انى لاجد بر دبين ثدى وبين

Marfat.com

کتفی فقال ان شئت نصرت علیھم وان شئت افطرت عندنا فاخترت ان افطر عندہ فقتل ذلك الیوم وھذا القصة مشھورة عن عثمان ممزجة فی کتب الحدیث بالاسناد اخرجھا ابن ابی اسامة فی مسندہ وغیرہ وقدفھم المصنف منھا انھا رویة یقظة وان لم یصلح عدھا فی الکرامات لان رؤیة المنام یستوی فیھا کل احد"۔ ۱۰۷ے

''عبداللہ بن سالمؓ نے کہا کہ پھر میں حضرت عثمانؓ کے پاس آیا تا کہ انہیں سلام عرض کروں اور وہ محصور تھے۔ حضرت عثمانؓ نے مجھے خوش آمدید کہا اور فرمایا میں نے حضور اکرم ﷺ کو اس کوچہ میں دیکھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں نے تمہیں محصور کر لیا ہے عرض کیا جی ہاں۔ پھر فرمایا انہوں نے پیاسا رکھا عرض کیا جی ہاں۔ پھر حضور ﷺ نے میری طرف ڈول بڑھا دیا جس میں پانی تھا۔ میں نے پانی پیا اور سیر ہو گیا۔ حتی کہ میں اس کی ٹھنڈک سینے میں محسوس کرتا ہوں پھر فرمایا اگر تو چاہے تو میں تمہاری مدد کروں، اگر تو چاہے تو آج ہمارے پاس افطاری کرے تو میں نے اس کو پسند کیا کہ آپ ﷺ کے ساتھ افطاری کروں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ اسی روز شہید کر دیئے گئے اور یہ قصہ مشہور ہے اور کتب احادیث میں باسناد موجود ہے اس کو ابن ابی اسامہ نے اپنی مسند میں اخراج کیا ہے اور دوسروں نے بھی۔ اور محقق بات یہ ہے کہ مصنف اس روایت سے رویت رسول ﷺ کو بیداری میں سمجھا۔ ورنہ اس روایت کو کرامات کے ضمن میں بیان کرنا ٹھیک نہ ہوگا۔ کیونکہ خواب میں رویت رسول ﷺ میں تو سب لوگ مساوی ہیں''۔

حالت بیداری میں رویت کی بنیاد:

”عن ابی هریرة قال سمعت رسول الله ﷺ یقول من رأنی فی المنام فسیرانی فی الیقظة“۔ ۱۰۸

حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث کے الفاظ سے یہ مفہوم اخذ کیا گیا اور یہی روایت اس کی بنیاد ہے میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جس شخص نے مجھے خواب میں دیکھا قریب ہے کہ وہ بیداری میں بھی دیکھ لے گا۔

مشائخ کے اقوال:

”قال الشیخ صفی الدین فی رسالته قال له الشیخ ابو العباس الحرار دخلت علی النبی ﷺ مرة فوجدته یکتب مناشیر للاولیاء بالولایة و کتب لاخی محمد منهم منشورا“۔ ۱۰۹

”شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں کہ شیخ ابوعباس رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ اولیاء کے لیے ولایت کے منشور لکھ رہے ہیں۔ ان میں ایک میرے بھائی محمد کا منشور بھی تھا“۔

”قال ابو عبدالله القرشی سافرت الی الشام فلما وصلت الی قریب ضریح الخلیل علیه السلام تلقانی الخلیل فقلت یارسول الله اجعل ضیافتی عندك الدعاء لاهل مصرفدعا لهم ففرج الله عنهم قال الیافعی وقوله تلقانی الخلیل قول حق لاینکره الاجاهل بمعرفته مایروا الیهم

Marfat.com

من الاحوال التی یشاھدون فیھا ملکوت السماء والارض وینظرون الانبیاء احیاء غیر اموات کما نظر النبی ﷺ الی موسی علیہ السلام فی الارض ونظرہ ایضا ھو وجماعۃ من الانبیاء وسمع منھم مخاطبات"۔ ۱۱۰

"ابوعبداللہ قرشی کہتے ہیں کہ میں نے شام کا سفر کیا جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مزار مقدس پر پہنچا تو آپ مجھے ملے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کے ہاں میری مہمانی یہ ہے کہ اہل مصر کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ علیہ السلام نے دعا فرمائی تو اہل مصر کی مصیبت دور ہوگئی۔ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرشی کا قول ہے کہ میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی۔ اس کا انکار صرف جاہل ہی کرے گا جو صوفیا کے احوال سے ناواقف ہے وہ لوگ آسمان اور زمین کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ انبیاء کو زندہ دیکھتے ہیں جیسا کہ حضور ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو زمین پر دیکھا اور ان کو معہ جماعت کے آسمان پر دیکھا اور ان سے باتیں سنیں"۔

"قال رجل للشیخ ابی العباس المرسی یا سیدی صافحنی بکفك ھذا فانك لقیت رجالا وبلاد فقال واللہ ماصافحت بکفی ھذہ الارسول ﷺ قال وقال الشیخ لو حجب عنی رسول اللہ طرفۃ عین ماعددت نفسی من المسلمین"۔ ۱۱۱

"ایک شخص نے شیخ ابوالعباس المرسی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا مجھ سے مصافحہ کیجیے کیونکہ بڑے ملکوں میں پھرے ہیں۔ اور بڑے بڑے مردان

Marfat.com

خدا سے مصافحہ کیا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ میں نے یہ ہاتھ سوائے نبی اکرم ﷺ کے کسی سے نہیں ملائے اور فرمایا کہ اگر حضور ﷺ کی ذات ایک لمحہ کے لیے بھی میری آنکھ سے اوجھل ہو جائے تو میں اپنے آپ کو مسلمان نہیں سمجھتا"۔

"وقال البارزی وقد سمع من جماعة من الاولیاء فی زماننا وقبله انهم رأو النبی ﷺ فی الیقظة حیا بعد وفاته"۔ [۱۲]

"علامہ بارزی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ محقق بات یہ ہے کہ ایک جماعت اولیاء نے ہمارے زمانے میں بھی اور اس سے پہلے بھی رسول اکرم ﷺ کو بعد وفات زندہ حالت بیداری میں دیکھا"۔

عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

از بعض صالحین حکایات دریں باب آمدہ وبصحت رسیدہ و حکایات و روایات مشائخ بسیار است نزدیک بحد تواتر رسیدہ است"۔ [۱۳]

علمائے امت کی تحقیق:

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اس پر بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"هل تمکن رؤیة النبی ﷺ فی الیقظة فاجاب بقوله انکر ذالك جماعة وجوزه اخرون وهو الحق فقد اخبر بذالك من رؤیتهم من الصالحین بل استدل بحدیث البخاری من رانی فی المنام فسیرانی فی الیقظة ای بعین رأسه وقیل بعین قلبه "ثم قال" وفی شرح ابن ابی جمرة

Marfat.com

للاحادیث التی انتقلها من البخاری ترجیح لقاء الحدیث
علی عمومه فی حیاته ومماته لمن له اهلیه لاتباع السنة
ولغیره قال ومن یدعی الخصوص بغیر تخصیص منه
ﷺ فقد تعسف ثم الزم منکر ذالك بانه غیر مصدق
بقول الصادق وبانه جاهل بقدرة القادربانه منکر
بکرامات الاولیاء مع ثبوتها بدلائل السنة الواضحة
ومراده بعموم ذالك وقوع رؤیة الیقظة الموعودة بها لمن
رأه فی المنام ولومرة واحدة تحقیقا لوعده الشریف
الذی لا یخلف واکثر مایقع ذالك للعامة قبل الموت
عند الاحتضار فلا تخرج روحه حتی یراه"۔ [۱۱۴]

''کیا رسول اکرم ﷺ کی زیارت بیداری میں ممکن ہے؟ علامہ ابن حجر نے جواب دیا کہ ایک جماعت منکر ہے اور ایک جماعت قائل ہے اور یہی جماعت حق پر ہے۔ رویت کی خبر صالحین (کی ایسی جماعت) نے دی ہے (جس پر اتہام نہیں لگایا جا سکتا) بلکہ جواز کی دلیل حدیث بخاری سے پیش کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب بیداری میں دیکھے گا''۔ تو کسی نے سر کی آنکھوں سے دیکھنا مراد لیا ہے۔ کسی نے دل کی آنکھوں سے پھر ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شارح بخاری عبداللہ ابن ابی جمرۃ رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کیا جنہوں نے بخاری کی حدیث کی شرح کرتے ہوئے خواب کی حدیث کو عموم پر ترجیح دی ہے خواہ حیات میں ہو۔ خواہ ممات میں مگر کامل متبع سنت کے لیے

Marfat.com

ہے۔ پھر شارح مذکور نے فرمایا جس نے تخصیص حدیث کا دعویٰ کیا ہے اس نے تعسف کیا ہے۔ پھر اس کو الزام دیا ہے کہ جب حضور ﷺ نے تخصیص نہیں فرمائی تو وہ کیوں کرتا ہے۔ پھر یہ کہ فرمان نبوی ﷺ کا منکر ہے پھر یہ قدرت قادر سے جاہل ہے۔ اور وہ کرامات اولیاء کا منکر ہے۔ حالانکہ کرامات واضح سنت رسول سے ثابت ہیں اور مراد شارح مذکور کی عموم حدیث سے رسول اکرم ﷺ کی زیارت بیداری میں ہے جس کا وعدہ حضور ﷺ نے خواب والے کو دیا ہے اگرچہ زیارت ایک دفعہ ہو وعدہ پورا کرنے کے لیے کافی ہے اس میں جائز نہیں اور اکثر عوام الناس کو قریب موت زیارت ہو جاتی ہے اور روح اس کے جسد سے خارج نہیں ہوتی جب تک زیارت نہ ہو جائے''۔

بخاری کی اس روایت کا صحیح مفہوم تو یہی ہے جو رویت یقظہ سے بیان کیا گیا ہے البتہ مسلم میں فکانها رانی ہے اور ابن ماجہ میں فقد رانی ہے۔ ان میں احتمال ہیں اور بخاری کی اس حدیث میں یہ تاویل کرنا کہ عنقریب اس کی صحیح تعبیر دیکھ لے گا کتنا تعسف ہے۔ فسیری کا مفعول ضمیر متکلم حضور ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ اس کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے جو لیلة المعراج کے سلسلے میں آئی ہیں۔ کہ حضور ﷺ نے انبیاء علیہم السلام کو دیکھا۔ ان سے باتیں کیں، استفادہ کیا، یہ تھا معجزہ حضور ﷺ کا اور یہی ہوئی کرامت اولیاء کی۔

"وقد تقرران ماجاز للانبیاء معجزة جاز للاولیاء کرامة"۔ ۱۱۵

''یہ بات جمہور کے نزدیک ثابت ہو چکی ہے کہ جو چیز انبیاء علیہم السلام کے لیے معجزہ ہے اولیاء رحمہم اللہ کے لیے کرامت ہے''۔

Marfat.com

اور ابن کثیر نے فرمایا:

"انا لانجوز ظهور الكرامة على الولى عند ادعاء اللولاية الا اذا اقر عند تلك الدعوى بكونه على دين ذالك النبى ومتى كان الامر كذالك صارت تلك الكرامة لذلك النبى معجزة مؤكدة رسالته"۔ [16]

"ہم کسی مدعی ولایت سے ظہور کرامات کے اس وقت قائل ہوں گے جب وہ اس دعویٰ کے ساتھ یہ اقرار بھی کرے کہ میں اسی نبی کے دین پر ہوں اور جب دعویٰ اس صورت میں ہوا تو یہ کرامت اس نبی کا معجزہ ہوگا اور اس کی رسالت کی تائید ہوگی"۔

لیکن بعض ظاہر بین علماء جب اس کو نہیں سمجھ سکتے تو سرے سے انکار کر دیتے ہیں۔ جیسا امام راضی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"فان وراء ها اسرار دقيقة و امور عميقة فما لم يصل اليها لم يصدق بها"۔ [17]

"اس سے آگے دقیق اور عمیق اسرار ہیں۔ جب تک انسان ان امور تک نہ پہنچے تو ان کی تصدیق اس کے لیے محال ہے"۔

فائدہ: نبی کا معجزہ نہ عین نبوت ہے نہ جزو نبوت، نہ شرط نبوت بلکہ ایک دلیل اور سند ہے اور کمالات نبوت کی علامت میں سے ہے۔ یہی معجزہ منتقل ہو کر نبی ﷺ کی امت میں اس کے صحیح وارثوں میں کرامت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ کشف، رویت انبیاء علیہم السلام، ملائکہ اور ارواح کرامت کی قسم سے ہیں۔

Marfat.com

رویت جنات وشیاطین:

کیا جنات اور شیطان کو دیکھنا ممکن ہے قرآن میں آتا ہے کہ جن اور شیاطین نہیں دیکھے جاتے وہ ہمیں دیکھتے ہیں۔

انہ یراکم ھو وقبیلہ من حیث لاترونھم اور حدیث میں آتا ہے کہ عذاب و ثواب قبر ثقلین نہیں دیکھ سکتے۔ رویت عذاب وثواب کا قائل ہونا قرآن وحدیث کے خلاف ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تو مدعی رویت جن کی شہادت بھی مردود قرار دی ہے۔

رویت جنات کا ثبوت:

"واستدل الخطابی بھذا الحدیث علی ان اصحاب سلیمان علیہ السلام کانو یرون الجن فی اشکالھم وھیئتھم حال تصرفھم قال واما قولہ تعالیٰ انہ یراکم ھو قبیلہ الخ فالمراد الاکثر الاغلب من احوال بنی آدم"۔

علامہ خطابیؒ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ جس میں ذکر ہے (کہ نبی اکرم ﷺ نے جن کو باندھنا چاہا تھا کہ صبح مدینے کے لڑکے اس سے کھلیں مگر بھائی سلیمان علیہ السلام کی دعا کی وجہ سے یہ ارادہ ترک کر دیا تھا) کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے صحابی جنوں سے کام لیتے وقت انہیں دیکھتے تھے۔ رہا فرمان باری تعالیٰ کہ شیطان اور اس کا کنبہ تمہیں اس جگہ سے دیکھتا ہے کہ تم انہیں نہیں دیکھتے۔ تو حکم اکثر اور اغلب پر ہے۔ یہ نہیں کہ جن دیکھے نہیں جاسکتے"۔

Marfat.com

اس پر علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراض کیا ہے اور فرمایا ہے:

"بان نفی رؤیۃ الانس الجن علی ھیئتم لیس بقاطع من الایۃ بل ظاھر انہ ممکن فان نفی رؤیتھا ایاھم مقید بحال رؤیتھم لنا ولا ینفی امکان رؤیتھم لھم فی غیر تلک الحالۃ ویحتمل العموم"۔ ۱۸

"نفی رؤیت جنات آیت سے قطعی طور پر ثابت نہیں بلکہ صرف احتمال ہے کیونکہ ہماری عدم رؤیت مقید ہے ان کی رؤیت کے وقت سے نہ کہ عام۔ ہاں احتمال عموم کا بھی ہے"۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر بحث کرتے ہوئے فرمایا:

"وقالو القضیۃ مطلقۃ لادائمۃ وفیہ ععلی ھذا لایفسق مدعی رؤیتھم فی صورھم الاصلیۃ اذا کان مظنۃ للکرامۃ ولیس فی الایۃ اکثر من نفی رؤیتھم کذالک بحسب العادۃ"۔ ۱۹

"یہ قضیہ مطلقہ ہے دائمہ نہیں اور اسی روح المعانی میں ہے کہ مدعی رویت کا فاسق نہ ہوگا کہ اس کی شہادت رد کی جائے۔ خصوصاً جب کرامت کا گمان بھی ہو اور آیت میں نفی رویت کی بطور عادت کے ہے نہ کی بطور خرق عادت کے"۔

اور علامہ بیہقی نے مناقب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ میں ان کا قول نقل کیا ہے کہ:

"یقل من زعم انہ یری الجن ابطلنا شھادۃ الا ان یکون نبیا"۔ (عن الربیع)

Marfat.com

''حضرت ربیع فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ جس شخص نے کہا کہ میں جنوں کو دیکھتا ہوں ہم اس کی شہادت مردود قرار دیتے ہیں سوائے اس کے کہ دیکھنے والا نبی ہو''۔

فائدہ: علامہ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے جو قول امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نقل کیا ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد رویت بصری ہے۔ جو بطور عادت کے ہے نہ کہ خرق عادت۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ روحانی اور قلبی آنکھ سے دیکھا جا سکتا ہے جو الا ان یکون نبیا کی استثناء سے ظاہر ہے اور یہ مسلم ہے کہ کشف از قبیل کرامت ہے اور کرامت معجزہ کی فرع ہے۔ نبی کا جنات کو دیکھنا معجزہ ہوا اور ولی کا دیکھنا کرامت ہوا۔

علامہ آلوسی کے بیان سے معلوم ہوا کہ عادت کے طور پر رویت ممکن نہیں لیکن کرامت کے طور پر ممکن ہے اس سے حدیث ثقلین کا مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ عذاب و ثواب قبر عادت کے طور پر معلوم نہیں ہو سکتے ہاں خرق عادت کے طور پر معلوم ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ کشف قبور کے سینکڑوں واقعات رسول اکرم ﷺ سے اور صحابہؓ سے احادیث میں موجود ہیں۔ لہٰذا نفی سے نفی عادت کی ہوئی اور ثبوت سے ثبوت خرق عادت کا ہوگا۔ رہا یہ سوال کہ یہ کیسے ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب یہ خرق عادت ہے تو عادت سے کیسے بتایا جا سکتا ہے اور کیونکر معلوم ہو سکتا ہے ہاں کم از کم چھ ماہ مسلسل صرف کرو اگر خدا کو منظور ہوا تو دیکھ لو گے۔

خرق عادت اور اہل سنت والجماعت کا مسلک:

کشف و کرامات کا تعلق خرق عادت سے ہے اور اہل سنت کے نزدیک

Marfat.com

کرامت معجزہ کی فرع ہے اس کے انکار سے متواترات کا انکار لازم آتا ہے۔ جن لوگوں نے اس کا انکار کیا ہے وہ غلط فہمی سے امور خرق عادت کو امور عادیہ طبعیہ پر قیاس کرتے ہیں۔ اس صورت میں وہ قدرت قادر کے انکار کا ارتکاب کرتے ہیں۔

"عند اهل السنة ان الرؤية لايشترط لها عقلا عضو مخصوص ولا مقابلة ولا قرب وانما تلك امور عادية يجوز حصول الادراك مع عدمها عقلا و كذالك حكموا بجواز رؤية الله تعالٰى فى الاخرة خلافا لاهل البدع بوقوفهم مع العادة"۔ ۱۲۰

''اہل سنت کا رؤیت کے متعلق یہ عقیدہ ہے کہ اس کے لیے کسی خاص اندام یعنی آنکھ کا ہونا شرط نہیں۔ نہ مرئی کا مقابل اور قریب ہونا شرط ہے۔ کیونکہ یہ امور عادیہ ہیں اور رؤیت عقلاً جائز ہے بغیر ان امور عادیہ کے اسی وجہ سے آخرت میں رؤیت باری تعالیٰ کے جواز کا حکم کیا ہے۔ اس کے برعکس اہل بدعت رؤیت کو عادت پر موقوف جانتے ہیں''۔

اور یہ واضح بات ہے کہ جس شخص کو نبی کریم ﷺ کی زیارت خواب میں ہوتی ہے وہ مرد صالح ہے۔ اس کے قلب میں نور ہے۔ اگر کاملین میں سے کوئی اس کی تربیت کرنے والا ہو تو بیداری میں بھی یقیناً حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو جائے گا۔

''وبعض می گویند کہ ایں بشارت است برانیاں کہ جمال دراز خواب کہ آخر بعد از انقطاع وارتقاع کدورات نفسانیہ وقطع علائق جسمانیہ بمرتبہ برسند کہ بے حجاب کشفا وعیانا در بیداری بایں سعادت فائز باشند چنانچہ اہل خصوص از اولیاء را مے باشد''۔ ۱۲۱

Marfat.com

البتہ ان حجابات کے دور کرنے کے لیے مناسب ذرائع اور وسائل اختیار کرنے پڑیں گے جن سے تزکیۂ نفس اور تصفیہ قلب ہو جائے۔ حجاب اٹھا تو زیارت ہو جائے گی اور وہ وسیلہ جس سے حجابات دور ہوتے ہیں ذکر الٰہی ہے۔ اس سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے۔ ملائکہ اور انبیاء سے مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ ذکر الٰہی کے ساتھ چند شرائط ہیں:

۱۔ تصحیح عقائد ضروری ہے شرک و بدعت کو دل سے نکال دے۔

۲۔ اعمال صالحہ کا عادی ہو جائے۔

۳۔ حرام سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرے۔

۴۔ کامل کی صحبت اختیار کرے اور اس کے بتائے ہوئے طریقے پر عمل کرے۔

نبی کریم ﷺ کی قبل نبوت زندگی پر نگاہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ:

"ان اللہ بغض الیہ الاوثان وحبب الیہ خلال الخیر ولزوم الوحدۃ فرارامن قرناء سوء فلما لزم ذالك اعطاء اللہ علی قدرنیتہ ووھب لہ النبوۃ کما یقال الفواتح عنوان الخواتیم وقال ابن المنیر کان مقدمۃ النبوۃ فی حق النبی ﷺ لھجرۃ الی اللہ تعالٰی عزوجل بالخلوۃ فی غار حرا"۔ ۱۲۲

''اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے دل میں بتوں کے خلاف بغض ڈال دیا تھا اور اچھی عادتوں کو محبوب بنا دیا تھا اور حضور ﷺ نے تنہائی اور برے ساتھیوں سے دوری کو پسند فرمایا۔ جب آپ ﷺ نے ان اوصاف حمیدہ کو اپنایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ ﷺ کی نیت کے مطابق دیا اور نبوت عطا فرمائی جیسے کہا جاتا ہے کہ ابتدا خاتمہ کا عنوان ہوتا ہے اور ابن منیر شارح بخاری نے کہا کہ یہ نبوت کا مقدمہ تھا کہ آپ ﷺ نے مخلوق سے خالق کی طرف ہجرت کی اور غار حرا میں تنہائی اختیار فرمائی''۔

Marfat.com

قلب کی بحث میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے کہ اصل دانا بینا قلب ہے۔ معاصی کے ارتکاب سے اس پر غبار بیٹھ جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس کی بینائی ختم ہو جاتی ہے۔ یہی دل کا سب سے خطرناک مرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کو کہیں یوں بیان کیا ہے کہ ران علی قلوبھم کبھی فرمایا اثم قلبه اور کہیں فرمایا کہ فانھا لاتعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور یعنی ان کے سر کی آنکھیں اندھی نہیں بلکہ ان کے سینے میں دل اندھے ہیں۔ یہاں "عمی" اور "بصر" کا تقابل عدم اور ملکہ کا ہے۔ اندھے کا لفظ اس پر بولا جاتا ہے جس کے شان سے دیکھنا ہو عمی من شانه ان یکون بصیرا پتھر اور دیوار کو کوئی اندھا نہیں کہتا معلوم ہوا کہ قرآن مجید نے دل کو اس لیے اندھا فرمایا اس کے شان سے بینائی تھی۔

سوال: یہ آیتیں تو کفار کے حق میں نازل ہوئیں جن کے دلوں پر کفر کی ظلمت چھا چکی تھی اور وہ حق کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔

الجواب: اثر تو ایک ہے یعنی عدم رؤیت قلوب ہاں موثر اور سبب مختلف ہو سکتے ہیں۔ کفار کے عدم رؤیت قلب کا سبب ظلمت کفر ہے اور مسلمان کے عدم رؤیت قلب کا سبب ظلمت عصیاں ہے فسق و فجور، مخالفت سنت اور اتباع ہوٰی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اثر واحد ہو تو موثر اور سبب بھی واحد ہو امراض قلب کے ماہر معالج انبیاء علیہم السلام تھے انہوں نے قلب کی صحت کا نسخہ ذکر الٰہی بتایا جس سے قلب سلیم مطمئن ہو جاتا ہے۔ قلب کے لیے غذائے صالحہ شریعت حق کی پیروی اور احکام الٰہی کی پابندی بتایا اور غذائے فاسدہ یعنی شرک و بدعت اور اتباع ہوٰی سے منع فرمایا۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد ان کے صحیح جانشینوں نے ان کی نیابت کی جن

Marfat.com

کو صوفیاء کرام اور علمائے ربانی کہا جاتا ہے مگر آج ان کے وجود عنقا ہیں۔ مشیخیت اور سجادہ نشینی، علم و فضل اور وعظ و تبلیغ کے دعوے تو موجود ہیں مگر حقیقت غائب ہے۔ امام ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے زمانے کے حالات کا جو نقشہ تفہیمات الٰہیہ میں کھینچا ہے آج کے حالات اس سے بھی بدتر ہو گئے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''اے سجادہ نشینو! جو اپنے آباء کی مسندوں پر بغیر کسی استحقاق کے جمے بیٹھے ہو تم نے وہ طریقہ تو چھوڑ دیا جو اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے ذریعے انسانوں کو ہدایت کے لیے نازل فرمایا تھا اور اپنی خواہشات کی اتباع کو تم نے دین بنا لیا اور ہر شخص پیشوا بنا بیٹھا ہے اور اپنے آپ کو ہادی اور مہدی سمجھتا ہے حالانکہ وہ حقیقت میں ضال اور مضل ہے۔ ہم ان لوگوں کو قطعاً پسند نہیں کرتے جو محض دنیوی اغراض اور مادی مفاد کی خاطر لوگوں سے بیعت لیتے پھرتے ہیں۔ یہ لوگ راہزن اور ڈاکو ہیں جھوٹے اور فتنہ پرداز ہیں۔ لوگو! خبردار! ان ڈاکوؤں سے ہوشیار رہنا تمہیں تو صرف اس شخص کو اپنا مرشد اور پیشوا بنانا ہے جو کتاب و سنت کی طرف دعوت دے۔......الخ''۔

حقیقت یہ ہے کہ جب سے عقابوں کے نشیمن زاغوں کے تصرف میں آنے لگے ہیں وہ مقام جہاں سے رشد و ہدایت کے چشمے پھوٹتے تھے آج بیہودگی اور عیاشی بے دینی اور آوارگی کے مرکز بن گئے ہیں۔ جہاں دین کے علاوہ سب کچھ موجود ہے اور جہاں سے دین داری اور ہدایت کے علاوہ سب کچھ ملتا ہے۔ دنیا بن رہی ہے اور عاقبت بگڑ رہی ہے اور بقول اکبر الہ آبادی اسے ایک کاروبار بنا

Marfat.com

لیا گیا ہے:

مردہ سمجھ ان کو کہ جو پہنچے ہوں خدا تک
مرشد ہے وہی جو ہے گورنمنٹ رسیدہ

اور علماء کا جو نقشہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں کھینچا ہے وہ چھٹی صدی ہجری کے علماء سے متعلق ہے فرماتے ہیں:

"انتم کالمنخل یخرج منه الدقیق الطیب وتبقی فیه النخالة کذالك انتم تخرجون الحکمة من افواهکم ویبقی الغل فی قلوبکم افسدتم اخرتکم فصلاح الدنیا عندکم احب الیکم من صلاح الاخرة فای الناس اخسر منکم لو تعلمون"۔

فائدہ: امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے زمانہ کے علماء سے شکایت ہے کہ یہ تم چھلنی کی مانند ہو جس سے باریک اور عمدہ آٹا نکل جاتا ہے اور چھان اس کے اندر رہ جاتا ہے۔ مگر آج کے علماء (الا ماشاء اللہ) کی حالت یہ ہے کہ وہ اس موٹی چھلنی کی مانند ہیں جس سے چھان بھی خارج ہوتا رہتا ہے اور وہی حصہ چھلنی کے اندر رہ جاتا ہے جو سب سے زیادہ ردی اور بیکار ہو۔ اس طرح ان کے منہ سے اگر کبھی کبھار حکمت کی ایک آدھ بات نکلتی ہے تو اس کے ساتھ دس باتیں ایسی بھی نکلتی ہیں جو تہذیب اور شرافت کا ماتم کرتی ہوئی فضا میں پھیل جاتی ہیں۔

جب ہمارے فکر و عمل کی حالت یہ ہے ہمارے عوام اور خواص کی ذہنیت اس قسم کی ہے تو قلوب کی کیفیت کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔ جب ان کے قلوب نور

Marfat.com

بصیرت سے محروم ہیں تو اپنے اوپر قیاس کر کے صلحائے امت اور اصحاب بصیرت کا انکار کر دیں یا رؤیت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دیں تو ہم انہیں معذور سمجھتے ہیں۔ ان کی حالت قابل رحم ہے۔ ان کے دل روگی ہیں۔ ان کے قلوب بیمار ہیں۔ اس لیے ہمارا مخلصانہ مشورہ یہی ہے کہ کسی معالج روحانی کی خدمت میں جا کر اپنے قلوب کا علاج کرائیں۔

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

☆☆☆

Marfat.com

۱۹

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی بیعت

Marfat.com

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی بیعت

سوال: آپ نے کہیں ذکر کیا ہے کہ ابتدائی منازل سلوک طے کرانے کے بعد ہمارے سلسلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی بیعت کراتے ہیں، کیا اس کا ثبوت متقدمین صوفیاء میں بھی ملتا ہے؟

الجواب: علامہ ابن حجر نے فرمایا:

"وقال تاج ابن عطاء الله عن شيخه العارف الكامل ابی العباس المرسی صافحت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم بكفی هذه"۔

''تاج ابن عطاء اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میرے شیخ عارف کامل ابو العباس المرسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کیا''۔

"وقال علی وفاء رحمه الله فرأيت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قبالة وجهی معانقنی فقال واما بنعمة ربك فحدث"۔ [۱۲۳]

''اور عارف علی وفا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روبرو دیکھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ معانقہ فرمایا۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کی نعمت بیان کیا کرو''۔

''از شیخ ابوالمسعو د آوردہ کہ مصافحہ می کرد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را بعد ہر نماز'' [۱۲۴] اور آخر میں امام الہند شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ کی زبانی تفصیل سنئے:

Marfat.com

''چوں ایں معرفت جلیلہ بخاطرم جاگرفت آں حضرت ﷺ تبسم کناں سراز جیب مراقبہ بیرون آور دند ودودست خویش برداشتند واشارت فرمودند بہ بیعت ومصافحہ۔ ایں فقیر برکاست وزانو بزانو متصل ساختہ و دودست خود درمیان دودست آں حضرت ﷺ نہادہ بیعت کرد وبعداز فراغ از بیعت چشم فرد بستند''۔[۱۲۵]

''جب یہ معرفت میرے دل میں جاگزیں ہوئی، حضور اکرم ﷺ نے مسکراتے ہوئے مراقبہ سے سر مبارک اٹھایا، اور اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے میری طرف مصافحہ اور بیعت کا اشارہ فرمایا۔ یہ فقیر اٹھا اپنے زانو حضور اکرم ﷺ کے زانوؤں کے ساتھ ملائے، اور اپنے دونوں ہاتھ حضور اکرم ﷺ کے مبارک ہاتھوں کے درمیان رکھے اور بیعت کی۔ بیعت لینے سے فارغ ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے آنکھیں بند فرمالیں''۔

☆☆☆

۲۰

کلام بالارواح

Marfat.com

کلام بالارواح

کلام بالارواح یا کشف قبور کا انکار دراصل دعویٰ بلا دلیل سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا اس موضوع پر بحث کرنے کے لیے علمی اور نقلی دلائل سے رہنمائی حاصل کی جائے تو اقرار کیے بغیر نہیں بنتی اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ اہل اللہ پر یہ اللہ تعالیٰ کا خاص انعام ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحیح جانشینوں کو میراث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے طور پر اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

سب سے پہلے اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ کلام بالارواح کی شریعت میں اصل بھی ہے یا نہیں پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ سابقین سے اس کی نقل بھی ملتی ہے یا نہیں پھر یہ دیکھنا ہے کہ اسلاف میں اس کی ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں جنہیں نفس الامری کہا جا سکتا ہے۔

اگر ان تینوں صورتوں میں دلائل قاطعہ مل جائیں تو انکار کرنا جہالت یا ضد اور عناد کے بغیر کچھ نہیں۔

بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کے لیے جمع کیا گیا تھا پھر ارواح انبیاء سے مکالمہ ہوا۔ (ابن کثیر ۲: ۱۸)

"فقال ابراھیم علیه السلام الحمدلله الذی اتخذنی خلیلا واعطانی ملکا عظیما وجعلنی امة قانتا یؤتم بی وانقذنی من النار وجعلها لی بردا وسلاما ثم ان موسی

Marfat.com

علیہ السلام اثنی علی ربہ فقال الحمدللہ الذی کلمنی تکلیما وجعل ھلاک آل فرعون ونجاۃ بنی اسرائیل علی یدی وجعل من امتی قوما یھدون بالحق وبہ یعدلون ثم ان داؤد علیہ السلام اثنی علی ربہ فقال الحمدللہ الذی جعل لی ملکا عظیما وعلمنی الزبور ولان لی الحدید وسخرلی الجبال یسبحن والطیر۔ الخ"۔

''حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے خلیل بنایا ہے اور مجھے عظیم ملک عطا کیا۔ اور مجھے اطاعت شعار امت بنایا اور مجھے آگ میں سے نکالا اور آگ کو میرے لیے ٹھنڈک اور سلامتی بنا دیا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی ثنا بیان کی اور کہا تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھ سے خوب کلام کی اور میرے ہاتھ سے فرعون کو ہلاک کیا اور بنی اسرائیل کو نجات دی اور میری امت سے ایسے لوگ پیدا کیے جو حق و ہدایت پر قائم رہے اور رہنمائی کرتے رہے۔ پھر اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا کہ تعریف اس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے سلطنت عطا کی مجھے زبور کی تعلیم دی۔ میرے لیے لوہے کو نرم کر دیا اور میرے لئے پہاڑوں کو مسخر کر دیا کہ میرے ساتھ مل کر پہاڑ اور پرندے تسبیح پڑھتے ہیں''۔

یہ واقعہ کلام بالا رواح کی اصل کی حیثیت رکھتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ:

ا۔ زندہ انسان ارواح کی کلام سن سکتا ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے انبیاء کے ارواح کی کلام سنی۔

Marfat.com

۲۔ زندہ انسان برزخ والوں کو دیکھ سکتا ہے۔

۳۔ انسان پر دنیوی زندگی میں جو حالات گذرتے ہیں برزخ میں روح کو خوب یاد ہوتے ہیں۔

یہ امر پیش نظر رہے کہ یہ دلائل ان لوگوں کے نقطہ نظر کے مطابق پیش کیے جا رہے ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ بیت المقدس میں ارواح متشکل تھے ان سے کلام ہوئی لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ ارواح مع الاجساد بیت المقدس میں حاضر ہوئے تھے اور قرآن وسنت سے دلائل بھی ہمارے عقیدہ کے حق میں قوی ہیں۔ جن کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب ''سماع موتی'' میں بیان کردی ہے۔

شب معراج میں حضور اکرم ﷺ کی انبیاء کرام کے ارواح سے آسمانوں پر یکے بعد دیگرے جو ملاقات ہوئی اس کی تفصیل صحیح مسلم شریف میں موجود ہے۔ بخوف طوالت صرف حوالہ پر اکتفا کیا جاتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ارواح انبیاء سے ملاقات بھی ہوئی اور کلام بھی ہوئی۔

حضور اکرم ﷺ کے شب معراج میں جو واقعات پیش آئے وہ واقعات کے اعتبار سے کلام بالا رواح کی اصل حیثیت رکھتے ہیں اب حضور ﷺ کا ارشاد بھی ملاحظہ ہو۔ جو دوسری حیثیت سے اصل قرار دی جاتی ہے۔ (نسیم الریاض۲: ۱۳۸)

''قال النبی ﷺ انی اری مالا ترون واسمع مالا تسمعون المراد بما الموصولة فیهذ مغیبات وامور فی الملاء الا علی اطلعه الله تعالٰی علیها وغیره ﷺ لایراها کرؤیة الملائكة والجنة والنار وعذاب القبر والاطلاع

Marfat.com

علی الموتی و احوال برزخ وسماعه لاصوات المعذبین فی القبور"۔

"حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں دیکھتا ہوں جو چیزیں تم نہیں دیکھتے اور اس کلام کو سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے۔ان دونوں جملوں میں ما موصولہ ہے اور اس سے مراد مغیبات ہیں اور وہ امور ہیں جو ملاء اعلیٰ میں واقع ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اس پر مطلع فرمایا جو دوسرے لوگ نہیں دیکھتے۔ جیسے ملائکہ کو دیکھنا۔ جنت دوزخ، عذاب قبر کو دیکھنا۔ برزخ کے حالات دیکھنا اور ان لوگوں کی آوازیں سننا جو قبروں میں عذاب سے دو چار ہیں"۔

اس حدیث سے اور اس کی شرح سے جہاں معلوم ہوتا ہے کہ کلام بالا رواح کی شریعت میں اصل موجود ہے وہاں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ عذاب قبر مغیبات میں سے ہے اور مغیبات پر ایمان لانا فرض ہے اس لیے کشف قبور کو کشف کونی کہنا علمی لغزش ہے۔

بحث کی دوسری شق کے متعلق چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

الحاوی للفتاویٰ ۲:۲۹۱

"الثانی ان النبی ﷺ فی حیاته کانه یری الانبیاء ویجتمع بهم فی الارض کما تقدم انه رأی عیسیٰ فی الطواف وصح انه ﷺ مر علی موسیٰ وهو یصلی فی قبره وصح انه ﷺ قال الانبیاء احیاء یصلون فکذلك اذا انزل عیسیٰ علیه الصلوٰة والسلام الی الارض یری الانبیاء ویجتمع بهم ومن جملتهم النبی ﷺ فیاخذ

عنه مایحتاج الیه من احکام الشریعۃ"۔

"امر دوم یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیوی زندگی میں انبیاء کو دیکھتے اور ان سے ملاقات کرتے تھے جیسا کہ گذر چکا ہے کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو طواف میں دیکھا اور یہ صحیح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرے جب کہ وہ قبر میں نماز پڑھ رہے تھے اور صحیح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیاء زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں۔اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام زمین پر واپس آئیں گے انبیاء کو دیکھیں گے اور ان سے ملاقات کریں گے۔ان میں سے ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے احکام شریعت حاصل کریں گے جن احکام کے وہ محتاج ہوں گے"۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ میراث جن لوگوں کو ملتی ہے ان میں کون سی ایسی خوبی ہے جو دوسرے لوگوں میں نہیں پائی جاتی۔جب ایسے حضرات کے حالات کا مطالعہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ سارے کے سارے اصحاب تصوف و سلوک ہی گذرے ہیں۔معلوم ہوا کہ اس دولت کے ملنے کا واحد ذریعہ تصوف وسلوک ہے اس علم اور فن کی فضیلت کے متعلق علامہ وزیر فرماتے ہیں:

۱۔اروض الباسم ۲: ۵۷

"هذا بحر عميق لاساحل له لايصح ركوبه الا فى سفن المكاشفة وليل جهيم لا يحسن مسراه الا بعد طلوع اهلة المشاهدة ان ذلك من العلوم الضرورية التجربية المتواترة عن ارباب الرياضات وملازمة الخلوات فانهم

Marfat.com

یرون فی الیقظة مثل مایراہ الناس فی النوم ویسمعون

مخاطبات من غیر رؤیة المخاطب"۔

''یہ (علم سلوک) بہت گہرا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں مکاشفہ کی کشتی کے بغیر اس سمندر میں سفر کرنا درست نہیں اور یہ ایک سیاہ رات ہے جس میں مشاہدہ کے چاند کے طلوع ہونے کے بغیر سفر کرنا درست نہیں۔ یہ علوم ضروری اور بدیہی ہیں تجربہ سے تواتر کے ساتھ اصحاب ریاضت سے ثابت ہیں۔ جنہوں نے تخلیہ کولازم سمجھا اور وہ بیداری میں وہ چیزیں دیکھتے ہیں جو دوسرے لوگ خواب میں دیکھتے ہیں اور وہ مخاطب کو دیکھے بغیر اس کا کلام سن لیتے ہیں۔ اب ان حضرات کے واقعات دیکھئے جن کو اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت عطا فرمائی تھی''۔

۲۔ الحاوی للفتاوی ۲: ۴۴۳

"قال الشیخ عبدالقادر الجیلانی رأیت رسول اللہ ﷺ قبل الظہر فقال لی یا بنی لم لا تکلم؟ قلت یا ابتاہ! انا رجل اعجمی کیف اتکلم علی فصحاء بغداد فقال افتح فاك ففتحته فتفل فیہ سبعا وقال تکلم علی الناس وادع الی سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة فصلیت الظہر وجلست وحضرنی خلق کثیر فارتج علی فرأیت علیا رضی اللہ عنہ قائماً باذائی فی المجلس فقال لی مثل ماقال رسول اللہ ﷺ۔

''شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ظہر سے پہلے

Marfat.com

حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بیٹا تم بات کیوں نہیں کرتے۔عرض کیا ابا جان میں عجمی ہوں فصحائے بغداد کی طرح کلام کیسے کر سکتا ہوں فرمایا اپنا منہ کھول میں نے منہ کھولا حضور ﷺ نے سات مرتبہ میرے منہ میں لعاب دہن ڈالا اور فرمایا کہ لوگوں کو حکمت اور موعظ حسنہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے پھر میں نے ظہر کی نماز پڑھی اور بیٹھ گیا۔ایک ہجوم میرے گرد جمع ہو گیا پھر میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس کھڑا ہوا دیکھا انہوں نے بھی مجھے وہی کچھ فرمایا جو حضور ﷺ نے فرمایا تھا"۔

یہی واقعہ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے کفایۃ المعتقد صفحہ ۳۸۷ پر درج فرمایا ہے:

۳۔الحادی للفتاوی ۲: ۴۴۴

قال فی ترجمة الشیخ خلیفة بن موسی النهر ملکی کان کثیر الرؤیة لرسول الله ﷺ یقظةً ومناماً مافکان یقال ان اکثر افعاله متلقاة منه صلی الله علیه وسلم اما یقظة اما مناما وراه فی لیلة واحدة سبع عشرة مرة"۔

"شیخ خلیفہ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ خواب اور بیداری میں کثرت سے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کیا کرتے تھے۔اور کہا جاتا تھا کہ ان کے اکثر کام حضور ﷺ کی تلقی سے ہوتے تھے خواہ تلقی خواب میں ہو یا بیداری میں اور انہوں نے حضور ﷺ کو ایک رات میں سترہ مرتبہ دیکھا"۔

علامہ الکمال الادفی نے اپنی کتاب الطالع السعید میں لکھا ہے:

"کان مشهورا بالصلاح وله مکاشفات و کرامات کتب

Marfat.com

عنہ ابن دقیق العید وابن النعمان والقطب العسقلانی

و کان یذکرانہ یری النبی ﷺ ویجتمع بہ"۔

"وہ بہت صالح مشہور تھے ابن دقیق العید ابن النعمان اور قطب عسقلانی

نے ان کے مکاشفات اور کرامات کا ذکر کیا ہے"۔

"وہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی اور

مجلس کی"۔

۴۔ شیخ عبد الغفار بن نوح نے اپنی کتاب الوحید میں فرمایا:

"کان للشیخ ابی العباس المرسی وصلہ بالنبی ﷺ اذا سلم

علی النبی ﷺ رد علیہ السلام ویجاوبہ اذا تحدث معہ"۔

"شیخ ابی العباس کی نبی کریم ﷺ سے ملاقات ہوتی تھی جب آپ سلام

کہتے تو حضور اکرم ﷺ جواب دیتے اور حضور ﷺ سے گفتگو کرتے تو

حضور ﷺ اس کا جواب دیتے تھے"۔

۵۔ ابن فارس کی کتاب المنح الالٰہیہ فی مناقب السادۃ الوفائیۃ میں ہے:

"قال (ای ابن فارس) کنت وانا ابن خمس سنین اقراء

القرآن علی رجل یقال لہ الشیخ یعقوب فاتیتہ یوما

فرایت النبی ﷺ یقظۃً لامناما وعلیہ قمیص ابیض

قطن ثم رأیت القمیص علی فقال لی اقراء فقرات علیہ

سورۃ والضحی والم نشرح ثم غاب عنی فلما ان بلغت

احدی وعشرین سنۃ احرمت لصلوٰۃ الصبح بالقرافۃ

فرایت النبی ﷺ قبالۃ وجھی فعانقنی وقال لی واما

بنعمۃ ربک فحدث"۔

Marfat.com

''ابن فارس کہتے ہیں کہ جب میں پانچ برس کا تھا تو شیخ یعقوب سے قرآن مجید پڑھتا تھا ایک روز میں ان کے پاس آیا تو میں نے نبی کریم ﷺ کو عین بیداری میں دیکھا آپ ﷺ نے ایک سفید سوتی قمیض پہن رکھی تھی پھر میں نے دیکھا کہ وہ قمیض میں نے پہنی ہوئی ہے۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا پڑھ! میں نے سورۃ الضحیٰ اور الم نشرح پڑھی پھر حضور ﷺ غائب ہو گئے۔ جب میری عمر ۲۱ برس کی ہوئی میں نے قرافہ میں صبح کی نماز کی نیت باندھی تو میں نے حضور ﷺ کو اپنے سامنے دیکھا پھر حضور ﷺ نے معانقہ فرمایا اور فرمایا اپنے رب کی نعمت بیان کر''۔

۶۔ معجم شیخ برہان الدین بقاعی میں بیان ہوا ہے:

''قال حدثنی الامام ابوالفضل بن ابی الفضل النویری ان سید نور الدین الایجی والد الشریف عفیف الدین لما ورد الی روضة الشریفة قال السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته سمع من کان بحضرته قائلا من القبر یقول وعلیك السلام یاولدی''۔

''کہتے ہیں امام ابوالفضل النویری نے مجھ سے بیان کیا کہ سید نور الدین جب روضہ اطہر پر حاضری دیتے تو کہتے السلام علیك ایها النبی ﷺ جو لوگ وہاں موجود ہوتے وہ قبر مبارک سے یہ آواز سنتے کہ وعلیك السلام یا ولدی''۔

۷۔ حافظ محب الدین بن النجار نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے جس کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الحاوی للفتاویٰ صفحہ نمبر ۲۴۷ پر بیان فرمایا ہے کہ شیخ عبدالواحد بن عبدالملک نے بیان فرمایا کہ:

Marfat.com

"حججت وزرت النبی ﷺ فبیننا انا جالس عند الحجرة اذا دخل الشیخ ابوبکر الدیار بکری ووقف بازاء وجه النبی ﷺ وقال السلام علیك یارسول الله فسمعت صوتا من داخل الحجرة وعلیك السلام یا ابوبکر وسمعه من حضرة"۔

"میں نے حج کیا اور نبی ﷺ کی زیارت کی جب میں روضہ اطہر کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ابوبکر دیار بکری آئے اور مواجہ شریف کے سامنے کھڑے ہوکر کہا السلام علیک الخ میں نے روضہ اطہر کے اندر سے یہ آواز سنی وعلیک السلام الخ اور میرے علاوہ جو لوگ وہاں موجود تھے انہوں نے بھی یہ آواز سنی"۔

۸۔طبقات الشعرانی ۲: ۷۳ سید محمد شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں بیان کیا:

"وکان رحمه الله کثیر الرو یالرسول الله ﷺ وکان یقول قلت لرسول الله ﷺ ان الناس یکذبو ننی فی صحته رویتی لك فقال رسول الله ﷺ من کذبك فیها لایموت الا یهودیا اونصرانیا اومجوسیا"۔

"سید محمد شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کثرت سے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کیا کرتے تھے وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ لوگ میری رویت کا انکار کرتے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے تیری تکذیب کی وہ یہودی یا نصرانی یا مجوسی ہوکر مرے گا"۔

۹۔طبقات شعرانی ۲: ۷۵

Marfat.com

"وكان (اى شاذلى رحمة الله عليه) رأيت النبى ﷺ فسألته عن الحديث المشهور اذكر الله حتى يقولوا مجنون وفى صحيح ابن حبان اكثروا من ذكر الله حتى يقولوا مجنون فقال ﷺ صدق ابن حبان فى رواية وصدق راوى اذكر والله فانى قلتهما معا مرة قلت هذا ومرة قلت هذا"۔

"سید محمد شاذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے نبی ﷺ کی زیارت کی اور مشہور حدیث اذکر واللہ الخ کے متعلق پوچھا کہ ابن حبان نے اکثروا من ذکر اللہ لکھا ہے تو حضور نے فرمایا کہ ابن حبان بھی سچا ہے اور پہلی حدیث کا راوی بھی سچا ہے میں نے ایک دفعہ وہ الفاظ کہے اور دوسری مرتبہ دوسرے الفاظ"۔

پھر اسی صفحہ پر ہے کہ پھر رسول ﷺ اور میرے مابین حجاب حائل ہو گیا اور رؤیت ختم ہو گئی تھی۔

"وكنت اشتغلت بقراءة جماعة فى الفقه ووقع بينى وبينهم جدال فى ادحاض حجج بعض العلماء فتركت الاشتغال بالفقه فقلت يا رسول الله الفقه من شريعتك فقال بلى ولكن يحتاج الى ادب بين الائمة"۔

"میں ایک جماعت کو فقہ پڑھانے میں مشغول تھا میرے اور ان کے درمیان بعض علماء کے دلائل کے بارے میں اختلاف واقع ہو گیا۔ میں نے فقہ کا مشغلہ چھوڑ دیا پھر میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا

Marfat.com

حضور ﷺ کیا فقہ کا علم آپ کی شریعت میں نہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کیوں نہیں مگر فقہا کے دلائل کے رد کرنے میں ادب اور احتیاط لازم ہے"۔

۱۰۔ طبقات شعرانی ۱:۱۶

"قال (ای عبداللہ بن ابی جمرة) انا اجتمع بالنبی ﷺ یقظةً"۔

"عبداللہ بن ابی جمرہ فرماتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ بیداری میں زیارت اور مجلس کرتا رہتا ہوں"۔

۱۱۔ طبقات ۲:۸۸

"ومنهم سیدنا شمس الدین الحنفی یقول رأیت جدی رسول اللہ ﷺ فی خیمة عظمة والا ولیا یجیئون فیسلمون علیه واحد ابعد واحد"۔

"ان میں سے ایک شمس الدین حنفی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں میں نے اپنے جد بزرگوار یعنی حضور اکرم ﷺ کو ایک بڑے خیمہ میں دیکھا اور دیکھا اولیاء کرام ایک ایک کر کے آتے ہیں اور سلام عرض کرتے ہیں"۔

۱۲۔ طبقات ۲:۱۴۷

"ومنهم الشیخ مخلص ولما حج وزار النبی ﷺ سمع ردالسلام من رسول اللہ ﷺ"۔

"ازاں جملہ شیخ مخلص ہیں۔ جب انہوں نے حج کیا اور روضہ اطہر پہ حاضری دی تو حضور اکرم ﷺ سے سلام کا جواب سنا"۔

Marfat.com

۱۳۔ الیواقیت والجواہر ا: ۱۳۲ میں:

"ومنهم سيوطي يقول رأيت رسول الله ﷺ في اليقظة بضعا وسبعين مرة وقلت له في مرة منها هل انا من اهل الجنة يارسول الله ﷺ فقال نعم فقلت من غير عذاب يسبق فقال لك ذلك قال الشيخ العطية وسالت الشيخ جلال الدين السيوطي مرة ان يجتمع بالسطان الغوري في ضرورة وقعت لي فقال لي ياعطية انا اجتمع بالنبي ﷺ يقظة واخشى ان اجتمعت بالغوري ان يحتجب ﷺ عني"۔

"ازاں جملہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ ہیں وہ فرماتے ہیں میں نے رسول کریم ﷺ کو بیداری میں ستر سے زائد مرتبہ دیکھا۔ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا میں جنتی ہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں پھر میں نے عرض کیا بغیر کسی عذاب کے فرمایا تمہارے لیے ایسا ہی ہے۔ شیخ عطیہ کہتے ہیں۔ میں نے علامہ سیوطی سے ایک مرتبہ اپنی ایک ضرورت کے سلسلے میں سلطان غوری سے ملنے کو کہا تو علامہ سیوطی نے فرمایا کہ میں بیداری میں حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوتا ہوں اگر میں سلطان غوری کی خدمت میں جاؤں تو مجھے حضور ﷺ سے شرم آتی ہے"۔

۱۴۔ الیواقیت والجواہر: ۹ میں:

"وسئل الحافظ ابو عبدالله الذهبي عن قول الشيخ محي الدين ابن العربي رحمة الله عليه في كتابه الفصوص انه ماصنفه الاباذن من حضرت النبوية ﷺ فقال الحافظ

Marfat.com

ماأظن ان مثل هذا الشيخ محي الدين يكذب اصلا مع
ان الحافظ الذهبي كان من اشد المنكرين على الشيخ
وعلى طائفة الصوفية هو و ابن تيمة"۔

''علامہ ذہبی سے شیخ محی الدین ابن عربی کے اس قول کے متعلق سوال کیا گیا کہ ''میں نے کتاب فصوص حضور اکرم ﷺ کے حکم سے تصنیف کی'' حافظ ذہبی نے کہا میں یہ گمان نہیں کرسکتا کہ شیخ محی الدین جیسا شخص جھوٹ بولے حالانکہ علامہ ذہبی ایسے شخص ہیں جو ابن عربی اور صوفیاء کرام کے سخت مخالف ہیں وہ اور ابن تیمیہ دونوں شدید مخالفین میں سے ہیں''۔

اور طبقات شعرانی میں شیخ علامہ عبداللہ بن ابی جمرہ، سید شمس الدین حنفی، الشیخ مخلص اور کئی دیگر اولیائے کرام کے حالات میں اس بات کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے کہ یہ حضرات حالت بیداری میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ کلام روحانی کیا کرتے تھے۔ اسی طرح الیواقیت والجواہر میں متعدد اولیائے کرام کے متعلق کلام بالا رواح کے سلسلے میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ ان حضرات کی ملاقات مکالمہ اور استفادہ کا ذکر کیا گیا ہے۔

اب ہم ایک ایسی ہستی کا ذکر کرتے ہیں جو اپنے یہاں خوب جانی پہچانی جاتی ہے اور وہ ہیں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

تفہیمات الٰہیہ ۲۴۹:

۱۔ "سالته ﷺ سوالا روحانيا عن معنى قوله كنت نبيا و آدم منجدل بين الماء والطين ففاض على روحي من روحه الكريم الخ"۔

Marfat.com

۲۔ "سالته ﷺ سوالا روحانیا عن معنی قوله کان فی عماء۔

۳۔ سالته ﷺ سوالا روحانیا عن التسبب وترکها ایهما احسن لی ففاض منه ﷺ علی روحی الخ۔

۴۔ سالته ﷺ سوالا روحانیا عن سر تفضیل الشیخین علی علیؓ مع انه اشرفهم نسبا واقضاهم حکما واشجعهم جنانا والصوفیة اکثرهم ینتسبون الیه ففاض علی قلبی منه ﷺ وجهین وجها ظاهرا ووجها باطنا فالوجه الظاهر اقامة العدل فی الناس وتالیفهم وارشادهم الی ظاهر الشریعة وهما بمنزلة الجوارح فی ذلك والوجه الباطن الی مراتب الفناء والبقاء وعلوم الرؤیة کلها انما تنبع من الوجه الظاهر"۔

۱۔ "میں حضور اکرم ﷺ سے "کنت نبیاء" الخ حدیث کے معنی کے متعلق روحانی طور پر سوال کیا تو حضور ﷺ کے روح پر فتوح سے میرے دل پر القاء ہوا"۔ الخ

۲۔ میں نے حضور اکرم ﷺ سے "کان فی عماء" کے متعلق روحانی طور پر سوال کیا۔

۳۔ "میں نے حضور اکرم ﷺ سے روحانی طور پر سبب کے اختیار اور ترک کے متعلق سوال کیا تو حضور ﷺ کی طرف سے میرے دل پر القا ہوا"۔ الخ

۴۔ میں نے حضور اکرم ﷺ سے حضرت علیؓ پر شیخینؓ کی تفضیل کے راز

کے متعلق روحانی طور پر عرض کیا کہ حضرت علیؓ نسب کے اعتبار سے افضل ہیں۔ فیصلہ کے اعتبار سے اقضٰی ہیں اور سب سے زیادہ شجاع ہیں اور صوفی تمام کے تمام انہیں کی طرف منسوب ہیں تو حضور اکرم ﷺ سے میرے قلب پر القاء ہوا کہ میری نبوت کے دو پہلو ہیں ایک ظاہر ایک باطن ظاہری پہلو کا تعلق لوگوں میں عدل قائم کرنا ان کی تالیف اور ان کی ہدایت کا سامان کرنا ہے۔ اس معاملے میں وہ دونوں (شیخینؓ) میرے دست و بازو کی حیثیت رکھتے ہیں اور باطنی پہلو کا تعلق فنا و بقاء کے مراتب وغیرہ سے ہے۔ مگر ان سارے پہلوؤں کا منبع اور ماخذ ظاہری پہلو ہے۔ یعنی شریعت ہے۔

تفہیمات الٰہیہ ۲: ۲۵

"سالته ﷺ سوالا روحانيا عن الشيعة فاوحا الى ان مذهبهم باطل وبطلان مذهبهم يعرف من لفظ الامام ولما افقت عرفت ان الامام عندهم هوالمعصوم المفترض الطاعته الموحى اليه وحيا باطنيا وهذا هو معنى النبى فمذهبهم سيلزم انكار ختم النبوة"۔

''میں نے حضور اکرم ﷺ سے شیعہ کے متعلق روحانی طور پر سوال کیا حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کا مذہب باطل ہے اور اس کے بطلان کی وجہ لفظ ''امام'' سے ظاہر ہے جب میں نے غور کیا تو یہ راز مجھ پر کھلا کہ شیعہ کے نزدیک امام معصوم ہوتا ہے اور اس کی اطاعت فرض ہے۔ اس پر باطنی وحی ہوتی ہے اور یہی اوصاف نبی کے ہوتے ہیں اس لیے ان کے عقیدہ سے انکار ختم نبوت لازم آتا ہے''۔

Marfat.com

تفہیمات الٰہیہ ۲: ۲۵

"سئالته ﷺ عن هذه المذاهب وهذه الطرق ايها اولى عنده بالاخذ واحب ففاض على قلبي منه ﷺ ان المذاهب والطرق كلها سواء ولافضل لواحد على الاخر"۔

"میں نے حضور اکرم ﷺ سے ان مذاہب (مذاہب اربعہ) اور چار سلسلوں (تصوف) کے متعلق سوال کیا کہ ان میں سے افضل کون سا ہے اور آپ کو سب سے زیادہ پسند کون سا ہے۔ تو حضور ﷺ کی طرف سے مجھ پر القا ہوا کہ تمام مذاہب اور تمام سلسلے یکساں ہیں اور کسی کو کسی پر فضیلت نہیں"۔

تفہیمات الٰہیہ میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بیسیوں واقعات درج ہیں جن سے اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے کہ آپ نے بے شمار علمی اور دینی مسائل میں حضور ﷺ کی روح پرفتوح سے استفادہ کیا جس کا واحد ذریعہ کلام بالارواح تھا۔

اس کے بعد زمانی اعتبار سے اور قریب آ جایئے۔

نقش حیات مدنی صفحہ ۱۰۷ اور شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۶۱۔

"مواجہ شریف میں جب کہ آپ بیدار ہیں آنحضرت ﷺ کی زیارت اس طرح ہوتی ہے کہ آپ میں اور ذات اقدس سرور کائنات ﷺ میں کوئی حجاب کسی قسم کا نہیں ہے"۔

اور شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۶۴ پر مولانا رشید احمد صدیقی بیان کرتے ہیں کہ!:

"حضرت مدنی نے تقریباً دو بجے شب راقم الحروف اور چوہدری محمد مصطفیٰ

Marfat.com

انسپکٹر مدارس کو طلب فرمایا دونوں فوراً حاضر ہوئے ارشاد فرمایا کہ بھائی اصحاب باطنی نے ہندوستان کی تقسیم کا فیصلہ کر دیا اور ہندوستان کی تقسیم کے ساتھ بنگال اور پنجاب کو تقسیم کر دیا اور راقم الحروف نے عرض کیا کہ اب ہم لوگ جو تقسیم کے مخالف ہیں کیا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ ظاہر کے پابند ہیں اور جس بات کو حق سمجھتے ہیں اس کی تبلیغ پوری قوت سے کریں گے"۔

بلغۃ الحیران صفحہ ۸ مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"رأیت رسول اللہ ﷺ عانقنی وذھب بی فی معانقة علی الصراط (ای پلصراط) رأیت ان رسول اللہ کتب لی ضمینة ختم علیه بیدہ المبارك و کان معه اکثر الاکابر دعوت عند بیت اللہ الحرام ثم جئت عند رسول اللہ ﷺ فقلت الصلوٰة والسلام علیك یا رسول اللہ ﷺ فعانقنی وعلمنی اللطائف والاذکار ورأیته انه یسقط فامسکته واعصمته عن السقوط وقعدت عند مزار الامام الربانی فقال لی فی المکاشفة بیان مسئله التوحید اعلی درجة عن السلوك ورأیت الانبیاء کلھم من آدم الی نبینا ﷺ کلھم ینادون باعلی نداء ان من دعا غیر اللہ تعالٰی معتقد انه یعلم ویسمع فھو کافر"۔

"میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی آپ نے مجھے بغل میں لے لیا اور پل صراط پر چل دیئے۔ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے میرے

Marfat.com

لیے ضمانت نامہ لکھا اور اپنے دست مبارک سے اس پر مہر لگائی اور آپ
ﷺ کے ساتھ بہت سے اکابر تھے۔ میں نے بیت اللہ کے پاس دعا کی
پھر حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ میں نے سلام عرض کیا۔ حضور
ﷺ نے معانقہ فرمایا اور مجھے لطائف واذکار سکھائے اور میں نے دیکھا
حضور اکرم ﷺ گرنے لگے ہیں میں نے حضور ﷺ کو تھام لیا اور
گرنے سے بچالیا اور امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر بیٹھا تھا آپ نے
مکاشفہ میں فرمایا سلوک سے بھی اونچا درجہ مسئلہ توحید کا بیان ہے اور میں
نے حضرت آدم سے لے کر حضور اکرم ﷺ تک تمام انبیاء کی زیارت کی
تمام انبیاء کرام علیہم السلام نہایت بلند آواز سے فرما رہے ہیں کہ جو شخص غیر
اللہ کو اس عقیدے کے ساتھ پکارے کہ وہ جانتا اور سنتا ہے وہ کافر ہے"۔

ان اقتباسات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ کلام بالا رواح کی اصل شریعت میں موجود ہے اور حضور اکرم ﷺ کے صحیح جانشینوں کو حضور ﷺ کی یہ میراث بطور انعام باری ملتی رہی ہے اور ایسے لوگ ہر دور میں موجود رہے ہیں۔

معلوم ہوا کہ کلام بالا رواح کی اصل نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے اور صحابہ کرامؓ سے اس پر عمل کرنے کی کثیر مثالیں ملتی ہیں۔ طوالت کے خوف سے یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔
پھر اولیاء کرام کی مقدس جماعت نے حضور اکرم ﷺ اور صحابہؓ کی اس سنت پر عمل کیا۔
یہ سنت مدت سے قریباً مردہ ہو چکی تھی جس نے اس مردہ سنت کا احیاء کیا وہ تو حضور اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق سو شہیدوں کے ثواب کا مستحق ہے اس کے برعکس جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ درحقیقت حضور ﷺ کی سنت کا انکار کرتے ہیں۔
صحابہؓ کے عمل اور ان کی فضیلت کا انکار کرتے ہیں اور اولیاء کرام کی مقدس جماعت

Marfat.com

جس کی تعداد سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں تک پہنچتی ہے ان کا انکار کرتے ہیں اور ان پر طعن کر کے اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں۔ رہا یہ سوال کہ ایسے منقول واقعات کی حیثیت کیا ہے؟ کیا ان سے استدلال کیا جا سکتا ہے اس سلسلے میں مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ کی تحقیق کا ماحصل قابل غور ہے۔

"ان الذاکرین لھذہ المناقب لیسوا ممن لایعتمد علیه او ممن لایکون حجة فی النقل بل آئمة الاسلام عند الانام الذین یرجع الی اقوالھم فی المھمات وتجعل اخبارھم من القطعیات کابی نعیم وابن کثیر والسمعانی وابن حجر المکی وابن حجر العسقلانی والسیوطی وعلی القاری وشمس العلماء الکردی او النووی، وعبدالوھاب الشعرانی وشیخ الاسلام الذھبی ومن یحذحذ وھم افتری ھٰؤلاء قد درجوا فی تصانیفھم مایری انه کذب او اعتمد واعلی نقلماینقله ارباب الکذب کلا واللہ ھم آئمة محتاطون لایناقشون فیما یکتبون فان شککت فی ذلك فارجع الی الطبقات ینکشف لك احوال صدق ھٰؤلاء الثقات وان وقوع مثل ھذا وان استبعد من العوام لکن لایستبعد ذلك من اھل اللہ تعالٰی فانھم اعطوا من ربھم قوة ملکیة وصلوابھا الی ھذہ الصفات لاینکرہ الامن ینکر صدور

Marfat.com

الکرامات وخوارق الصادرۃ والجاھل المتعسفہ لاینفعہ شیئی وان طولنا ھنالک۔ فان شک فی ذلک شاک علم قطعا انہ متعصب خارج عن حد الخطاب لایلیق معہ الا الزجر والعتاب"۔

"یہ ناقلین حضرات ایسے نہیں کہ ان پر اعتماد نہ کیا جائے اور ایسے نہیں کہ ان کی نقل کو حجت قرار نہ دیا جائے بلکہ وہ آئمہ اسلام ہیں اور لوگوں کے لیے ستون ہیں یہ ایسے لوگ ہیں کہ اہم امور میں ان کے اقوال کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور ان کے بیان کو قطعیت کا درجہ حاصل ہے۔ جیسے ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، سمعانی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، شمس العلماء کردی رحمۃ اللہ علیہ، نووی رحمۃ اللہ علیہ اور عبدالوہاب الشعرانی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ الاسلام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور اسی پایہ کے لوگ ہیں۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ ان حضرات نے اپنی تصانیف میں جھوٹ ملا دیا ہے یا جھوٹے لوگوں کی نقل پر اعتماد کر بیٹھے ہیں۔ خدا کی قسم، ایسا ہرگز نہیں وہ امام ہیں بڑے محتاط ہیں اور جو لکھ دیتے ہیں اس میں مناقشہ نہیں کیا جاتا اور تجھے اس میں شک ہو تو طبقات کی طرف رجوع کر تجھ پر ان معتبر حضرات کی صداقت کھل جائے گی۔ عوام سے تو ایسی باتوں کا امکان ہے۔ لیکن ان اہل اللہ سے ان باتوں کا امکان نہیں کیونکہ انہیں اپنے رب کی طرف سے قوت ملکیہ عطا ہوئی ہے اور اس قوت کی وجہ سے ان صفات تک پہنچے ان کا انکار صرف وہی کرتا ہے جو کرامات کے صدور کا منکر ہو اور جہاں تک جاہل متعسف کا تعلق ہے اسے کوئی چیز فائدہ نہیں دے سکتی۔ اگر کوئی اس امر میں شک کرے تو وہ قطعی طور پر متعصب ہے وہ

Marfat.com

اس قابل نہیں کہ اس سے گفتگو کی جائے وہ توزجروتوبیخ کے لائق ہے"۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ابن ابی جمرہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے اسی قسم کا خیال ظاہر کیا ہے۔ الحاوی للفتاویٰ ۲: ۴۳۹

"قال (ای ابن ابی جمرہ) والمنکر لھذا لایخلو اما ان یصدق بکرامات الاولیاء اویکذب بھا فان کان ممن یکذب بھا فقد سقط البحث معہ فانہ یکذب مااثبتہ السنۃ بالدلائل الواضحۃ وان کان مصدقا بھا فھذہ من ذلك القبیل لان الاولیاء یکشف لھم بخرق العادۃ عن اشیاء فی العالمین العلوی والسفلی عدیدۃ فلاینکر ھذا مع التصدیق بذالك"۔

"ابن ابی جمرہؒ فرماتے ہیں کہ اس کا منکر یا تو کرامات اولیاء کی تصدیق کرتا ہے یا تکذیب۔ اگر تکذیب کرتا ہے تو اس سے بحث فضول ہے کیونکہ وہ اس حقیقت کو جھٹلا رہا ہے جو سنت سے واضح دلائل سے ثابت ہے اور اگر وہ تصدیق کرنے والا ہے وہ اسی قبیل سے ہے۔ کیونکہ اولیاء پر تو عالم سفلی اور علوی سے خرق عادت کے طور پر بیشمار چیزیں منکشف ہوتی ہیں اور اس تصدیق کے ساتھ انکار جمع نہیں ہوسکتا"۔

پھر صفحہ ۲۰۱ پر فرماتے ہیں:

"وان اعتبر مثل ھذالشك ارتفع الامان عن کتب التواریخ واسماء الرجال فانھم یکتبون"۔

"اگر اس قسم کا شک معتبر قرار دیا جائے تو تاریخ اور اسماء رجال کی کتابوں

Marfat.com

سے اعتبار اٹھ جاتا ہے کیونکہ انہوں نے یہ واقعات لکھے ہیں''۔

اورالرفع والتکمیل کے صفحہ ۶۴ پر فرماتے ہیں:

"ومن زعم ان الناس اتفقوا علی الخطاء فی ذلك فهو اولیٰ بالخطاء منهم ولولا جواز الاعتماد ذلك لتعطل كثير من المصالح قلت من كذب العلماء المتقدمين فهوا كذب الكاذبين"۔

''اگر کسی کو یہ خیال ہو کہ ان حضرات نے غلط باتوں پر اتفاق کرلیا ہے تو وہ خود ایک بہت بڑی غلطی کا شکار ہے اگر ان حضرات پر اعتماد نہ کیا جائے تو بے شمار امور میں تعطل پیدا ہو جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں جو علماء متقدمین کی تکذیب کرتا ہے وہ بہت بڑا کذاب ہے''۔

ان حضرات کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ کشف قبور اور کلام بالارواح کا انکار کرنا نری جہالت ہے ایسا منکر اس قابل نہیں کہ علمی سطح پر اس سے کوئی گفتگو کی جائے۔

اس سلسلے میں ایک پہلو ابھی بھی تشنہ ہے کہ یہ نعمت صرف مخصوص حضرات کو ہی کیوں عطا کی جاتی ہے۔

اس کی حکمت حافظ ابن قیم نے بیان فرمائی ہے۔(کتاب الروح صفحہ ۸۱)

"فاذا شاء الله سبحانه ان يطلع علی ذلك بعض عبيده اطلعه وغيبه عن غيری اذلوا طلع العباد كلهم لزالت كلمة التكليف والايمان بالغيب ولما تدافن الناس كما فی الصحيحين عنه ﷺ لولا تدافنوا لدعوت الله ان يسمعكم من عذاب القبر ماا سمع"۔

Marfat.com

''جب اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو (عذاب قبر) پر مطلع کرنا چاہے کر دیتا ہے اور بعض بندوں سے پوشیدہ رکھتا ہے کیونکہ اگر تمام لوگوں کو مطلع کر دے تو مکلف ہونے اور غیب پر ایمان لانے کا سوال اٹھ جائے اور لوگ دفن کرنا چھوڑ دیتے جیسا کہ صحیحین میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم دفن کرنا نہ چھوڑ دیتے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ تمہیں عذاب قبر سنا دیتا۔ جیسا کہ میں سنتا ہوں''۔

اور صفحہ نمبر ۸۲ پر فرماتے ہیں:

"فرؤیة هذا النار فی القبر کرؤیة الملائکة والجن تقع احیانا لمن شاء الله ان یریه ذلك"۔

''قبر میں جہنم کی آگ کا دیکھنا ایسا ہی ہے جیسا ملائکہ اور جنوں کو دیکھنا۔ جب اللہ چاہے کبھی کبھی دکھا دیتا ہے''۔

اور صفحہ ۸۱ پر فرماتے ہیں:

"وقدرة الرب تعالیٰ اوسع واعجب من ذالك وقدا رانا الله من ایات قدرته فی هذا الدار ماهوا عجب من ذالك بکثیر ولکن النفوس مولعة بالتکذیب بمالم تحط به علما الامن وفقه الله تعالیٰ وعصمه فلیس مع الزنا دقته والملاحدة الامجرد تکذیب الرسول"۔

''اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اس سے بھی وسیع اور عجیب ہے اس نے اس دنیا میں ہمیں اپنی قدرت کی ایسی کثیر نشانیاں دکھائی ہیں جو اس سے بھی بڑھ کر عجیب ہیں۔ لیکن انسان جن باتوں کا علم نہیں رکھتا۔ ان کی تکذیب کی

Marfat.com

احمقانہ جرأت کر بیٹھتا ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ جسے اپنے فضل سے بچا لے۔
زندیق اور ملحد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کے سوا کر ہی کیا سکتے ہیں"۔
اور علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس کی حکمت یوں بیان فرمائی ہے۔

(فتح الباری ۲: ۱۵۲)

والظاهر ان الله تعالٰی صرف ابصار العباد واسماعهم عن مشاهدة ذالك ستره عنهم ابقاء عليهم لئلايتدفنوا ويست للجوارح الدنيوية قدرة علٰى ادراك امور الملكوت الامن شاء الله تعالٰى"۔

"اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کے مشاہدہ سے عام لوگوں کی نگاہ کو روک رکھا ہے ایسا نہ ہو کہ وہ دفن کرنا ہی چھوڑ دیں اور ان مادی اعضاء کو یہ قدرت ہی نہیں دی گئی کہ عالم ملکوت کے امور کا مشاہدہ کر سکیں"۔

فوائد: حافظ ابن قیم کے بیان سے چند امور کی وضاحت ہوتی ہے:

۱۔ عذاب وثواب قبر کے متعلق اللہ تعالیٰ اپنے خاص خاص بندوں کو مطلع فرماتے ہیں۔
۲۔ عوام کو مطلع نہ کرنے میں حکمت یہ کہ اس دار التکلیف میں ایمان بالغیب کا سوال اٹھ جاتا اور لوگ ڈر کے مارے مردوں کو دفن کرنا ہی چھوڑ دیتے۔
۳۔ عذاب وثواب قبر کا تعلق عالم ملکوت سے ہے عالم کونی سے نہیں لہٰذا کشف قبور کشف کونی نہیں جن حضرات نے اسے کشف کونی کہا ہے انہوں نے ٹھوکر کھائی ہے۔
۴۔ کشف قبور میں اموات اور عذاب وثواب کو دیکھنا ایسا ہی ہے جیسے جنات اور ملائکہ کو دیکھنا۔ کیونکہ روح اور عذاب وثواب قبر بھی لطیف اور جنات وملائکہ بھی لطیف ہیں۔

Marfat.com

۵۔عذاب وثواب قبر بھی ملکوت سے ہے اور عالم ملکوت کی چیزیں مادی آنکھوں سے نہیں دیکھی جاسکتیں اور باتیں مادی کانوں سے نہیں سنی جاسکتیں۔ بلکہ اس کا ذریعہ قلب اور روح کی آنکھیں اور کان ہیں اور یہ خاص اولیاء اللہ کو عطا ہوتی ہیں اس لیے کشف قبور اور کلام بالارواح اللہ کے خاص بندوں کا حصہ ہے۔

۶۔کشف قبور اور کشف ملائکہ کا انکار صرف ملحدین، زندیق اور مکذبین رسول ہی کرتے ہیں۔ گزشتہ صفحات میں اولیائے کرام کے متعدد واقعات درج کیے گئے ہیں کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ مکالمہ یا معانقہ یا مصافحہ کیا اور حضور ﷺ سے استفادہ کیا۔ اس سلسلے میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول پیش کر دینا ضروری ہے جو قول فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔ (الحاوی للفتاویٰ ۲: ۴۵۳)

فحصل من مجموع هذه النقول والاحاديث ان رسول الله ﷺ حي بجسده وروحه وانه يتصرف ويسير حيث يشاء في اقطار الارض وفي الملكوت وهو يهيسه التي كان عليها قبل وفاته لم يبدل منه شئي وانه مغيب عن الابصار كما غيبت الملائكته مع كونهم احياء باجسادهم فاذا اراد الله رفع الحجاب عمن ارادا كرامه برؤيته راه علىٰ هيئة التي هو عليها لامانع من ذلك ولا داعي الى التخصيص برؤية المثال"۔

"ان ساری احادیث اور منقولات کا ماحصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے جسد اور روح کے ساتھ زندہ ہیں آپ زمین کے جس حصے میں اور

جتنے

عالم ملکوت میں جانا چاہیں جا سکتے اور تصرف کر سکتے ہیں جیسا زندگی میں کر سکتے تھے، اور آپ ﷺ اسی ہیئت میں زندہ ہیں جس ہیئت میں قبل از وفات تھے اس میں تغیر نہیں آیا اور آپ ایسے ہی پوشیدہ ہیں جیسے ملائکہ جو کہ زندہ ہیں۔ جب اللہ چاہے اور جس شخص کے لیے چاہے حجاب اٹھا دیتا ہے اور اسے حضور ﷺ کی زیارت سے مشرف کرتا ہے اور وہ شخص حضور اکرم ﷺ کو اسی ہیئت پر دیکھتا ہے اس میں کوئی مانع نہیں اور عالم مثال سے اس رؤیت کا کوئی تخصص نہیں"۔

الحاوی للفتاوی ۲: ۴۲۰

"قلت اظهر من هذا ان يحمل على الحالة التى تعترى ارباب الاحوال ويشاهدون فيها مايشاهدون ويسمعون مايسمعون والصحابة رضى الله عنهم هم رءوس ارباب الاحوال"۔

"میں کہتا ہوں اس سے ظاہر ہے کہ ارباب حال کو یہی حالت پیش آتی ہے اور اسی حالت میں مشاہدہ کرتے ہیں اور سنتے ہیں جو سنتے ہیں صحابہ کرامؓ اور وہ تو ارباب حال کے سردار ہیں"۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے کئی فوائد حاصل ہوتے ہیں:

۱۔ حضور اکرم ﷺ روح مع الجسد کے زندہ ہیں۔

۲۔ حضور اکرم ﷺ کی یہ حیات ایسی ہے کہ عوام کی نگاہ سے اوجھل ہیں۔ جیسے ملائکہ زندہ ہیں مگر عوام کی نگاہ سے اوجھل ہیں۔

۳۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی خاص بندے کو حضور اکرم ﷺ کی زیارت کرانا چاہتا

ہے تو وہ حجاب اٹھادیتا ہے۔

۴۔ اس روٴیت میں صورت مثالی کی تخصیص نہیں۔

۵۔ یہ ساری باتیں ان احادیث اور علمائے ربانی اور اولیائے کرام سے منقول واقعات کا ماحصل ہے جو اس سلسلے میں مختلف کتابوں میں محفوظ ہیں اور ہم تک پہنچی ہیں۔

اس کے باوجود اس حقیقت کے انکار میں جو آوازیں اٹھ رہی ہیں یا اٹھائی جا رہی ہیں اس کا سبب کیا ہے؟

سید محمد حریری بیونی نے اپنی کتاب الروح وماہیتہا صفحہ ۴۶ پر بیان کیا ہے۔

"وانما الناس ینکرون هذه الکرامات لکثافة حجابهم وتلبسهم بالذنوب وتعلقهم بالدنیا وانهم یریدون الاطلاع علی اسرار الاولیاء مع استحالة ذلك لما هم فیه اخص بالذکر منهم جفاة العلماء المتمسکین بالعرض الدنیوی الزائل الاشحاء بطبعهم المتعاکفین علی ابواب احکام والامراء یریدون ان یروا هذه الاسرار بنفوسهم الملوثة ولما لم یصلوا الی شئی منها ینکرون الکرامات ویحصرونها فی علمهم الظاهری المحدود وکلهم اوغالبهم شروبال علی انفسهم وعلی الناس فهم کبنی اسرائیل یؤمنون بالانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام ولما یرونهم ینکرون جحدا حسدا وبغضا اعاذنا الله منها"۔

لوگ ان کرامات کا انکار بوجہ حجاب کی کثافت، گناہوں کی آلودگی اور دنیا

Marfat.com

سے تعلق کے کرتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ چاہتے ہیں کہ اولیاء کے اسرار سے مطلع ہو جائیں جو محال ہے ان منکرین میں ان ظالم علماء کا ذکر خصوصیت سے آتا ہے جو عارضی دنیوی اغراض سے چمٹے ہوئے ہیں جو حریص الطبع ہیں اور حکام اور امراء کے دروازوں پر جبہ سائی کر رہے ہیں۔ پھر چاہتے ہیں کہ ان اسرار کو دیکھ لیں حالانکہ ان کے نفوس ان آلودگیوں سے ملوث ہیں جب انہیں یہاں تک رسائی نہیں ہو سکتی تو کرامات اولیاء کا انکار کر دیتے ہیں اور اسے محدود علم ظاہری میں محصور سمجھتے ہیں، وہ سب کے سب یا غالب اکثریت اپنی جانوں کے لیے اور دوسرے لوگوں کے لیے شر اور وبال ہیں اور وہ بنی اسرائیل کی مانند ہیں جو انبیاء علیہم السلام پر ایمان لاتے ہیں۔ مگر جب انہیں دیکھتے ہیں تو حسد اور بغض کی وجہ سے انکار کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے''۔

طبقات شعرانی ۲: ۵۷ حضرت شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان:

"رأیت رسول اللہ ﷺ فقال لی عن نفسه لست بمیت وانما موتی عبارۃ عن تستری عمن لایفقه عن اللہ تعالیٰ واما من یفقه عن اللہ فها انا اراہ ویرانی"۔

''میں نے حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی مجھے حضور ﷺ نے خود فرمایا میں مردہ نہیں ہوں میری موت عبارت ہے اس شخص سے پوشیدہ ہونا جس کو اللہ کی طرف سے بصیرت حاصل نہیں اور جسے اللہ تعالیٰ بصیرت دے تو میں اسے دیکھتا ہوں اور وہ مجھے دیکھتا ہے''۔

اور تفسیر جمل (۴: ۲۰۱)

"قال القرطبی والذی یزیح الاشکال ماقاله بعض مشائخنا

Marfat.com

ان الموت لیس بعدم محض بالنسبة بالانبیاء علیهم

الصلوٰة والسلام والشهداء فانهم موجو دون احیاء وان

لم نراهم"۔

''قرطبی کہتے ہیں کہ وہ جواب جواشکال کوزائل کر دیتا ہے وہ بات ہے جو

ہمارے بعض مشائخ نے فرمائی ہے کہ موت بہ نسبت انبیاء اور شہداء کے

عدم محض نہیں کیونکہ وہ زندہ موجود ہیں اگر چہ ہم نہیں دیکھتے''۔

اسی طرح کتاب الروح صفحہ ۴۳:

"ان موت الانبیاء انما هو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث

لاندرکهم وان کانوا موجودین احیاء وذلك کالحال فی

الملائکة فانهم احیاء موجودون ولاتراهم"۔

''ابن قیمؒ نے فرمایا انبیاء کی موت اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ وہ ہم سے

غائب کیے گئے ہیں۔اس حیثیت سے کہ ہم انہیں نہیں دیکھتے اگر چہ وہ

موجود ہیں زندہ ہیں اور یہ زندگی ان کی مثل فرشتوں کے ہے پس وہ فرشتے

زندہ ہیں اور ہم انہیں نہیں دیکھتے''۔

اور آخر میں صاحب روح المعانی کا ایک قول سن لیجیے۔کرامات اولیا کا بیان کرتے

ہوئے فرماتے ہیں:

"وهذا امر مقرر عند السادة الصوفیة مشهور فیما بینهم

وهو غیرطی المسافتة وانکار من ینکر کلامنها علیهم

مکابرة لاتصدر الامن جاهل اومعاند۔

(روح المعانی ۲۳:۱۳)

Marfat.com

''اور یہ بات بڑے بڑے صوفیوں میں مشہور ہے اور درست اور یہ مسافت کو طے کیے بغیر ہے اور جو شخص اس کا انکار کرتا ہے وہ صرف اپنی بڑائی جتانے کے لیے ایسا کرتا ہے اور یہ حرکت صرف ایک جاہل اور دشمن، ضدی، عنادی ہی کرسکتا ہے''۔

علماء میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اختلاف رائے رکھنے کے باوجود حق وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دیتے مثال کے طور پر ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔

۲۶ نومبر ۱۹۷۱ء مطابق ۷ شوال المکرّم موضع چکڑالہ میں قاضی شمس الدین صاحب تشریف لے گئے۔ مسجد غازی خیل میں بعد جمعہ انہوں نے تقریر فرمائی۔ سینکڑوں کا مجمع تھا۔ موافق ومخالف سب موجود تھے۔ قاضی صاحب کو حاجی عبداللہ اور مولوی سلیمان صاحب نے دعوت دی تھی۔ مولوی صاحب نے ہماری کتاب ''اسرار الحرمین'' قاضی صاحب کے سامنے میز پر رکھ دی۔ غرض یہ تھی کہ قاضی صاحب اس کتاب کے خلاف تقریر فرمائیں اور ان کے عقیدہ انکار کرامات اولیاء کو تقویت پہنچے گی۔ قاضی صاحب نے کتاب کی تصدیق اور تائید کرتے ہوئے ایک غلطی کی نشاندہی کی کہ کتاب میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مکالمہ درج ہے جو روحانی طور پر ہوا۔ اس میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کلام میں ایک لفظ ''شکیت'' درج ہے مگر لفظ ''شکوت'' ہونا چاہیے۔ کیونکہ صحیح عربی لفظ یہی ہے اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو فصحائے عرب میں سے تھیں۔ مگر قاضی صاحب نے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ مولانا کو کلام کے سمجھنے میں غلطی ہوئی یا کاتب سے سہواً ہوا۔ اس کے علاوہ باقی کتاب بالکل صحیح ہے اس میں شک کرنے

Marfat.com

کی کوئی وجہ نہیں پھر اپنا واقعہ بیان کیا میں مولانا حسین علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس موجود تھا۔ محمد طاہر پنج پیری اور ایک اور شخص بھی موجود تھا کہ آپ کا لانگری نور محمد کشمیری روتا روتا آیا ہاتھ میں ایک خط تھا۔ مولانا نے رونے کی وجہ پوچھی تو کہا حضرت میری والدہ فوت ہوگئی ہے۔ مولانا نے یہ بات سن کر تھوڑی دیر کے لیے آنکھیں بند رکھیں اور فرمایا کہ تمہیں کسی نے دھوکا دیا ہے تمہاری ماں زندہ ہے اس وقت اپنے گھر کے صحن میں جھاڑو دے رہی ہے لیکن دیکھنا یہ بات میری زندگی میں کسی کو نہ بتانا پھر نور محمد گیا تو واقعہ ہو بہو ایسا ہی پایا جیسے مولانا نے اپنے کشف سے فرمایا تھا۔

قاضی صاحب نے اپنی تقریر میں یہ بھی فرمایا کہ میں ۲۴ سال تک مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اس فن کی تحصیل کے لیے حاضر ہوتا رہا۔ مگر میری قسمت میں نہیں تھا مجھے حاصل نہ ہو سکا۔ مگر اپنی محرومی کی وجہ سے اصل شے کا انکار کر دینا کہاں کی دانائی ہے۔ صوفیا کے منازل سلوک کے متعلق کتابوں کے حوالے پیش کروں مگر وقت کی قلت مانع ہے البتہ صوفیاء کو اپنے منازل کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ ان کو نقصان ہوتا ہے اس پر مولوی محمد سلیمان صاحب نے کہا کہ صوفیا تو ظاہر کر دیتے ہیں۔ قاضی صاحب نے فرمایا کہ بعض ایسے منازل ہیں کہ سالک ان مقامات سے آگے ترقی کر جائے تو اسے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

☆☆☆

(۲۱)

آدابِ مریدین مع الشیخ

حضور ﷺ کی مجلس میں صحابہ کرامؓ کی حالت۔

صحابہؓ اور اطاعت رسول ﷺ۔

صحابہؓ اور تعظیم نبوی ﷺ۔

صحابہؓ اور محبت رسول ﷺ۔

صحابہ کرامؓ کا باہمی حفظ مراتب۔

تصوف وسلوک ادب ہی ادب ہے۔

اخذِ فیض کے لیے آداب۔

Marfat.com

آدابِ مریدین مع الشیخ

زندگی یوں تو گزر ہی جاتی ہے مگر سلیقہ سے گزاری جائے تو اس کا لطف اس کے ثمرات اور اس کی کیفیت کچھ اور ہی ہوتی ہے اسی طرح ہر کام کے کرنے کا سلیقہ ہوتا ہے، کچھ آداب ہوتے ہیں انہیں ملحوظ رکھا جائے تو مطلوبہ فوائد حاصل ہونے کی توقع یقینی ہوتی ہے۔ تعلیم و تربیت ایک ایسی بڑی مہم ہے جو اپنی جگہ نازک بھی ہے اور مسلسل جدوجہد کی متقاضی بھی۔ اس میں ذرا سی بے احتیاطی عظیم نقصان کا سبب بن سکتی ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اپنے محسن اعظم اور مربی اعظم حضرت محمد ﷺ سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے کے سلسلے میں اہم ہدایات دینے کا اہتمام فرمایا ہے، ارشاد ہوتا ہے:

یاایھا الذین أمنو لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لھو بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لاتشعرون"۔

"ان الذین ینادونك من وراء الحجرات اکثرھم لایعقلون ولو انھم صبر واحتی تخرج الیھم لکان خیر الھم"۔ الخ

"اے ایمان والو! اونچی نہ کرو اپنی آوازیں نبی ﷺ کی آواز کے اوپر

Marfat.com

اوراس سے نہ بولو کہک کر، جیسے کہکتے ہو ایک دوسرے پر، کہیں اکارت ہو
جائیں تمہارے اعمال اور تمہیں خبر نہ ہو''۔

''جو لوگ پکارتے ہیں تجھ کو دیوار کے باہر سے، وہ اکثر عقل نہیں رکھتے اور
اگر وہ صبر کرتے جب تک تو نکلتا ان کی طرف تو ان کو بہتر تھا''۔

ان آیات کے تحت الابریز صفحہ ۲۴۳ اور عوارف المعارف ۱: ۵۹ پر لکھا ہے کہ:

''ھکذا اداب المرید فی مجلس الشیخ ان یکون مسلوب
الاختیار لایتصرف فی نفسہ ومالاہ الابمر جعۃ الشیخ
وامرہ''۔

''شیخ کی مجلس میں مرید کو چاہیے کہ ان آداب کو ملحوظ رکھے۔ شیخ کے سامنے
اپنے اختیار سے دست بردار ہو جائے، اپنی جان اور مال میں شیخ کے
مشورہ اور حکم کے بغیر تصرف نہ کرے''۔

شیخ کا کام بہ نیابت نبوت اپنے شاگردوں کی روحانی تربیت اور تزکیہ کرنا ہوتا ہے اور
شاگردوں کا کام صحابہ کرامؓ کے اتباع میں حصول فیض ہوتا ہے اس لیے تصوف وسلوک
میں یہی آداب اصل اور سند کی حیثیت رکھتے ہیں چنانچہ فرمایا:

''وللقوم فی ذلک اقتداء واتباع برسول اللہ ﷺ
واصحابہ ومن صح اقتداء واتباعہ برسول اللہ ﷺ احبہ
اللہ تعالیٰ کما قال قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی
یحببلم اللہ''۔

''اور صوفیائے کرام اس مسئلہ میں رسول خدا ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی اتباع
کرتے ہیں، اور جس شخص نے صحیح طور پر حضور اکرم ﷺ کی اتباع کی وہ

Marfat.com

خدا کا محبوب بن گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''اے میرے حبیب، یہ بات برملا کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا''۔

اس اتباع اور اس کے ثمرات کی صحیح تفسیر صحیحین میں یوں ملتی ہے:

"ماتقرب الی عبدی بمثلماافترضت علیه ولایزال عبدی بتقرب الی بالنوافل حتی احیته فاذا احیته کنت سمعه الذی یسمع به ویصره الذی یبصربه ویده التی یبطش بها وبی یسمع وبی یبصر وبی یبطش وبی یمشی"۔

''میرا بندہ میرا قرب حاصل کرنے کے لیے جو کچھ کرتا ہے اس میں سے محبوب ترین وہ عبادت ہے جو میں نے اس پر فرض کی ہے۔ اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل سے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں، اس وقت میں اس کے کان بن جاتا ہوں، جن سے وہ سنتا ہے، آنکھ بن جاتا ہے، جس سے وہ دیکھتا ہے۔ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ پھر وہ مجھی سے سنتا، دیکھتا، پکڑتا اور چلتا ہے''۔

ظاہر ہے کہ بندے کا اصل کام اللہ کا قرب حاصل کرنا ہے اس کا ذریعہ اتباع نبوی ﷺ میں فرائض کی پابندی اور نوافل کی کثرت ہے، اس کا نتیجہ اللہ کا محبوب بن جانا ہے یہ وہ مقام ہے جہاں انسان کا ارادہ اور پسند، اللہ کے ارادہ اور پسند میں فنا ہو جاتا ہے۔ بظاہر اس کے اعضاء حرکت کر رہے ہوتے ہیں۔ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی ذات کارفرما ہوتی ہے۔ اور ومارمیت اذرمیت ولکن الله رمی کا نقشہ سامنے آ جاتا ہے۔

Marfat.com

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس سے معاملہ کرنے کے آداب کی تعلیم دی ہے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ حضور ﷺ کے شاگردوں یعنی صحابہ کرامؓ نے ان آداب کا عملی مظاہرہ کس صورت میں کیا۔ وہی آداب شیخ کے سلسلے میں سالکین کے لیے اصل بھی ہیں اور قابل تقلید بھی۔ بلکہ دین کا شعبہ ہیں۔ اگر یہ آداب دین سے خارج ہوتے تو یقیناً نبی کریم ﷺ صحابہ کو منع فرما دیتے۔ اب ہم حضور اکرم ﷺ کی مجلس میں صحابہ کرامؓ کے بیٹھنے کی کیفیت ظاہر کرنے کے لیے چند مناظر پیش کرتے ہیں۔

حضور ﷺ کی مجلس میں صحابہ کرام کی حالت:

"عن براء بن عازب قال فجلس النبی ﷺ مستقبل القبلۃ وجلسنا معہ کان علی رؤسنا الطیر"۔

"(ایک مجلس میں) نبی کریم ﷺ قبلہ رخ بیٹھ گئے اور ہم بھی آپ کے پاس بیٹھ گئے مگر کیفیت یہ تھی جیسے ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں"۔

اور لمعات شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ:

"ہیئت در نشستن صحابہ کرام در حضور رسول اللہ ﷺ در احادیث بسیار امدہ و مذکورہ است"۔

حضور ﷺ کی مجلس میں صحابہ کرامؓ کی یہ صورت بہت سی حدیثوں میں آچکی ہے۔

مجلس میں بیٹھنے کی یہ صورت تب پیدا ہوتی ہے جب:

۱۔آدمی کی توجہ شیخ کی ذات پر مرکوز رہے۔

۲۔خیالات اور نگاہ ادھر ادھر نہ بھٹکتی پھرے۔

۳۔کان اس طرف لگے رہیں کہ جانے کس وقت کوئی بات مرکز توجہ زبان سے نکلے اور سن کے پلے باندھ لی جائے۔

صحابہ کرامؓ کی یہ حالت صرف اسی وجہ سے ہوتی تھی کہ وہ حضور اکرم ﷺ کو مصدر ہدایت سمجھتے اور اپنے آپ کو محتاج جانتے تھے۔اسی نظریہ کے تحت سالک کو اپنے شیخ کی مجلس میں اس طرح بیٹھنا چاہیے کہ:

۱۔اپنے قلب کا رخ شیخ کی طرف ہو۔خیالات اور نگاہ کو آوارہ ہونے سے بچائے۔

۲۔جو سالک سلوک کی اعلیٰ منازل میں جا رہے ہوں وہ اپنی آخری منزل پر توجہ کر کے بیٹھیں کہ شیخ کے سینے سے فیض انعکاسی عمل کے ذریعے پہنچ رہا ہے۔

۳۔جو سالک لطائف کر رہے ہوں انہیں اپنے لطائف پر خیال رکھ کر بیٹھنا چاہیے اور قلب کا رابطہ شیخ کے ساتھ جوڑ لینا چاہیے تا کہ ادھر سے فیض ادھر آنے لگے۔

صحابہؓ اور اطاعت رسول ﷺ:

"عن جابر قال استوی رسول اللہ ﷺ علی المنبر قال اجلسوا فسمع ابن مسعود فجلس علی باب المسجد فراٰہ رسول اللہ ﷺ فقال تعال"۔

''حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ خطبہ کے لیے منبر پر بیٹھے تو فرمایا ''بیٹھ جاؤ'' ابن مسعودؓ نے جب حضور ﷺ کی آواز سنی تو مسجد کے

دروازے پر ہی بیٹھ گئے۔ حضور کی نگاہ پڑی تو فرمایا، آگے آجاؤ''۔

اور خصائص الکبریٰ ۱: ۱۶۵ پر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''عن عائشة قالت ان النبی ﷺ جلس یوم الجمعة علی المنبر فقال الناس اجلسوا فسمعه عبدالله بن رواحه وهو فی بنی غنم فجلس مکانه''۔

''جمعہ کے روز حضور ﷺ منبر پر بیٹھے تو فرمایا کہ بیٹھ جاؤ۔ عبداللہ بن رواحہ انصاریؓ کے کان میں یہ آواز پڑی۔ تو آپ اس وقت قبیلہ بنی غنم میں تھے وہیں بیٹھ گئے''۔

ان دو روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ میں حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل کا جذبہ کس درجے کا تھا۔ بیٹھنے یا اٹھانے کی علت دریافت کی، نہ اس کی علت کے متعلق سوچا بس آواز سنی اور تعمیل کردی۔

صحابہ کرامؓ کے اس عمل سے ارباب تصوف نے یہ ادب سیکھا کہ اگر شیخ کا حکم نصوص کے خلاف نہ ہو تو علت دریافت کیے بغیر شاگرد کو تعمیل کرنی چاہیے بعض اوقات شاگرد کے ذہن میں وہ علت نہیں ہوتی جو شیخ کے ذہن میں ہوتی ہے، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ میں موجود ہے۔

صحابہ کرام اور تعظیم نبوی ﷺ :

نسیم الریاض شرح شفا ۲: ۲۶۵۔

''توفی معاویة رضی الله عنه بالشام حاکما بها سنه ستین وعمره ثمان سبعون اوست وسبعون سنة وکان عنده

ازار رسول الله وارد حشي من شعره وظفره فكفن بر دائه
وازاره وحشي شعره وظفره بفيه ومنخره بوصيته منه"۔

''امیر معاویہؓ ۷۶ یا ۷۸ سال کی عمر میں ۶۵ھ میں شام میں فوت ہوئے جبکہ آپ وہاں کے حاکم تھے، ان کے پاس حضور ﷺ کی دو چادریں کچھ بال اور ناخن تھے ان چادروں میں ان کو کفن دیا گیا اور ناخن اور بال ان کے منہ اور ناک میں رکھ دیئے گئے یہ سب کچھ ان کی وصیت کے مطابق کیا گیا''۔

عوارف المعارف ا:۱۰۲ پر ہے کہ ایک چادر امیر معاویہؓ نے کعب بن زہیر کی اولاد سے ۲۰ ہزار درہم کے بدلے خریدی تھی۔ امیر معاویہؓ نے کعبؓ سے یہ چادر مانگی تھی، مگر انہوں نے انکار کر دیا تھا ان کی وفات پر ان کی اولاد سے ۲۰ ہزار میں خرید لی۔ واقعہ یوں ہے کہ جب کعبؓ مسلمان ہوئے تو:

"فرمى رسول الله ﷺ بردة كانت عليه فلما كان زمن معاوية بعث اليه اى الى كعب بن زهير بعنا بردة رسول الله ﷺ بعشرة الاف درهم فوجه اليه ما كنت لاوثر بثوب رسول الله ﷺ احدا فلما مات كعب يعث معاوية الى ولاده بعشرين الفا واخذ البردة وهى البردة الباقية عندا الامام الناصر الدين لله اليوم عادت بر كاتها على ايام الزاهرة"۔

''حضور ﷺ نے وہ چادر جو اوڑھ رکھی تھی کعبؓ کی طرف پھینک دی جب حضرت معاویہؓ کا دور آیا تو آپؓ نے دس ہزار درہم میں یہ چادر خریدنا چاہی۔ کعبؓ نے جواب دیا اس چادر کا میں اپنے آپ سے زیادہ حقدار

Marfat.com

کسی کو نہیں سمجھتا۔ ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد سے امیر معاویہؓ نے ۲۰ ہزار میں خرید لی اور ہاتھوں ہاتھ چلتی آئی۔ حتیٰ کہ شہاب الدین سہروردیؒ کے زمانہ میں مصر کے خلیفہ الناصر الدین اللہ کے پاس پہنچ گئی"۔

ان روایات سے یہ سبق ملتا ہے کہ شیخ کے لباس کی بھی تعظیم کرنی چاہیے محبت اور ادب کا یہی تقاضا ہے۔

نسیم الریاض ۳: ۵۷ اور روض الانف ۲: ۳۲۱ میں حضور اکرم ﷺ کے ایک خط کا ذکر کیا گیا ہے جو آپ نے ہرقل روم کے نام بھیجا۔ ہرقل باوجود عیسائی ہونے کے آداب الانبیاء سے واقف تھا۔ اس نے اس خط کی حفاظت اور تعظیم کی وصیت کردی تھی"۔

"ان هرقل وضع الكتاب الذى كتبه رسول الله فى قصبة من ذهب تعظيما له وانهم لم يزالو يتوار ثونه كابر اعن كابر"۔

"ہرقل روم نے حضور ﷺ کے نامہ مبارک کو بڑے احترام و تعظیم سے سونے کی ایک نلکی میں رکھا ہوا تھا اور رومی بادشاہوں کے پاس یہ خط یکے بعد دیگرے ورثے میں آتا رہا"۔

اور فتح الباری میں:

"وقال هذا كتاب نبيكم الى جدى قيصر مازلنا نتوارثة الى الان واوصانا آباؤنا مادام هذا الكتاب عندنا لايزال الملك فينا فنحن نحفظه ونعظمه ونكتمه من النصارى ليدوم الملك فينا"۔

"عیسائی بادشاہ نے کہا یہ خط تمہارے نبی ﷺ کا ہے۔ جو انہوں نے

Marfat.com

ہمارے جد امجد قیصر کی طرف لکھا تھا۔ ہم اب تک اس خط کو میراث میں
لیتے آئے ہیں۔ ہمارے اجداد نے ہمیں وصیت کی تھی کہ جب تک یہ خط
ہمارے پاس محفوظ رہے گا حکومت ہم میں قائم رہے گی اس لیے ہم اس کی
حفاظت کرتے ہیں، تعظیم کرتے ہیں اور پوشیدہ رکھتے ہیں، تا کہ ہماری
حکومت محفوظ رہے"۔

فتح الباری میں یہ بیان اس واقعہ کے سلسلے میں جو قاضی نور الدین بن صائغ دمشقی نے بیان کیا کہ خلیفہ منصور عباسی نے مجھے ایک عیسائی بادشاہ کی خدمت میں بھیجا، اس نے ایک صندوق میں سے سونے کی ایک نلکی نکالی جو ریشمی رومال میں لپٹی ہوئی تھی اور اس نلکی میں سے وہ خط نکالا جس کا ذکر اوپر کی عبارت میں کیا گیا ہے میں نے اس خط کو چومنا چاہا مگر بادشاہ نے اجازت نہ دی کہ خط بوسیدہ ہو چکا ہے، ضائع ہو جائے گا اور اس کے ضائع ہونے سے ہماری حکومت قائم نہیں رہ سکے گی۔

اہل اللہ نے اس سے یہ نتیجہ نکالا، جس طرح حضور ﷺ کے خط کی تعظیم کی وجہ سے مادی حکومت محفوظ رہی اسی طرح شیخ کے خط کی حفاظت اور تعظیم سے سالک کی روحانی حکومت محفوظ رہتی ہے۔ اسی وجہ سے مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خطوط کی سینکڑوں نقلیں کر کے محفوظ کر لی گئیں، اس کے مقابلے میں خسرو پرویز نے حضور اکرم ﷺ کے خط کی توہین کی اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی سلطنت کے ٹکڑے کر دیئے اور حکومت ان کے ہاتھ سے جاتی رہی۔

صحابہ کرامؓ اور محبت رسول ﷺ :

بخاری ۱: ۳۸ مقام حدیبیہ میں:

"وما تنخم النبی ﷺ نخامة الاوقعت فی کف رجل

Marfat.com

منھم فدلك وجھه وجلده"۔

''صحابہ کرام حضور ﷺ کی تھوک زمین پر نہ گرنے دیتے تھے، ہاتھوں میں لے کر اپنے منہ اور بدن پر مل لیتے تھے''۔

اور بخاری ۱:۳۱

''واذا توضاء النبی ﷺ کا دوا یقتلون علے وضوئہ"۔

''جب حضور ﷺ وضو کرتے تو جو پانی گرتا اس کو حاصل کرنے کے لیے صحابہ کرامؓ جھپٹتے تھے''۔

ایسے واقعات اس امر کی دلیل ہیں کہ صحابہ کرام کو حضور ﷺ سے انتہائی محبت تھی۔

صحابہ کرامؓ کا باہمی حفظ مراتب اور تعلیم نبوی ﷺ کا لحاظ رکھنا:

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ حضرت ابی بن کعبؓ کے گھر جا کر قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے تھے ان کا دستور یہ تھا کہ دروازہ نہ کھٹکھٹاتے باہر بیٹھتے بلا اطلاع دیے انتظار کرتے رہتے۔ حضرت ابی بن کعبؓ کو یہ گراں گزری، چنانچہ:

''فقال له ابی یوما ھلا دققت الباب یا ابن عباس فقال العالم فی قومه کا النبی فی امته وقد قال الله تعالیٰ فی حق نبیه علیه الصلوٰة والسلام ولو انھم صبروا حتی تخرج الیھم لکان خیرا لھم وقد رأیت ھذہ القصة صغیرا فعملت بموجبه مع مشائخی"۔ (روح المعانی)

''ایک روز حضرت ابیؓ نے فرمایا، ابن عباسؓ دروازہ کھٹکھٹا دیا کریں انھوں نے جواب دیا کہ ایک عالم اپنی قوم میں وہی مقام رکھتا ہے جو نبی اپنی

Marfat.com

امت میں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے حق میں فرمایا اگر وہ انتظار کریں
کہ حضور ﷺ خود ان کی خاطر گھر سے نکلیں تو یہ ان کے لیے بہتر ہوگا،
میں نے یہ قصہ بچپن میں دیکھا اور اپنے مشائخ کے ساتھ میں نے اسی
کے مطابق رویہ اختیار کیا''۔

اور محدث طبرانی اور حاکم نے اور غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں باب آداب طالب علم و معلم میں بیان کیا ہے کہ امام شعبی نے بیان کیا کہ حضرت زیدؓ بن ثابت نے ایک مرتبہ نماز جنازہ پڑھی، پھر اپنے خچر پر سوار ہونے لگے تو عبداللہ بن عباسؓ نے دوسری رکاب تھام لی۔ آپ نے فرمایا اے حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی رکاب کو چھوڑ دیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں یہی حکم ہوا ہے کہ علماء اور مشائخ کی تعظیم اسی طرح کریں۔ اس پر حضرت زیدؓ نے ان کے ہاتھ چوم لیے کہ ہمیں بھی یہی حکم ملا ہے۔

شیخ سے ملاقات کی غرض سے شاگرد باہر سے آئے تو اس کے لیے آیت ولو انھم صبروا اور صحابہ کرام کے عمل سے یہ سبق ملتا ہے کہ شیخ کے گھر کا دروازہ نہ کھٹکھٹانا شروع کر دے، بلکہ اس وقت تک انتظار کرے، جب شیخ اپنے معمول کے مطابق باہر ملاقات کے لیے نکلے، ہاں اگر کوئی ضروری امر پیش آ جائے تو اندر اطلاع کرا دے، پھر بھی آوازیں نہ دینے لگے نہ تقاضا کرے۔

صحابہ کرامؓ کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات نے واقعی شاگردی کا حق ادا کر دیا اور حضور ﷺ سے محبت، آپ کی تعظیم اور آپ کی اتباع کی ایسی مثالیں چھوڑ گئے جو رہتی دنیا تک اللہ والوں کے لیے مشعل راہ کا کام دیتی رہیں گی اور محبت اور اتباع نبوی کے میدان میں اس اوج کمال تک پہنچے، کہ ان کی تقلید تو

Marfat.com

ضروری ہے مگر وہاں تک پہنچنا بس انہی کا کام تھا ۔

کروند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدند
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

تصوف وسلوک از ابتدا تا انتہا ادب ہی ادب ہے:

شیخ اور سالک کا تعلق بظاہر استاد اور شاگرد کا سا نظر آتا ہے، لیکن حقیقت کے اعتبار سے ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ حصول تعلیم کے سلسلہ میں ایک شاگرد کے دل میں اگر استاد کا احترام موجود نہ ہو جب بھی حصول علم میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی، مگر ایک سالک کو اپنے شیخ سے جس قسم کا قلبی تعلق ہوتا ہے اس میں اگر معمولی سا فرق بھی آجائے تو حصول فیض میں بہت بڑی رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ شیخ جب سالک کو توجہ دینے لگتا ہے تو جہاں رحمت باری شیخ کی طرف متوجہ ہوتی ہے وہاں رضائے باری تعالیٰ بھی شیخ سے وابستہ ہوتی ہے اور یہ دونوں چیزیں شیخ کے واسطہ سے سالک کی طرف متوجہ ہوتی ہیں۔ سالک خواہ کتنے بلند منازل طے کر جائے، اس کی باگ دوڑ شیخ کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ جیسے کاغذ کی پتنگ ہوا میں خواہ کتنی بلند ہو جائے اس کی ڈور اڑانے والے کے ہاتھ میں ہوتی ہے جب چاہے اسے اتار لے۔

اس تعلق کو عوارف المعارف جلد دوم صفحہ ۱۶ پر اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

التصوف کله ادب ولكل وقت ادب ولكل حال ادب
ولكل مقام ادب ومن يلزم الادب يبلغ مبلغ الرجال
ومن حرم الادب فهو بعيد من الله و مردود"۔

Marfat.com

''اور تصوف سارے کا سارا ادب ہی ہے، ہر وقت کے لیے ادب ہے، ہر حال اور مقام کے لیے ادب ہے، جس نے ادب کو لازم پکڑا، وہ مردان خدا کے درجے پر پہنچا، اور جو ادب سے محروم ہوا وہ خدا سے دور اور مردود ہوا''۔

ظاہری علوم اور تصوف میں ایک اور فرق بھی ہے کہ استاد کے بغیر بھی کسی نہ کسی درجے کا علم حاصل کیا جا سکتا ہے، مگر تصوف وسلوک کی راہ میں شیخ کامل کی رہبری کے بغیر چلنا محال اور قرب الٰہی کی منزل تک پہنچنا ناممکن ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم کی تفسیر میں فرمایا ہے:

''وفی ھذا البدل اشارۃ ان الصراط المستقیم لایتانی بدون متعابعۃ اھل الصراط المستقیم ولا یکفی فیہ الزبر والا وراق''۔

''وھذا یدل علی ان المرید لاسبیل لہ الی الوصول الی مقامات الھدایۃ والمکاشفۃ الا اذا اقتدی بشیخ یھدیہ الی سواء السبیل وینجیہ من مواقع الاغالیط والاضلال وذالک لان النقص غالب علی اکثر الخلق وعقولھم غیر وافیۃ بادراک الحق وتمیز الصواب عن الغلط فلا بد من کامل یقتدی بہ الناقص بنور عقل ذالک الکامل فحینئذ یصل الی مدارج السعادۃ و معارج الکمال''۔

''اس بدل میں اشارہ ہے کہ انسان صراط مستقیم پر نہیں چل سکتا جب تک

اس راہ پر چلنے والے سابقہ لوگوں کی اتباع نہ کرے، اس راہ پر چلنے کے لیے صرف کتابوں کی ورق گردانی کام نہیں دے سکتی"۔

"اور اس امر کی دلیل ہے کہ مرید طالب کے لیے ہدایت کے مقامات اور مکاشفات تک پہنچنے کا اس کے بغیر کوئی ذریعہ نہیں کہ کسی شیخ کامل کا اقتداء کرے جو اس کی رہنمائی کرے گا اور اسے غلطیوں اور گمراہیوں سے بچائے گا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ نقص اکثر مخلوق پر غالب ہے اور صرف عقل انسانی ادراک حقیقت کے لیے ناکافی اور حق اور باطل میں کماحقہ تمیز کر لینا عقل انسانی کے بس کی بات نہیں۔لہٰذا یہ ضروری ٹھہرا کہ شیخ کامل کی تلاش کرے اور اس کی اقتداء کرے تاکہ اس ناقص کی عقل کامل کے نور عقل سے کامل بن جائے اور ناقص سعادت کے مدارج اور کمال کے اوج تک پہنچ سکے"۔

اس آیت کی تفسیر سے ظاہر ہے شیخ کامل کی رہنمائی کے بغیر منازل سلوک طے نہیں ہو سکتیں اور سالک کا مقصد وصول الی المحبوب ہوتا ہے۔

اور ارشاد ربانی والذین اٰمنو اشد حبا اللہ:

کے تحت رب العالمین ہی مومن کا محبوب ہے۔اور شیخ چونکہ محبوب تک پہنچانے والا ہے اس لیے شیخ بھی محبوب ہے، جس شیخ نے خدا کو سالک کا محبوب بنایا اور وہ خدا کا محبوب بنا جیسے فرمایا: یحبھم ویحبونہ ایسا شیخ کیوں نہ محبوب ٹھہرے، لیکن شیخ کی محبت اور اظہار محبت میں حدود شرعی کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ایسا نہ ہو کہ فرط محبت میں شیخ کو خدا سمجھنے لگے یا شیخ کو سجدہ کرنے لگے، اول شرک اور ثانی قطعی حرام۔

یہ ضروری نہیں کہ شیخ لازماً مرید سے علم میں بڑا ہو یا ورع تقویٰ میں زیادہ ہو۔ہاں! یہ

Marfat.com

ضروری ہے کہ شیخ سے جو علوم حاصل کرنا ہیں ان میں شیخ لازماً کامل اور مکمل ہو۔ دیکھ لیجیے حضرت موسیٰ علیہ السلام، خضر علیہ السلام کے مقابلے میں علم اور ورع تقویٰ میں کہیں بڑھ کر تھے۔ مگر وہ خاص علم حاصل کرنے کے لیے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے۔

شیخ کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ مرید سے ہر حال میں شریعت کی پوری پابندی کرائے، کیونکہ شریعت سے ہٹ کر طریقت کا تصور زندقہ اور الحاد ہے۔

جامع کرامات اولیاء اللہ جلد نمبر ا، صفحہ نمبر ۱۱۵ پر ارشاد ہے:

"قال الشیخ ابو العباس لم تکن الاقطاب اقطابا والاوتاد اوتادا والاولیاء اولیاء الا بتعظیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مور فتھم بہ واجلالھم لشریعتہ وقیامھم بادابہ"۔

"شیخ ابوالعباس نے فرمایا کہ قطب قطب نہیں ہوسکتا، نہ اوتاد اوتاد ہو سکتے ہیں، اور نہ کوئی ولی ولی ہوسکتا ہے، جب تک کہ اس کے دل میں حضور ﷺ کی تعظیم نہ ہو اور آپ کی شریعت اور اس کے احکام بجانہ لائے"۔

کسی شیخ سے تعلق رکھنے اور مدتیں گزر جانے کے باوجود اگر سالک کے دل میں نہ شریعت سے لگاؤ پیدا ہو، نہ اسلامی شعائر کی تعظیم کا جذبہ اور نہ شریعت کے احکام کی پابندی کا شوق پیدا ہو تو نہ ایسا شخص شیخ کامل ہے، نہ ایسا مرید سالک مخلص دونوں خود فریبی الخ۔

سالک کو احکام شریعت کی پابندی کا خوگر بنانے اور اتباع سنت ﷺ کا

Marfat.com

شوق پیدا کرنے کے بنیادی کام کے ساتھ ساتھ شیخ کو اپنی بصیرت سے سالک کے قلب کی زمین کا جائزہ لینا چاہیے۔ اس کی فطری صلاحیت کے مطابق اس کی روحانی تربیت کرنی چاہیے۔ ذکر الٰہی بالخصوص ذکر اسم ذات سے اس کی روحانی تربیت شروع کرے، جیسے ایک زمیندار زمین کی نوعیت کے مطابق اس میں تخم ریزی کرتا ہے اور اس بیج سے فصل اُگتے، نشوونما پاتے اور پھل دیتے ہیں، اسی طرح جب سالک کے قلب میں ذکر اسم ذات راسخ ہو جائے گا تو اسے اعلیٰ منازل سلوک کی طرف رہنمائی کرے گا۔ پھر شیخ، سالک کی استعداد اور صلاحیت کے مطابق کسی کو ذکر لسانی کرائے، کسی کو لطائف کسی کو فنا و بقا اور سلوک کی اعلیٰ منازل کی طرف لے جائے گا۔ اگر شیخ کامل تمام سالکین کو شروع ہی سے سب لطائف کرانا شروع کر دے تو یہ محض دعوت عام کے فرض کی ادائیگی کی ایک صورت ہے، جس میں کسی کی تخصیص نہیں۔ ہاں! لطائف کے بعد سلوک کے اونچے منازل سالک کی استعداد کے مطابق ہی کرائے جاتے ہیں۔ اور یہ صورت حضور اکرم ﷺ کی اس سنت کے عین مطابق ہے کہ:

"کلموا علی قدر عقل الناس"۔

شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے عوارف المعارف جلد نمبر ۱، صفحہ نمبر ۴۴ پر فرمایا ہے:

"ورتبة المشيختة من اعلىٰ الرتبة فى طريقة الصوفية ونيابته النبوية فى طريق الدعوة الى الله وينبغى ان يكون دعوته يدعو لكل احد علىٰ الاطلاق"۔

"مشیخت کا مرتبہ تصوف کے اعلیٰ مراتب سے ہے اور دعوت الی اللہ کے سلسلے میں نیابت نبوت کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے شیخ کا فرض ہے کہ وہ

Marfat.com

ہر ایک کو دعوت عام دے''۔

روحانی تربیت کا عمل اس طرح کیا جائے جس طرح ایک شفیق باپ اپنی اولاد کی تربیت کرتا ہے، بلکہ شیخ کی شفقت ماں باپ کی شفقت سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

جیسا کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر جلد ا، صفحہ ۲٦١ پر فرمایا:

''ان الشیخ مقدم أبائها والام لان الاباء والامهات یحفظونه من نار الدنیا وأفاتها والمشائخ یحفظونه من نار الاخرة واشتدادها''۔

''شیخ کا مرتبہ ماں باپ سے اونچا ہے، کیونکہ ماں باپ دنیا کی آگ اور اس کی آفتوں سے بچاتے ہیں اور شیخ اسے دوزخ کی آگ اور اس کی سختی سے بچاتے ہیں''۔

علامہ ابراہیم عبیدی مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''عمدۃ التحقیق فی بشائر آل الصدیق'' کے صفحہ ۳۳۰ پر فرمایا:۔

الولد علی قسمین ولد صلب وولد قلب وعندالعارفین ولد القلب مقدم علی ولد الصلب''۔

''اولاد دو قسم کی ہوتی ہے نسبی اور قلبی صوفیاء عارفین کے نزدیک قلبی اولاد نسبی سے مقدم ہے''۔

قلبی اولاد کی اس برتری کی وجہ یہ ہے کہ والد نسبی اپنی اولاد کے بدن کی پرورش مادی غذا سے کرتا ہے اور یہ دونوں فانی ہیں، اور شیخ سالک کی روحانی تربیت ذکر الٰہی کی غذا سے کرتا ہے اور یہ دونوں غیر فانی اور ہمیشہ رہنے والی ہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ باقی رہنے

Marfat.com

والی چیز فنا ہونے والی چیز سے مقدم ہے۔

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ کامل کے اسی پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے بیٹے کو وصیت فرمائی۔

بکار نیک گردد یاور تو
بکوئے نیک نامی رہبر تو
چنیں یارے کہ یابی خاک اوشو
اسیر حلقۂ فتراک اوشو
مکن باصوفیان خام یاری
کہ باشد کار خاماں خام کاری

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ شیخ ایک تو روحانی باپ ہے، دوسرا استاد اور سب سے بڑھ کر یہ کہ شیخ سے سالک کو وہ چیز حاصل ہوتی ہے جو انبیاء علیہم السلام کی میراث ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

اخذ فیض کے لیے آداب

ا۔شیخ کامل سے اخذ فیض اور کامل تربیت حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے یہ امر ضروری ہے کہ طالب کے دل میں شیخ سے پوری عقیدت ہو اور وہ پوری استقامت سے اس پر جما رہے۔تصوف کی اصطلاح میں اسے توحید مطلب کہتے ہیں۔

جامع کرامات اولیاء اللہ جلد نمبر ا، صفحہ ۲۴۸ پر ارشاد ہے:

''ینبغی للمرید ان یکون راسخ القدم لا یزبحه کل شئی عما هو فیه ولا یتبدل اعقاده فی شیخه بوجه من الوجوه اصلاحتی لوجاء خضر علیه السلام لایلتفت الیه''۔

''مرید کے لیے ضروری ہے کہ وہ راسخ القدم ہو اسے کوئی چیز اس راہ سے ہٹا نہ سکے اور اپنے شیخ کے متعلق اس کی عقیدت میں تبدیلی نہ آئے حتیٰ کہ اگر حضرت خضر علیہ السلام بھی سامنے آ جائیں تو ان کی طرف توجہ نہ کرے''۔

یہ صورت اس وقت ضروری ہے جب ایک طرف شیخ کامل ہو اور دوسری طرف طالب صادق ہو، اور اگر کسی وجہ سے ناقص آدمی سے کوئی طالب صادق تعلق قائم کر لے اور اسے کوئی روحانی فائدہ نہ پہنچے اور ظاہر ہے کہ کسی شیخ کامل کی تلاش کر لینی چاہیے۔

ورنہ یہ ثابت ہوگا کہ وہ طالب مولیٰ نہیں شخصیت پرستی کے مرض میں مبتلا ہے اور اگر یہ صورت ہو کہ نہ شیخ کامل اور نہ طالب صادق تو یہ تعلق محض ایک ''سیپ'' ہوگی، جس کا تصوف و سلوک سے کوئی تعلق نہیں۔ پہلی صورت میں طالب صادق کو یہ دیکھ لینا چاہیے کہ جس شیخ سے اس کا تعلق ہے اس کے ہزاروں مریدوں میں سے چند ایک بھی ایسے نہیں ملتے جن کو سلوک کی راہ میں ترقی حاصل ہوئی تو بس سمجھ لیجیے کہ شیخ کے ناقص ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اس لیے ایسے شخص کو ترک کرنا فرض ہے۔ شیخ کامل تو ان لوگوں کو اللہ کے فضل سے عارف باللہ بنا دیتا ہے، جن کی زندگیاں اس سے پہلے فسق و فجور میں گزری ہوں۔

۲۔ شیخ سے غلط بیانی نہ کرے، بات صاف صاف کرے:

"الصدق اجمل واحسن ولا تستعمل الکذب ایاك والکذب علی الشیخ"۔ (جلد ۱، صفحہ ۳۴۸)

''سچ بات بہت اچھی اور عمدہ چیز ہے، اور طالب کو چاہیے جھوٹ نہ بولے شیخ کے سامنے اور شیخ کے متعلق جھوٹ بولنے سے بچتے رہو"۔

۳۔ شیخ کے ساتھ خیانت کا برتاؤ نہ کرے حتی کہ شیخ کے کلام راز اور اسرار کے معاملے میں بھی امانت کا ثبوت دے جو شخص معمولی چیزوں میں خیانت کا مرتکب ہو وہ اسرار الٰہی اور مناصب باطنی کے معاملے میں کب امین بنایا جا سکتا ہے اس سلسلے میں بے احتیاطی سے مناصب بھی سلب ہو جاتے ہیں۔

۴۔ جو کچھ اپنی ذات کے لیے محبوب جانتا ہے شیخ کی ذات کے لیے بھی محبوب جانے۔

۵۔ شیخ کی بات غور سے سنے اور اس پر دل سے کاربند ہو شیخ کی مجلس میں شیخ کی بات

Marfat.com

سننے کی نیت سے جائے، اپنی بات سنانے کا شوق لے کر نہ جائے۔

حضرت بغدادیؒ نے فرمایا کہ میں نے ایک آدمی کو ابو حفص نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دیکھا جو نہایت خاموشی سے شیخ اور رفقاء کی خدمت میں مصروف ہے۔ میں نے اس کے متعلق پوچھ گچھ کی مجھے ایک رفیق نے بتایا۔

"قال هذا انسان يصحب ابا حفص ويخدمنا وقد انفق على الشيخ مائة الف درهم كانت له واستزاد مائة الف درهم اخرىٰ وانفقها عليه ولم يتكلم بكلمة واحدة"۔

"یہ آدمی حضرت ابو حفص رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہتا ہے اور ہم سب کی خدمت کرتا ہے۔ اس نے اپنے شیخ کے لیے دو لاکھ درہم خرچ کر دیئے ہیں مگر اب تک شیخ کے سامنے ایک کلمہ بھی زبان سے نہیں نکالا"۔

۶۔ شیخ سے اس بات کا مطالبہ یا تقاضا نہ کرے کہ مجھے اگلے منازل سلوک میں ترقی دی جائے، جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا:

"انى اصطفيتك على الناس برسالاتى وبكلامى فخذما اتيتك وكن من الشكرين"۔

"اے موسیٰ میں نے تجھے اپنے پیغامات کے لیے چن لیا ہے، اس لیے جو کچھ میں نے تجھے دیا اسے لے لے اور شکر گزاروں میں سے ہو جا"۔

اس لیے طالب صادق کو چاہیے کہ جو منازل سلوک طے ہوتے ہیں ان کی حفاظت کرے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے۔ اللہ اپنے وعدے کے مطابق اور عطا کرے گا۔

۷۔ شیخ کی مجلس میں بیٹھا ہو تو شیخ کے چہرے کی طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نہ دیکھے،

Marfat.com

بلکہ اپنے قلب کی طرف متوجہ ہو کر ذکر قلبی میں مشغول رہے یا اپنے منازل کی نگہداشت کرے۔

۸۔ شیخ سے کوئی بات پوچھے تو سیکھنے کی غرض سے اور طالب علمانہ انداز سے پوچھے، اعتراض کے طور پر کوئی سوال نہ کرے، کیونکہ شیخ پر اعتراض مانع فیض ہے۔

جیسا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے عوارف المعارف میں فرمایا۔

"من لم یعظم حرمت الشیخ فی الجواب حرم برکته

ومن قال فی جواب الشیخ "لا" انه لایفلح ابدا"۔

"جس شخص نے شیخ کے جواب کا احترام ملحوظ نہ رکھا، وہ شیخ کے فیض سے محروم ہو گیا۔ اور جس نے شیخ کی بات کے جواب میں "نہیں" کہہ دیا وہ کبھی کامیاب نہیں ہوگا"۔

اگر شیخ کی رائے سے بہتر کوئی صورت سالک کی معلومات میں موجود ہو تو یوں کہے کہ اس مسئلے کی ایک اور صورت بھی ممکن ہے وہ بہتر ہے۔

۹۔ چلتے وقت شیخ کے آگے نہ چلے کمال قال تعالیٰ لا تقدموا بین یدی الله ورسوله یعنی اپنے مربی کی عزت اور اس کا احترام کرنا اللہ اور رسول ﷺ کا احترام ہے۔

۱۰۔ شیخ کی خدمت میں جب حاضر ہو خالی ہاتھ نہ جائے جیسا کہ تھادو اتحابوا میں یہ ادب سکھایا گیا ہے۔ ہاں شیخ کے لیے ضروری ہے کہ وہ مرید کے مال پر نگاہ رکھ کے نہ بیٹھا ہو، اس کو اشراف نفس یا اشراف الی مال المرید کہتے ہیں یہ جائز نہیں۔

۱۱۔ شیخ کی عدم موجودگی میں شیخ کے مقرر کردہ خلیفہ کا احترام اسی طرح کرے جس طرح شیخ کا احترام کرتا ہے، اس میں کوتاہی نہ کرے۔ بالخصوص اصحاب مناصب کی عزت

Marfat.com

اوراحترام نہایت ضروری ہے،اور یہ ادب اوراحترام حدودشرعی کے اندر ہو۔

۱۲۔جس شخص سے فیض لینا مقصود ہواس کے پاس مدعی بن کر نہ جائے اپنے کمالات کا اظہار نہ کرتا رہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے واقعہ میں کیا عمدہ تعلیم دی گئی ہے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کے الفاظ قابل غور ہیں۔

"ھل اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا"۔

''کیا میں آپ کی پیروی اس غرض سے کروں کہ آپ مجھے وہ کچھ سکھائیں جو بھلائی آپ کوسکھائی گئی ہے''۔

اتباع اوراطاعت نہ کرنے سے انسان مرتبہ انسانیت سے گر جاتا ہے۔

فیض الباری۳:۲۷۷

"فالکلب بعد طاعة مالك صارفی حکم المالك ای فی حکم الانسان والمالك بمعصیة مولا صارا سوء من الکلب"۔

''کتا اپنے مالک کی اطاعت کی وجہ سے انسان کے حکم میں آ گیا اور انسان اپنے رب کی نافرمانی کر کے کتے سے بھی برابن گیا''۔

دیکھئے شکاری کتا سدھانے سے مالک کا پوری طرح مطیع ہو جاتا ہے اس لیے جب اسے شکار پر چھوڑا جاتا ہے تو اس کا مارا ہوا شکار حلال ہوتا ہے،گویا کتا ذبح انسان کے حکم میں آ گیا۔اور بلعم باعور جیسا انسان اپنے رب کی نافرمانی کر کے جانوروں سے بدتر ہوگیا۔

۱۳۔ شیخ کی وفات کے بعد بھی شیخ کا ادب اسی طرح کرنا چاہیے جیسے شیخ کی زندگی میں کیا جاتا ہے اور شیخ کے رشتہ داروں کا بھی ادب احترام کرنا چاہیے۔

۱۴۔ شیخ کے سامنے شیخ کے آنے پر کھڑا ہو جانا اظہار ادب کی ایک صورت مروج ہے لیکن اس میں اختلاف بھی ہے، اس سلسلے میں احتیاط کی ضرورت ہے جیسا کہ فیض الباری جلد۴ صفحہ ۲۵ میں ذکر کیا گیا ہے۔

"وعلم ان القيام للتوقير رخصة او مستحب اذا كان هذا المعظم بقصده نحوه ويجي اليه واما اذا كان يذهب لحاجته له فلا"۔

☆☆☆

Marfat.com

(۲۲)

الکرامات

کراماتِ اولیاءؒ تواتر سے ثابت ہیں

فرق فاعلی۔فرق مادی۔فرق صوری۔

علت غائی۔

کہانت اور جادو۔

معجزہ اور کرامت میں فرق۔

Marfat.com

الکرامات

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام افضل ترین اور برگزیدہ ہستیاں ہوتی ہیں، وہ خدا کے بندوں کی ہدایت کے لیے وقتاً فوقتاً مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے مبعوث ہونے پر یہ دین مکمل ہوگیا اور سلسلہ نبوت ختم ہوا۔ ہر نبی کو اس میں بے حد مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ حتیٰ کہ پورا معاشرہ اور وقت کی حکومت اور اس کی ہر طاقت انبیاء کے مقابلے میں آوازِ حق کو دبانے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ ادھر انبیاء ہمیشہ بے سروسامانی کے ساتھ میدانِ عمل میں آتے رہے۔ ان کے پاس کوئی مادی طاقت نہیں ہوتی تھی، فوج نہ اسلحہ نہ خزانہ۔ ظاہر ہے کہ طاقت کے مقابلے میں اپنی صداقت اور برتری کا ثبوت مادی طاقت کی برتری کے بغیر کیا ہوسکتا ہے، مگر انبیاء کرام نے اپنی صداقت کی سند کے طور پر ہمیشہ ایسے امور پیش کیے جو خرقِ عادت سے تعلق رکھتے ہیں انہی کو اصطلاح میں معجزہ کہتے ہیں۔ انبیاء کرام کے معجزات سے تاریخ انسانی بھری پڑی ہے۔ انبیاء کرام کی میراث، ان کی تعلیمات اور ان کے معجزات ہوتے ہیں۔ اور اس دنیا سے ان کے رخصت ہو جانے پر ان کی میراث ان کی روحانی اولاد کو منتقل ہوتی ہے، بشرطیکہ وہ روحانی اولاد ان کی کامل متبع ہو، کیونکہ نافرمان اولاد کو تو عاق کر دیا جاتا ہے اور وہ مادی ورثہ سے بھی محروم ہو جاتی ہے۔ اس لیے نبی کے کامل متبع کو ولی اللہ کہتے ہیں اور اولیاء کرام ہی کو

Marfat.com

انبیاء علیہم السلام کی روحانی میراث ملتی ہے۔ چنانچہ نبی کا ''معجزہ'' جب ولی کو بطور وراثت پہنچتا ہے، تو اس کا اصطلاحی نام ''کرامت'' ہوتا ہے، جس طرح نبی کا معجزہ اس کی نبوت کی سند ہوتا ہے اسی طرح ولی کی کرامت اس کی ولایت کی سند ہوتی ہے اور ولی کی کرامت درحقیقت اس نبی کا معجزہ ہوتا ہے جس کا ولی متبع ہوتا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اربعین صفحہ ۳۷۶ پر فرمایا:

"انما قلنا ان التقی افضل بقوله تعالیٰ ان اکرمکم عندالله اتقکم فاثبات الکرامة مقرونا بذکر التقویٰ یدل علی ان الکرامة معللة بالتقویٰ فحیث کان التقویٰ اکثرو جب ان تکون الکرامة والفضیلة اکثر"۔

''ہم کہتے ہیں کہ تقویٰ افضل ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ تم میں سب سے افضل وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ ولی کی کرامت کا مقرون بالتقویٰ ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ بغیر متقی صالح کے کرامات کا صدور محال ہے جہاں تقویٰ زیادہ ہوگا وہاں کرامت وفضیلت بھی زیادہ ہوگی''۔

اسی طرح الیواقیت والجواہر ۲: ۱۰۳ پر علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"لایکون حظ الکرامة لولی الاتبعالمن هو وارثه من الانبیاء ولذالك كان خواص هذه الامة"۔

''کرامت صرف اس ولی سے صادر ہوتی ہے جو اپنے نبی کا کامل متبع ہو، اسی وجہ سے وہ ولی اس امت کے خواص میں سے ہوتا ہے''۔

معلوم ہوا کہ کرامت کا صدور متقی، صالح اور کامل متبع سنت کے بغیر کسی سے نہیں ہوسکتا، کیونکہ وہی نبی کی صحیح روحانی اولاد ہے۔

Marfat.com

اور الیواقیت والجواہر ا: ۱۶۵ پر ہے کہ:

"اعطی اللہ الکرامۃ للاولیاء التی ھی فرع المعجزات

ما کان معجزۃ لنبی جاز ان یکون کرامۃ لولی"۔

"اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے کرامتیں عطا فرمائی ہیں، کرامت فرع ہے

معجزہ کی، جو نبی کا معجزہ ہے وہی ولی کی کرامت ہے"۔

کرامت گو ولی کی ذات سے صادر ہوتی ہے، مگر حقیقت میں وہ اس نبی کا معجزہ ہوتا ہے جس کا وہ ولی کامل متبع ہوتا ہے۔

کرامات اولیاء تواتر سے ثابت ہیں:

اولیائے کرام کا وجود کسی ایک دور یا خطہ کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ ہر دور میں اور ہر ملک میں اولیائے کرام پائے جاتے رہے، اس لیے ان کی کرامات کا وجود بھی ہر دور میں ملتا ہے۔ اسی لیے وہ حد تواتر تک پہنچ چکی ہیں۔

فیض الباری ۴: ۱۹۸

"قد تواترت الاخبار فیھا ای فی الکرامۃ بحیث لایجوز

منھا الانکار ولکن من یحرم عن الخیر یجعل رزقہ انہ

یکذب بالکرامات والبرکات ویزعمہ مستحیلا"۔

"متواتر اخبار کرامات کے صدور میں اس قدر وارد ہو چکی ہیں کہ ان کا انکار

جائز ہی نہیں، ہاں جس کو اللہ تعالیٰ نے اچھائی سے محروم کر دیا ہو اس کا حصہ

ہی تکذیب کرامات و برکات اولیاء ہے اور وہ اسے محال خیال کرتا ہے"۔

امام ذہبی جو جماعت صوفیا کے سخت مخالف ہیں، کرامات اور ان کے انکار کے سلسلے میں

Marfat.com

فرماتے ہیں:

"اعلم ان اللہ تعالٰی عزوجل قد اخبرنا وھو اصدق الصاقین والقائلین بان عرش بلقیس عرش عظیم فقال ولھا عرش عظیم وما تحیط الان علما بتفصیلھا ای تفصیل عرشھا ولا بمقدارہ ولا بماھیتہ وقداتی بہ بعض رعیۃ سلیمان علیہ السلام الی بین یدیہ قبل ارتداد طرفہ کما قال تعالٰی انا اٰتیك بہ قبل ان یرتد الیك طرفك فسبحان اللہ العظیم فما ینکر کرامات الاولیاء الاجاھل فھل فوق ھذہ کرامۃ الی ان قال ولا مجال للعقل فی ذلك بل اٰمنا وصدقنا"۔ (باب العلو و العرش صفحہ ۵۶)

''خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی اور اس سے زیادہ سچی خبر دینے والا اور کوئی نہیں کہ بلقیس کا تخت بڑا عظیم تھا۔ اتنا بڑا کہ ہم اس کی تفصیل نہ سمجھ سکتے ہیں، نہ بیان کر سکتے ہیں، نہ اس کی مقدار و ماہیت سمجھ سکتے ہیں اور یہی عظیم تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کی رعیت کا ایک آدمی اٹھا لایا تھا، اور آنکھ جھپکنے سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے اس لیے کرامات اولیاء کا انکار ایک جاہل آدمی کے بغیر کوئی نہیں کر سکتا۔ بھلا اس عظیم تخت کے آنکھ جھپکنے کی دیر میں لے آنے سے بڑھ کر بھی کوئی کرامت ہو سکتی ہے؟ یہ بات عقل کی دسترس سے باہر ہے، اس لیے ہم اس کے بغیر کچھ نہیں کہہ سکتے کہ ہم ایمان لائے اور کرامت اولیاء کی تصدیق کی''۔

Marfat.com

اس کتاب کے صفحہ نمبر ۱۹۳ پر امام ذہبی نے کرامات کے تواتر کے سلسلے میں بیان کیا ہے۔

"سمعت الحافظ ابا لحسن يقول سمعت الشيخ عزالدين بن عبدالسلام بمصر يقول مانعرف احدا كراماته متواترة كالشيخ عبدالقادر رحمة الله تعالىٰ"۔

"میں نے حافظ ابوالحسن سے سنا وہ کہتے ہیں کہ میں نے شیخ عزالدین بن عبدالسلام سے مصر میں سنا کہ فرماتے تھے مجھے متواتر کے ساتھ جتنی کرامتیں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی معلوم ہوتی ہیں کسی اور ولی اللہ کی اتنی نہیں پہنچیں"۔

امام ذہبی کے بیان سے دو باتیں واضح ہوگئیں کہ:

۱۔ کرامات اولیاء تواتر سے ثابت ہیں۔

۲۔ کرامات کا انکار صرف وہی کرسکتا ہے جو جاہل مطلق ہو۔

ابن الحجر رحمۃ اللہ علیہ نے "فتاویٰ الحدیثیہ" صفحہ نمبر ۴۱۷ پر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا:

"ان الله من عليه من المعارف والخوارق الظاهرية والباطنية ومانباء عنه ماظهر عليه وتواتر من احواله"۔

"اللہ تعالیٰ نے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر جو احسان فرمایا اس کا اظہار ان کے معارف اور ان کی کرامات سے ہوتا ہے، اور ان سے جو امور ظاہر ہوئے جو ہم تک پہنچے یہ سب اللہ کا ان پر احسان ہے، اور ان کے یہ حالات تواتر کے ساتھ منقول ہوئے ہیں"۔

اور امام یافعی نے شیخ کی کرامات کے متعلق "کفایۃ المعتقد" صفحہ نمبر ۲۹۵ پر فرمایا:

Marfat.com

"وقد ذکر بعض اهل العلم ان کراماته قرب من التواتر قلت قرب حصول العلم بوجودها من العلم لاقطعی الحاصل بکثرة الرواة البالغین حد التواتر المعروف بکثرة المخبرین عنها"۔

"بعض علماء نے ذکر کیا کہ شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات تواتر کے قریب ہیں، میں کہتا ہوں کہ ان کی کرامات کے وجود کا علم قطعی طور پر حاصل ہو چکا ہے، اور اس کی وجہ ان کرامات کی خبر دینے والے راویوں کی کثرت ہے یہ کثرت حد تواتر تک پہنچتی ہے"۔

امام ذہبی۔ حافظ ابن حجر اور امام یافعی اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات حد تواتر تک پہنچتی ہیں اور ظاہر ہے کہ جس کو علم سے ذرا سا مس بھی ہو، وہ متواترات کا انکار نہیں کرسکتا۔

علامہ شعرانی نے اسنی المطالب فی احادیث مختلفۃ المراتب صفحہ نمبر ۲۶۱ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ، کا ایک قول نقل کیا ہے جو قول فیصل ہے فرمایا:

"لایابی الکرامة الاحمار رواه دیلمی وقال من قول علی رضی الله عنه"۔

"کرامت ولی کا انکار صرف ایک گدھا ہی کرسکتا ہے"۔

کرامت کے انکار میں معتزلہ سب سے پیش پیش ہیں ان کے علاوہ تاریخ میں دو نام اور ملتے ہیں، ابن حزم اور ابو اسحاق اسفرائنی۔ ان کے انکار کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اگر ولی سے کرامت صادر ہو تو نبی کے معجزہ اور ولی کی کرامت میں فرق کیا رہ جائے گا؟ اس حقیقت کا اظہار ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں صفحہ نمبر ۴۵۱ پر فرمایا ہے: علامہ انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فیض الباری میں ۲:۲۱ پر لکھا ہے کہ ابن

Marfat.com

حزم کرامات کا منکر نہیں تھا اور کتاب النبوات میں ابن تیمیہ نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا ہے۔

"ثم قال ان حزم انی قائل باستجابه الدعاء مع انکاره الکرامة قلت اذا اشتعمل الدعاء علی امر خارق للعادة فهو الکرامة فلم یبق النزاع الا فی التسمیة فما الفائدة فی انکار الکرامة"۔ (فیض الباری ۲:۶۱)

"ابن حزم نے انکار کرامت کے باوجود یہ کہا کہ میں دعا کی قبولیت کا قائل ہوں، میں کہتا ہوں کہ جب قبولیت دعا خرق عادت کے طور پر ثابت ہوگئی یہی کرامت ہے پھر تنازعہ محض لفظی رہ گیا، پھر ایسے انکار کا کیا فائدہ؟"۔

یعنی حقیقت کرامت کا اقرار ہے اور لفظ کرامت کا انکار۔ حالانکہ کرامت کے لیے یہ شرط تو نہیں دعا کے بغیر ہی ظاہر ہو، بلکہ دعا بھی اکثر بطور کرامت ہوتی ہے۔ صاحب کرامت ولی خدا سے ایک چیز کی درخواست کرتا ہے، پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے اس چیز کا ظہور ہوتا ہے، جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر نے پہلے خدا سے دعا کی پھر وہ عرش حاضر ہوگیا۔

علامہ ابو اسحاق اسفرائینی کے رد میں ابن خلدون کہتا ہے:

یہ عقلی احتمال ہے کہ کرامت اور معجزہ میں فرق کیا رہ جائے گا؟ عقلی بحثیں حقائق کو جھٹلا نہیں سکتیں، مشاہدات اور واقعات کے سامنے عقلی احتمالات کیا حقیقت رکھتے ہیں ہزارہا اولیاء اور صوفیاء سے کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ سلف صالحین اور صحابہ کرامؓ سے کرامتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ ان تمام مشاہدات کو کون غلط ثابت کر سکتا ہے۔ اگر

Marfat.com

کوئی شخص ایسی غلطی کرتا ہے تو اس کی وجہ ہٹ دھرمی ضد اور عناد ہے عقلی احتمالات نہیں۔

اس موقع پر معجزہ، کرامت، سحر اور کہانت میں فرق واضح کر دینا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ فرق فاعلی:

نبی پاکیزہ نفس، پاکیزہ صفات، پاکیزہ اخلاق ہوتا ہے، اس کے اعمال صالحہ ہوتے ہیں۔ مخلوق کا خیر خواہ، داعی الی اللہ، حق کی طرف رہنمائی کرنے والا صادق القول، پاکیزہ تعلیم دینے والا۔ طالب آخرت۔ تارک الدنیا۔ ذکی الطبع اور عادل ہوتا ہے۔ کاہن و ساحر خبیث النفس اور خبیث الصفات ہوتا ہے، اپنے فن سے مخلوق کو نقصان پہنچانے والا بداخلاق، بداعمال، جھوٹا، دنیا پرست ہوتا ہے، وہ حب جاہ، حب مال کا مریض ہوتا ہے، کما قال اللہ تعالٰی:

"هل انبئكم علٰى من تنزل الشيٰطين تنزل علٰى كل افاك اثيم يلقون السمع واكثرهم كاذبون"۔

"کیا میں بتاؤں کہ شیطان کس پر نازل ہوتے ہیں؟ ہر جھوٹے اور گنہگار پر نازل ہوتے ہیں وہ ان کی باتوں پر کان لگاتے ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں"۔

ظاہر ہے کہ جن کی خبروں کا ماخذ شیاطین ہوں جھوٹ کے بغیر اول بول ہی کیا سکتے ہیں۔ اور شیاطین سے اخذ فیض کرنے والا، بدکار کے بغیر کون ہوسکتا ہے؟

۲۔ فرق مادی:

کاہن کے فن کا مدار القائے شیطانی اور امداد ارواح خبیثہ پر ہوتا ہے جیسا

Marfat.com

کہ مندرجہ بالا آیت سے ظاہر ہے۔

نبی کا معجزہ بلاسبب اور بلاکسب ہوتا ہے جیسا کہ ید بیضا اور عصائے موسیٰ علیہ السلام ان کا سبب رب العلمین کی قدرت اور نبی کی طہارت و پاکیزگی تھی۔

۳۔ فرق صوری:

صورت ہمیشہ اپنے مادہ کے تحت ہوتی ہے۔ مادہ خبیث ہے تو صورت بھی خبیث، کہانت کا مادہ امداد والقائے شیطانی ہے، اس لیے صورت بھی خبیث ہوتی ہے۔

نبی کے معجزہ کا مادہ، رب العالمین کی قدرت ہے تو صورت بھی پاکیزہ ہوتی ہے۔

۴۔ علت غائی:

علت غائی ہمیشہ ظاہر امر کے تابع ہوتی ہے جیسے فرعون اور آل فرعون کو غرق کر کے مصر کو کفر وشرک اور ظلم وتعدی سے پاک کرنا مقصود تھا، اور بنی اسرائیل کو اس ظلم سے نجات دلا کر برتری اور فضیلت کے انعام سے نوازنا تھا۔ یہ اس معجزہ کی علت غائی تھی۔

۵۔ کہانت اور جادو:

کہانت اور جادو موقوف ہے کسب اکتساب تعلیم وتعلّم اور ذاتی کوشش پر اور نبوت اور معجزہ میں ان میں سے کوئی بات بھی نہیں پائی جاتی۔

۶۔ کہانت اور جادو کا تعلق خرق عادت امور سے نہیں۔ ہاں امور عجیبہ وغریبہ سے ہے۔ جس شخص نے یہ علم یا فن نہ سیکھا ہو اس کے لیے تو یہ امور عجیب بھی ہوں گے اور خرق عادت بھی، مگر جس دوسرے شخص یا جن اشخاص نے کہانت یا جادو کا فن سیکھ لیا، اس کے لیے نہ یہ امور عجیبہ ہوں گے، نہ خرق عادت ہوں گے۔

نبی کے معجزہ کے مقابلے میں کوئی انسان یا جن اس پر قادر نہ ہوگا کہ ایسی بات کر سکے۔

کیونکہ معجزہ کا تعلق کسب واکتساب سے نہیں۔ بلکہ یہ تو وہبی ہوتا ہے۔

۷۔ جادو کے اثر کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ جس پر جادو کیا گیا ہے اگر جادوگر اس سے توجہ ہٹالے تو جادو کا اثر زائل ہو جاتا ہے، معجزہ میں یہ بات نہیں۔

۸۔ جادوگر جب کسی کامل ہستی کے مقابلے میں آئے، تو اس وقت صرف جادو کا اثر ہی زائل نہیں ہوتا، بلکہ جادو کے تمام آلات بھی نیست ونابود ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ ساحرین فرعون کے ساتھ ہوا۔ ساحرین کے لیڈر نے اپنے ایمان لانے کی وجہ بتاتے ہوئے یہ کہا تھا کہ ہم ہمیشہ جادوگروں سے مقابلہ کرتے آئے ہیں زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا ہے کہ جادو کا اثر زائل ہو جاتا ہے، یہ منظر کہیں نہیں دیکھا کہ ہماری تمام رسیاں سوٹیاں اور سارے آلات کو لاٹھی والا سانپ نگل گیا۔ اس کے باوجود پھر وہی لاٹھی کی لاٹھی ہی رہی۔

۹۔ جادوگر کی غفلت سے جادو کا اثر زائل ہو جاتا ہے نبی کے معجزہ کی یہ کیفیت نہیں ہوتی۔ فیض الباری ۴: ۳۹ پر ایک واقعہ منقول ہے کہ ایک لڑکے نے اپنے والد سے سوال کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نبی ہونے کی کیا دلیل ہے والد نے کہا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سو رہے ہوں تو ان کا عصا لے لینا، اگر وہ سانپ بن گیا تو معجزہ ہے ورنہ جادو۔

”فذهب وجعل يجر عصاء فانقلب ثعبانا و كاد الغلام ان يهلك“۔

”لڑکا گیا، عصائے موسیٰ لے لیا، وہ سانپ بن گیا۔ قریب تھا کہ لڑکا ہلاک ہو جائے۔

معجزہ، جادو اور کہانت میں جو فرق ہے، ہم نے اجمالی طور پر بیان کر دیا ہے“۔

Marfat.com

۱۰۔ معجزہ اور کرامت میں فرق:

ولی کی کرامت دراصل اس نبی کا معجزہ ہوتا ہے، جس کا وہ متبع ہوتا ہے جیسا کہ ''الیواقیت والجواہر'' کے حوالہ سے بیان کیا جا چکا ہے۔ اور جب کرامت کے صدور کے لیے نبی کی کامل اتباع شرط ہے تو کرامت ولی، معجزہ نبی کی فرع ٹھہری، اس لیے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ ہر عجیب بات جو کسی سے ظاہر ہو، کرامت نہیں ہوا کرتی، بلکہ کرامت کا اطلاق صرف اس خرق عادت امر پر ہوتا ہے جو کسی کامل متبع شریعت سے ظاہر ہو۔ معجزہ کا اظہار نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ اسی طرح کرامت کا صادر ہونا ولی کے اختیار کی چیز نہیں دونوں من جانب اللہ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے اظہار کے لیے انبیاء اور اولیاء کی برگزیدہ ہستیوں کو منتخب کر لیتا ہے۔

کرامات کی دو قسمیں ہیں، اول معنوی، جسے اہل دانش و بینش سمجھتے اور اس سے متاثر ہوتے ہیں، اور یہی حقیقی کرامت ہے۔

"اعلم ان اعظم الكرامات واجالها التى للاولياء دوام التوفيق للطاعات والعبادات والحفظ من المعاصى والمخالفات"۔

''خوب سمجھ لو کہ اولیاء کی سب سے بڑی اور عظیم کرامت شریعت کی کامل اتباع اس پر استقامت اور خلاف شرع امور سے بچ کر رہنا ہے''۔

ان کی یہ کرامت جب ماحول پر اثر انداز ہوتی ہے تو اللہ کی مخلوق جو خدا سے دور ہو چکی ہوتی ہے، اس کی کشش سے اللہ کی یاد اور اللہ کی عبادت کی طرف کھنچی چلی آتی ہے۔ اور ان کے دل میں یقین اور ایمان کی شمعیں روشن ہونے لگتی ہیں۔ اور انہیں حقوق اللہ

Marfat.com

اور حقوق العباد کی ادائیگی کا خیال آنے لگتا ہے۔ رذائل دور ہوتے ہیں۔ اور فضائل کے حصول کا جذبہ اور شوق پیدا ہونے لگتا ہے۔ اولیاء اللہ کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایک ہستی نے بالکل نامساعد حالات میں دعوت الی اللہ کا کام کر کے ہزاروں بگڑے ہوئے لوگوں کو اللہ کا بندہ بنا دیا۔ عوام تک ہی محدود نہیں، ان بے نوا فقیروں نے بیسیوں شاہان وقت کو راہ ہدایت پر لگا دیا۔

دوسری قسم کی کرامت حسی ہے۔ یہ عوام کے ذہنوں کو متاثر کرتی ہے چونکہ ان کی ذہنی سطح پست ہوتی ہے، اس لیے معنوی کرامت کو وہ لوگ سمجھ ہی نہیں پاتے، اور ان کی نگاہیں حسیات اور مادیات میں ہی اٹک کر رہ جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور واقعہ ہے کہ ایک شخص ان کی خدمت میں دس برس رہا آخر مایوسی کی کیفیت کے ساتھ واپس ہونے لگا، آپ نے وجہ پوچھی، کہنے لگا بڑی شہرت سنی تھی کہ جنید بڑا ولی اللہ ہے مگر دس برس میں ایک کرامت بھی نہیں دیکھی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس عرصے میں جنید کا کوئی کام ایسا بھی دیکھا کہ جو سنت نبوی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خلاف ہو؟ کہنے لگا ایسا تو نہیں۔ فرمایا، یہی سب سے بڑی اور حقیقی کرامت ہے۔

کرامت کے سلسلے میں ایک سوال بعض نابالغ ذہنوں میں ابھرتا ہے اور زبان پر آتا ہے کہ جب ولی کی کرامت اپنے اختیار میں نہیں ہوتی تو کشف قبور بھی اپنے بس کی بات نہیں، کیونکہ کشف بھی تو کرامت ہی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں شک نہیں تمام مخلوقات کا مالک اور مختار کل اللہ تعالیٰ کی ذات ہے انسان کو دیکھئے اسے پیدا کرنا، وجود بخشنا اللہ کے اختیار میں ہے، دیکھنے کے

Marfat.com

لیے آنکھیں ایک آلہ ہے، آنکھیں دینا اور ان میں بینائی پیدا کرنا صرف اسی کے اختیار میں ہے، پھر دیکھنے کی قدرت دینا بھی اسی کے اختیار میں ہے آنکھ کو دیکھنے کے لیے استعمال کرنا انسان کا کام ہے جب آنکھیں کھلی ہیں ان میں بینائی بھی ہے تو ظاہر ہے کہ جب کوئی چیز سامنے آئے گی تو نظر بھی آئے گی۔ ہاں، اس چیز اور آنکھ کے درمیان کوئی پردہ حائل ہو جائے تو اور بات ہے۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آنکھ کھلی بھی ہو اس میں بینائی بھی ہو اور دیکھے نہیں اسی طرح جب دل کی آنکھ بینا ہو جاتی ہے اور حجاب اٹھ جاتا ہے تو لطیف چیزیں ملائکہ، جن، عذاب وثواب قبر جنت دوزخ اجمالی طور پر نظر آنے لگتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو اصول بصارت کے لیے مقرر فرمایا ہے وہی اصول بصیرت کے دائرے میں بھی کارفرما ہے جس طرح سر کی آنکھ جو بصارت دیکھنے کے لیے آزاد ہے، جب تک عارضی طور پر کسی حکمت کے تحت کسی چیز کے دیکھنے سے روک نہ دیا جائے اسی طرح دل کی آنکھ جس میں بصیرت ہے، وہ لطیف اشیاء کو دیکھنے کے لیے آزاد ہے جب تک عارضی طور پر کسی حکمت کے تحت اللہ تعالیٰ کوئی پردہ حائل نہ کر دے۔ کسی کامل شیخ کی رہنمائی میں اللہ کے ذکر کی کثرت سے جب دل کی آنکھ وا ہو جاتی ہے تو کشف یا الہام وجدان جیسی نعمتیں مل جایا کرتی ہیں۔

کشف یا الہام تک حواس عقل کی رسائی نہیں ہو سکتی، اس لیے ان کا انکار بھی کر دیا جاتا ہے، ابن خلدون نے اس سلسلے میں پتے کی بات کی ہے فرماتے ہیں:

"کشف وعلم مغیبات کا مسئلہ آیات متشابہات کے مانند ہے کہ مطلب نہیں کھلتا اور صوفیاء کے ذوق ووجدان پر اس کی بناء ہے، جس کو ان صوفیاء جیسا ذوق نہیں وہ ان کے کلمات کو کیا حل کر سکتا ہے، واضع لغت نے ان کشفیات اور وجدانیات صوفیا

Marfat.com

کے لیے کوئی الفاظ وضع نہیں کیے کہ ان سے ان کے کلام کی عقدہ کشائی کی جائے۔ چونکہ اہل لغت وغیرہ ان معانی کے لیے الفاظ وضع کرتے ہیں جو حواس ظاہری سے معلوم ہوسکتی ہیں۔ صوفیاء کے امور باطنی کے لیے الفاظ وضع ہی نہیں کیے گئے۔ اب جو شخص ان کے رنگ میں رنگین ہوکر ان کے کلام کو شریعت کی روشنی میں حل کرے تو اس شخص کی خوش بختی ہے اور سب سے اعلیٰ بات یہ ہے کہ صوفیاء کے اس کلام کی گھتی سلجھانے کی کوشش ہی نہ کی جائے۔ جو علمائے ظواہر کے فہم سے بالاتر ہے"۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ٹھیک فرمایا کہ جس نعمت سے انسان محروم ہوتا ہے، اس کا انکار ہی کر دیتا ہے اب ہم چند اولیاء اللہ کی کرامت کا ذکر کرتے ہیں، صحابہ کرامؓ کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ صحابیت وہ شرف ہے کہ اس کے مقابلے میں ولایت کی کوئی حیثیت ہی نہیں۔

۱۔ المرشدی:

اصل نام محمد بن عبداللہ بن ابی المجد ابراہیم ہے، المرشدی کے نام سے مشہور تھے، علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد یمن کے علاقہ میں مرشدی نام کی ایک بستی میں مقیم ہوگئے۔ یہ بستی ریگستانی علاقے میں ایسے موقع پر آباد تھی جو حاجیوں اور قافلوں کی گزرگاہ تھی۔

علامہ ابن حجر محدث کبیر حافظ العصر نے "درر کامنہ" ۴: ۴۶۴ میں لکھا ہے کہ:

قرية صغيرة في طريق الرمل

ریگستانی راستہ پر چھوٹی سی بستی ہے

Marfat.com

انہی کی زبانی ان کے گھر کی حالت بھی سن لیجیے۔ درر کامنہ ۴: ۴۶۴

"لیس له خادم ولا عرف له طباخة ولا قدر ولا مغرقة ولا موقد نار"۔

"ان کا نہ کوئی خادم تھا، نہ کھانا پکانے والی کوئی عورت تھی، نہ ہانڈی تھی، نہ چمچہ، نہ کوئی آگ جلانے والا تھا، اس سے زیادہ بے سروسامانی اور کیا ہو سکتی ہے؟"

اب "ومن یتق الله یجعل له مخرجا ویرزقه من حیث لایحتسب" کے چند مناظر ملاحظہ ہوں۔

ا۔ درر کامنہ ۴۶۴

"کانت له احوال وهمة فی خدمة الناس وضیافتهم بحیث یطعم کلا من صغیر و کبیر و قلیل و کثیر"۔

"لوگوں کی خدمت اوران کی مہمان نوازی ان کا خاص وصف تھا۔ ان کا طریقہ تھا کہ جو وہاں سے گزرتا، چھوٹا ہو یا بڑا، کم آدمی ہوں یا زیادہ سب کو کھانا کھلاتے تھے"۔

۲۔ امام یافعیؒ نے اپنے چشم دید حالات بیان کیے ہیں کہ ایک چھوٹا سا حجرہ تھا، جب کوئی مسافر آتا آپ اکیلے اس کمرے میں جاتے اور چند منٹوں کے بعد اس کے مزاج اور خواہش کے مطابق کھانا لا کر حاضر کر دیتے۔ (مرآۃ الجنان ۴: ۲۹۶)

"یاتیه الامراء والوزارء وغیرهم من اهل الدنیا لوا جتمع عنده اکثر عسکر فی الوادی لعجل الیهم فی الحال ما

احب من القری[1]"۔

''ان کے پاس دنیادار اور امراء وزراء تک آتے، اگر ان کے پاس مخلوق کے لشکر ہی آ جاتے تو فوراً ان کا من بھاتا کھانا حاضر کر دیتے تھے''۔

۳۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''درر کامنہ'' ۱:۴۸۶ پر بیان کیا ہے کہ مصر میں بکتمر السباقی کے نام سے ایک بہت بڑا امیر تھا، جس کے پاس ایک لاکھ غلام تھے، اس کے گھوڑوں کا اصطبل ۹۵ لاکھ اشرفیوں سے تیار ہوا تھا اور گھوڑوں کی خدمت کے لیے ایک سو سائیں مقرر تھے۔ یہ امیر اپنے خادموں اور غلاموں کے ہمراہ شیخ المرشدی کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور شیخ ان سب کو کھانا کھلاتے تھے، اور کھانا بھی معمولی نہیں ہوتا تھا، بلکہ حافظ نے لکھا ہے:

''کان یخرج للحاضرین الاطعمۃ الفاخرۃ لایوجد الی فی القاهرہ و دمشق''۔ (۴:۴۲۳)

''حاضرین کے لیے اس اعلیٰ قسم کا کھانا پیش کرتے تھے جو قاہرہ یا دمشق جیسے بڑے شہروں کے بغیر کہیں نہیں مل سکتا تھا''۔

اس پر طرہ یہ کہ:

یقدم لکل احد مایقع فی خاطرہ

ہر شخص کو اس کی ذاتی پسند کے مطابق کھانا ملتا ہے۔

اس سلسلے میں امام یافعی نے ''مرآۃ الجنان'' ۲۹۳ پر اپنا واقعہ بیان کیا ہے۔

''کان فی نفسی شهوۃ طعام مخصوص ما کنت ذقتہ فی جمیع عمری احضرۃ فی ذلک السماط''۔

Marfat.com

''مدت سے میرے دل میں ایک خاص قسم کے کھانے کی خواہش تھی اور عمر بھر
وہ مجھے میسر نہ آیا تھا۔ المرشدی نے وہ کھانا اپنے دستر خوان پر مجھے پیش کیا''۔

۴۔ایک دفعہ المرشدی حج کے لیے تشریف لے گئے شیخ نے اعلان کیا کہ پورے قافلے کے آنے جانے کا خرچ میرے ذمے ہوگا، اس کا نقشہ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ''مرأۃ الجنان'' میں یوں پیش کیا۔

"ینفق کل لیلة علیهم تارة الفا وتارة اکثر وانفق فی ثلاث لیالی ماقیمة الف دینار وفی خمس لیالی اخرلی ماقیمة نحو خمسة وعشرین الفا"۔

''ایک رات کبھی ایک ہزار اور کبھی اس سے زائد خرچ اٹھتا تھا، تین رات کا خرچ ایک ہزار اشرفی اور بعد کی پانچ راتوں میں پچیس ہزار اشرفیاں خرچ کیں''۔

اس سلسلے میں دو باتیں قابل غور ہیں، اول یہ کہ کھانا پکانے کا انتظام اعلیٰ پیمانے پر ہوتا اس کے متعلق بیان ہو چکا ہے کہ نہ کوئی خادم، نہ بیوی، نہ ہانڈی، نہ چمچہ، بلکہ آگ تک نہیں جلائی جاتی تھی۔ دوسری یہ کہ کوئی بڑا خزانہ پاس ہو، جس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تو ممکن ہے کہ لوگ نذرانہ پیش کرتے ہوں۔ ان دونوں باتوں کے متعلق دو بیان ملاحظہ ہوں۔

۱۔ لم تکن یقبل لاحد شیئاً

۲۔ وکان یخدم الوارین بنفسه ولایدخلها احد غیره وغاب هنیئة واحضر لکل واحد منهم مااقترح

Marfat.com

کسی سے کوئی چیز قبول نہ کرتے تھے۔ مسافروں کی خدمت خود ہی کرتے تھے، اس کمرے میں ان کے سوا کوئی داخل نہ ہوتا تھا۔ تھوڑی دیر کے لیے اندر جاتے اور آدمی کی خواہش کے مطابق کھانا حاضر کر دیتے تھے۔

ان دو مادی اسباب کے بغیر کوئی تیسری صورت باقی نہیں رہ جاتی، مگر علامہ ابن تیمیہ نے ایک اور احتمال پیش کیا ہے، شیخ المرشدی علامہ موصوف کے ہم عصر تھے۔ جب شیخ کے حالات سنے تو کہنے لگے کہ جنات یہ کھانے لاتے ہوں گے۔ خدا جانے علامہ موصوف کو یہ کیوں نہ سوجھی کہ اللہ تعالیٰ قادر ہے اور اس نے اعلان کیا ہے کہ ویرزقه من حیث لایحتسب اور اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے روٹیاں آسمان سے نازل کر دی تھیں اور حضرت مریمؑ کو بے موسم کے پھل بغیر کسی ظاہری واسطہ کے پہنچاتا تھا۔ علامہ کے اس عقلی احتمال کی خود انہی کا ایک قول تردید کر رہا ہے۔ کتاب النبوۃ صفحہ نمبر ۲۶۵ پر لکھتے ہیں۔

"من یکون اخبراه عن شیاطین تخبره لایکاشف اهل الایمان والتوحید واهل القلوب المنورة بنور الله بل یهرب منهم یعترف انه لایکاشف هؤلاء وامثالهم فاهل الایمان والاخلاص لاسلطان له علیهم ولهذا یهربون"۔

"جن لوگوں کو شیاطین الجن خبریں پہنچایا کرتے ہیں ان کے متعلق معلوم ہونا چاہیے کہ ارباب ایمان، اصحاب توحید اور روشن ضمیر لوگ جن کے دل انوار خداوندی سے منور ہوں شیاطین الجن ان سے دور بھاگتے ہیں۔ ان کے دل کی باتوں سے شیاطین واقف نہیں ہو سکتے، اہل ایمان اور مخلص

Marfat.com

لوگوں پر شیاطین غالب نہیں آسکتے بلکہ ان سے بھاگتے ہیں"۔

ظاہر ہے کہ جب اولیاء اللہ سے شیاطین الجن دور بھاگتے ہیں اور ان کے دل کے حالات سے واقف نہیں ہوسکتے تو ان کی خدمت کیونکر کرسکتے ہیں، اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا شیخ موصوف میں ان اوصاف کا پایا جانا ثابت ہے۔

امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ "مرأۃ الجنان" ۴:۲۹۱ پر لکھتے ہیں:

"الشیخ الکبیر الولی لشھیر ذوالعجائب العظیمة والکرامات الکریمة والھمم العالیة والشعائل المرضیة والمکاشفات الجلیة والایات الباھرة والانوار الظاھرة"۔

"شیخ کبیر مشہور، ولی اللہ عظیم عجائبات کے مالک بڑی بڑی کرامات والے، عالی ہمت، اعلیٰ اوصاف کے مالک، بڑے بڑے مکاشفات اور واضح انوار اور بڑی کرامات کے مالک تھے۔

امام ذہبی کی زبانی المرشدی کے حالات سنئے، حالانکہ امام ذہبی صوفیاء کے سخت مخالف تھے۔ علامہ ابن حجر نے "درر کامنہ" میں امام ذہبی کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

"کان یتکلم علی الخواطر وکان قلیل الدعویٰ وعدیم الشطع حسن المعتقد"۔

"لوگوں کے دلوں کا حال بتایا کرتے تھے، بڑائی کا دعویٰ نہ تھا اور اچھے عقیدے کے مالک تھے"۔

معلوم ہوا کہ شیخ المرشدی ان اوصاف کے مالک تھے جن کے پاس شیاطین الجن بار نہیں پاسکتے تھے، چنانچہ امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ کے جواب میں لکھا ہے:

"فان الجان لیس لھم اطلاع علی خواطر الناس وعلی

بواطن العباد وما خطر فی بواطنهم نعوذ بالله من سوء الاعتقاد"۔

"جنوں کو لوگوں کے دلوں کے حال معلوم نہیں ہو سکتے نہ ان کے باطن سے وہ واقف ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ اس بداعتقادی سے پناہ میں رکھے"۔

لہٰذا علامہ ابن تیمیہ کا احتمال عقلی ان کے اپنے بیان کردہ قانون کے مطابق غلط ثابت ہوا۔ جہاں تک دل کے منور ہونے کا تعلق ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس شخص کے لطائف منور ہو کر راسخ ہو جائیں۔ پھر مراقبات ثلاثہ راسخ ہو جائیں تو جنات اس پر قابو نہیں پا سکتے اور شیاطین اس سے بھاگتے ہیں، اس وقت عارف کا سینہ آسمان کی مانند ہو جاتا ہے اور لطائف کے انوار ستاروں کی مانند ہو جاتے ہیں تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو رجوما للشیاطین بنایا ہے، اسی طرح اللہ کے ذکر سے جب سینہ عارف منور ہو جاتا ہے تو شیاطین اور جن اس سے بھاگتے ہیں۔ پھر المرشدی جیسے عارف کامل کے پاس جن آئیں، اور لوگوں کی دلی خواہش کے مطابق کھانے لائیں۔ بھلا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے؟ اس لیے یہ جنوں کی کاروائی نہیں بلکہ شیخ کی کرامت ہے۔

آخر میں ایک اور واقعہ بھی بیان کر دیتے ہیں کہ المرشدی کے پاس مصر کا بادشاہ الناصر آیا کرتا تھا، علامہ عبدالرؤف مناوی اور ابن بطوطہ نے اسے چشم دید واقعہ کے طور پر لکھا ہے۔

۲۔ محمد بن حمزہ:

اصلی نام شمس الدین تھا آپ روحانی طبیب ہونے کے علاوہ طب جسمانی میں بھی ماہر

Marfat.com

تھے فن طب میں ان کی تصانیف بھی ملتی ہیں۔ طب میں ان کی ریسرچ بھی از قبیل کرامت ہے۔ جامع کرامات اولیاء اللہ: ۲۷۴۔

لـ "ان الاعشاب کانت تنادیه وتقول انا شفاء من مرض الفلانی"۔

"جڑی بوٹیاں ان کو پکار کر کہتی تھیں کہ میں فلاں مرض کی دوا ہوں"۔

سلطان محمد فاتح نے جب قسطنطنیہ پر حملہ کرنا چاہا تو شیخ کو جہاد میں شرکت کی دعوت دی۔ شیخ نے سلطان کے قاصد احمد پاشا سے کہا کہ فلاں دن، فلاں تاریخ، دن کے گیارہ بجے قلعہ فتح ہو جائے گا۔

"فقال الشیخ سید خل المسلمون القلعه فی موقع الفلان فی الیوم الفلان وقت صحوة الکبرٰی"۔

"شیخ نے فرمایا کہ فلاں جگہ، فلاں روز دن کے گیارہ بجے کے قریب مسلمان قلعہ میں داخل ہو جائیں گے"۔

اتفاق دیکھئے کہ وقت آ گیا مگر قلعہ کے فتح ہونے کی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ شیخ کی اولاد میں سے ایک آدمی کو فکر لاحق ہوئی کہ شیخ کی بات پوری نہ ہوئی تو ممکن ہے بادشاہ شیخ پر تشدد کرے، وہ دوڑتا ہوا شیخ کے خیمہ کی طرف گیا۔ اندر جھانکا تو دیکھا کہ شیخ ننگے سر ہیں۔ سجدے سے سر اٹھایا اور یہ کہہ رہے ہیں:

الحمدلله الذی فتحنا الله فتح القلعة

قال فنظرت الی جانب القلعة فاذا العسکر قددخلوا

یجمعهم ففتح الله تعالٰی ببرکة دعائه وکانت دعوة

Marfat.com

تخترق الطباق"۔

''اللہ کا احسان ہے کہ اس نے قلعہ کی فتح نصیب فرمائی۔

قاصد کہتا ہے کہ میں نے مڑ کے قلعہ کی طرف نگاہ کی کیا دیکھتا ہوں کہ فوج قلعہ میں داخل ہو چکی تھی۔ شیخ کی دعا برکت سے قلعہ (کی دیوار پھٹ کر گر پڑی) فتح ہو گیا شیخ کی دُعا آسمانوں کو چیر کر اوپر جارہی تھی کہ قلعہ فتح ہو گیا''۔

اس فتح کے بعد شیخ سے درخواست کی گئی کہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا مدفن تلاش کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں جگہ انوار نظر آتے ہیں۔ پھر مراقبہ کیا اور فرمایا کہ یہ جگہ ہے اور حضرت کی روح سے کلام ہوئی آپ نے پہلے تو فتح کی مبارک باد دی۔ پھر فرمایا کہ شکر ہے کفار کے قبضہ سے مجھے چھڑایا ہے۔ جب سلطان محمد فاتح کو اس کا علم ہوا تو حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ کی بات پر یقین ہے مگر اطمینان کے لیے کوئی نشانی بتا دیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ جگہ قبر کے سر کی جگہ ہے، دو ہاتھ زمین کھودو ایک سفید پتھر نکلے گا اس پر عبرانی یا سریانی زبان میں کچھ عبارت کندہ ہے۔

"فلما حفروا مقدار ذراعين ظهر رخام عليه خطه فقرء من يعرفه وفسره فاذا هو ماقرره الشيخ فتحير السلطان وقلب عليه الحال حتى كا ديسقط لولا اخذوه"۔

''جب انہوں نے دو ہاتھ کے مقدار زمین کھودی، ایک پتھر نکلا، جو شخص وہ زبان جانتا تھا اس نے پڑھ کے مطلب بتلایا وہی بات تھی جو شیخ نے بتائی تھی، بادشاہ ششدر رہ گیا۔ اس پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ گرنے لگا مگر لوگوں نے اسے سنبھال لیا''۔

Marfat.com

بادشاہ نے اس جگہ مسجد بنوائی اور شیخ کے قیام کے لیے حجرے بنوائے اور درخواست کی شیخ یہیں قیام کریں مگر شیخ نے انکار کر دیا کہ میں اپنے شہر میں قیام کروں گا۔

۳۔ عمر بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ:

ولی اللہ، صالح، متقی، خوش الحان واعظ تھے۔ ''کفایۃ المعتقد'' صفحہ نمبر ۱۴۴ پر ان کے متعلق ایک واقعہ درج ہے۔

ایک دفعہ حج پر گئے روضہ اطہر پر حاضر ہو کر حضور ﷺ کی نعت میں ایک قصیدہ پڑھا پھر شیخین کی مدح میں قصیدے پڑھے۔ جب فارغ ہوئے تو ایک آدمی آیا، عرض کی میرے گھر چلیے۔ آپ کی دعوت کرتا ہوں، آپ چلے گئے، جب کمرے کے اندر بیٹھے تو اس نے تلوار اٹھائی اور کہا:

''فقال الرافضی اختر اما قطع رأسك اولسانك الذی مدحت به الفاعلین الصانعین وشتم وسب فقطع لسانه فاخذه وجاء به الی القبر الشریف وتضرع ونام فراء المصطفیٰ علیه السلام فی النوم فا عادہ فانتبه فوجده کما کان''۔

''رافضی نے کہا چاہو تو تمہارا سر کاٹ دوں، چاہو تو زبان، جس سے تم نے ابوبکرؓ و عمرؓ کی مدح کی ہے۔ پھر انہیں گالیاں دیں اور ان کی زبان کاٹ کر ان کے ہاتھ میں دے دی۔ آپ روضہ شریف پر حاضر ہوئے روئے، نیند آ گئی دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ نے کٹے ہوئے ٹکڑے کو اصل جگہ پر جوڑ دیا جاگے تو زبان بالکل درست تھی۔

Marfat.com

دوسرے سال پھر تشریف لائے اور اسی طرح قصیدے پڑھے، ایک آدمی آیا، دعوت دی اور گھر لے گیا، پہچان گئے کہ گھر تو وہی گزشتہ برس والا ہے، خیر کھانا کھایا، پھر وہ شخص انہیں ایک کمرے میں لے گیا، دیکھا کہ ایک بندر ستون سے بندھا ہوا ہے۔ اس شخص نے بتایا کہ یہ میرا والد ہے جس نے آپ کی زبان کاٹی تھی۔ اسی رات اس کی شکل مسخ ہوگئی اور ہم نے اسے اس ستون کے ساتھ باندھ دیا۔ اور میں مذہب شیعہ سے تائب ہوگیا۔ آپ اللہ سے اس کے لیے دعا کریں کہ اس کی شکل پھر سے انسانی صورت میں بدل جائے۔ آپ خاموش ہوگئے اور وہاں سے چلے گئے۔

۴۔ محمد بن یوسف بولاقی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کی خدمت میں ایک عورت آئی کہ حبشیوں کی ایک جماعت نے میرا بچہ چھین لیا ہے اور جہاز پر لاد کر وہ سمندر میں جا رہے ہیں۔ آپ نے جہاز والوں کو آواز دی کہ بچہ اس کی ماں کو واپس دے دو، مگر کون سنے۔

"ثم قال یاسفینة قفی فوقفت ثم مشی علی الماء واخذ الصبی من السفینة واحضرة الی امه"۔

''پھر آپ نے فرمایا، اے جہاز رک جا، جہاز رک گیا، آپ سمندر میں داخل ہوکر جہاز کی طرف چلے، جیسے کوئی خشک زمین پر چلتا ہے جہاز میں پہنچ کر بچہ کو پکڑا اسے لے کر واپس کنارے پر آئے اور اس کی ماں کے حوالے کیا۔

۵۔ ابوالغیث بن جمیل رحمۃ اللہ علیہ:

آپ ایک مرتبہ اپنے شیخ کا گدھا لے کر جنگل میں لکڑیاں کاٹنے گئے جنگل میں شیر آیا

Marfat.com

اور گدھے کو پھاڑ کھایا۔ آپ نے شیر کو کان سے پکڑا، لکڑیاں اس پر لاد دیں اور کہا:

"احمل حطبی علی ظهرك فحمله حتی بلغ المدينة فانزله وقال اخرج واياك ان تضرا حدا حتی ترجع موضعك"۔

''میں تمہاری پیٹھ پر لکڑیاں لاد دوں گا، چنانچہ لاد کر چل دیئے جب شہر میں پہنچے تو لکڑیاں اتار لیں اور فرمایا جا نکل جا۔ اپنی جگہ پر پہنچنے تک کسی چیز کو نقصان نہ پہنچانا''۔

۶۔ عامر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ:

ایک قافلہ کہیں جا رہا تھا۔ راستے میں ایک جنگل سے گزر رہا ایک شیر آیا اور قافلے کا رستہ روک لیا۔ اتنے میں عامر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کا وہاں سے گزر ہوا۔

"فقال مالكم قالو الاسد فمر اليه ووضع يده علی فمه فمرت القافلة"۔

''پوچھا کیوں رکے کھڑے ہو؟ اہل قافلہ نے کہا کہ شیر نے روک رکھا ہے۔ آپ شیر کے پاس گئے اپنا ہاتھ اس کے منہ پر رکھا اور قافلہ خیریت سے گزرا''۔

۷۔ شیبان راعی رحمۃ اللہ علیہ:

ایک دفعہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ شیبان راعی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حج کو گئے راستے میں ایک شیر سامنے آ گیا۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے شیبان! شیر تو قریب آ گیا ہے فرمایا کیا ہوا وہ بھی ایک کتا ہے۔

1

"فلما سمع الاسد کلام شیبان فبصبص وحرك دتبة مثل الکلب فالتفت الیہ شیبان وعرك اذنه فقلت له ماهذه الشهرة فقال وای شهرة هذه یا ثوری لولا کراهیة اشهرة ماحملت زادی الی مکة الا علی ظهرة"۔

(جامع کرامات ۱:۱۲۷)

"جب شیر نے شیبان رحمۃ اللہ علیہ کی بات سنی سر جھکا دیا اور کتے کی طرح دم ہلانے لگا۔ شیبان رحمۃ اللہ علیہ اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ شیر کو کان سے پکڑ لیا۔ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ شیبان رحمۃ اللہ علیہ یہ کیا شہرت ہے؟ فرمایا۔ کون سی شہرت ثوری۔ اگر مجھے شہرت ناپسند نہ ہوتی تو میں اپنا زادِ سفر اس کی پیٹھ پر لاد کر مکہ تک لے جاتا"۔

۸۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ:

(فتاویٰ الحدیثیہ صفحہ ۱۷۴ اور "فیض الباری" (۲:۱۶ اور قلائد الجواہر ۳:۳۷)

"مما علمنا بالسند الصحیح المتصل ان الشیخ عبدالقادر الجیلانی اکل دجاجة ثم لما لم یبق غیر العظم توجه الی الله فی احیائها فاحیاها الله الیه وقامت تجری بین یدیه کما کانت قبل زبحها وطبخها"۔ (فتاویٰ الحدیثیه)

"ہمیں سند صحیح متصل کے ساتھ یہ معلوم ہوا کہ شیخ نے مرغی کا گوشت کھایا۔ پھر تمام ہڈیوں کو اکٹھا کر کے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ وہ زندہ ہو جائے چنانچہ وہ زندہ ہو گئی اور چلنا پھرنا شروع کر دیا جیسے وہ ذبح ہونے اور پکنے سے پہلے تھی"۔

Marfat.com

اور جامع کرامات (۲: ۲۰۳) میں یہ واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے کہ:

"فوضع یدہ علی العظام وقال قومی باذن اللہ فقامت"۔

"آپ نے مرغی کی ہڈیوں پر ہاتھ رکھا اور کہا اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑی ہو۔ چنانچہ وہ اٹھ کھڑی ہوئی"۔

شیخ کی ایک مجلس وعظ کا واقعہ:

(فیض الباری ۲: ۶ اور خزینۃ الاسرار صفحہ ۲۵)

"انہ کان یذکر الناس اذ جاءت حدیا تصیح حتی شوشت علی الشیخ کلامہ فدعا علیہ وقال قطع اللہ عنقك فسقطت علی الارض میة من ساعتھا اذا فرغ من الوعظ قام وارھا ممتیة فی فناء المسجد فقال قم باذن اللہ فطارت"۔

آپ وعظ فرما رہے تھے کہ ایک چیل شور کرتی آئی اور آپ کے کلام میں مخل ہوئی۔ آپ کے منہ سے نکلا خدا تیری گردن کاٹے وہ فوراً زمین پر گری اور مرگئی جب آپ فارغ ہوئے تو مسجد کے صحن میں اسے مردہ پایا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے حکم سے اٹھ کھڑی ہو چنانچہ وہ زندہ ہو کر اڑ گئی"۔

حضرت انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد اپنے زمانے کے ایک ولی اللہ کا واقعہ لکھا جس سے ان کی ملاقات بھی ہوئی۔

"ھکذا جاء رجل فی بجنور فقطع عنق طائر حتی فصلھا بین اعین الناس ثم ضمھا فکانت کما کانت قبلہ واحی الطائر وذارنی ھذ الرجل"۔

Marfat.com

''ایک آدمی بجنور میں آیا اور لوگوں کے سامنے اس نے پرندے کا سر کاٹا اور پھر اسے جوڑ دیا پرندہ زندہ ہو گیا اور اڑ گیا۔ اس شخص سے میں نے ملاقات کی''۔

۹۔ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ:

''حلیۃ الاولیا'' میں تاج المحدثین ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا:

"خرجت الی شطر نیل مصرا فرائیت امرأۃ تبکی وتصرخ فادر کھا ذوالنون فقال لھا مالک تبکین فقالت کان ابنی وقرۃ عینی علی صدری فخرج تمساۃ فاستلب منی ولدی قال فاقبل ذوالنون علی الصلوٰۃ فصلی رکعتین فدعا بدعوات فاذا تمساح خرج من النیل والولد معه ودفعه الی امه"۔ (۳۶۶:۹)

''میں نیل کے کنارے گیا۔ دیکھا ایک عورت چلا چلا کر رو رہی ہے۔ ذوالنون اس کے پاس گئے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ اس نے کہا میرا بچہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک میرے سینے سے چمٹا ہوا تھا، مگر مچھ آیا اور چھین کر لے گیا۔ ذوالنون نے دو رکعت نماز پڑھی اور خدا سے دُعا مانگی کیا دیکھتا ہوں کہ مگر مچھ دریا سے نکلا اور بچے کو صحیح وسلامت باہر رکھ دیا۔ ذوالنون نے بچہ ماں کے حوال کر دیا''۔

ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کے نام کی وجہ تسمیہ بھی ایک کرامت ہے:

آپ ایک کشتی میں سوار دریا عبور کر رہے تھے کسی کا ایک قیمتی موتی گم ہو گیا۔ حقیقتاً وہ دریا میں گر گیا تھا، اس نے ذوالنون کو چور قرار دیا۔ انہوں نے قسم کھائی، مگر

Marfat.com

مالک نے اعتبار نہ کیا"۔

"فلما اضطر توجه ساعة فاتى حوت من البحر بذلك

الجوهر"۔

"جب آپ پریشان ہوئے تو اللہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنی بے بسی
پیش کی اتنے میں دریا سے ایک مچھلی وہی موتی لے کر باہر آ گئی۔ اس وجہ
سے ان کا نام ہی ذوالنون یعنی مچھلی والا پڑ گیا"۔

۱۰۔ غوث یوسف ہمدانی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ:

ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں یہ واقعہ بیان کیا ہے اور کتاب "المشر وع الدوی" میں
بھی موجود ہے۔

امام ابو سعید عبداللہ بن عصرون بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور
عبدالقادر جیلانی اور علامہ ابن سقاء، یوسف ہمدانی کی ملاقات کے لیے گھر سے نکلے۔
راستے میں ہم نے ابن سقا سے پوچھا۔ تم کس غرض سے جا رہے ہو؟ اس نے کہا میں
غوث سے ایسا سوال کروں گا جس کا جواب وہ نہیں دے سکیں گے پھر ہم تینوں نے اپنا
اپنا عندیہ بیان کیا۔

"فقال ابن السقاء لاسئاله مسئلة لايبرى جوابها فقال عبدالقادر

معاذ الله ان اسئله شيئا وانا بين يليه انتظر بركته"۔

"وقال ابن عصرون انا اسائلة مسائلة وانظر ماذا يقول"۔

"ابن سقا نے کہا میں شیخ سے ایسا سوال کروں گا کہ وہ جواب نہ دے
سکیں گے"۔

''شیخ عبدالقادر نے کہا ایسا سوال پوچھنے سے خدا کی پناہ میں ان کے پاس بیٹھ کر فیض و برکت کا انتظار کروں گا''۔

ابن عصرون نے کہا کہ میں ایک درخواست کروں گا اور دیکھوں گا کہ وہ کیا فرماتے ہیں؟ (وہ درخواست تھی کہ غربت دور ہو جائے)۔

ابن السقاء کو شیخ نے فرمایا:

''انی لاری نار الکفر تتلھب فیك''۔

''میں دیکھتا ہوں کہ تیرے اندر آگ شعلہ مار رہی ہے''۔

بعد کے واقعات سے یہ بات درست ثابت ہوئی۔ ابن السقاء شاہ روم کے بلانے پر مناظرہ کے لیے گیا، بادشاہ اس سے بہت خوش ہوا۔ وہ شاہ کی لڑکی پر فریفتہ ہو گیا۔ شادی کی درخواست کی، بادشاہ نے کہا عیسائی ہو جا۔ عیسائی ہو گیا۔ مگر بیمار پڑ گیا۔ عیسائیوں نے بازار میں پھینک دیا۔ روٹی مانگتا رہتا تھا۔ آخر موت قریب آ گئی۔ اتفاقاً ایک واقف آدمی کا وہاں سے گزر ہوا اس نے پہچان لیا۔ دیکھا کہ مر رہا ہے اس کا منہ قبلہ کی طرف کیا۔ مگر دیکھا کہ فوراً رخ پلٹا اور پشت قبلہ کی طرف ہو گئی۔ پھر اس نے پوچھا قرآن یاد ہے؟ اس نے کہا بس اتنا یاد ہے کہ ربما یود الذین کفرو لو کانو مسلمین اسی حال میں مر گیا اور جہنم میں داخل ہے۔ اولیاء اللہ کی توہین کا یہی انجام ہوتا ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں غوث نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ تم جامع بغداد میں منبر پر کھڑے ہو کر کہو گے یہ میرا قدم تمام اولیاء کی گردنوں پر ہے۔

Marfat.com

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور آپ نے بر سر منبر کہا: قدمی هذه علی رقبة کل ولی الله ابن عصرون اپنے متعلق بیان کرتے ہیں۔

"فاحضرنی السلطان نور الدین شهید و اکرمنی علی ولایة الاوقاف فولیتها واقلبت الدنیا اقبالا کثیرا فصدق الغوث فینا قلنا"۔

"میں دمشق میں سلطان نور الدین شہید کے پاس آیا۔ اس نے مجھے وزارت اوقاف سونپی اور میرے ہاں دولت کی ریل پیل ہونے لگی"۔

غوث نے ہم تینوں کے متعلق جو فرمایا تھا صحیح ثابت ہوا:

المشرع الدوی میں ہے کہ یہ قصہ متواترات سے ہے خبر واحد نہیں کہ انکار ہو سکے۔

۱۱۔ حضرت ابراہیم دسوقی رحمۃ اللہ علیہ:

یہ قطب تھے ان کے پاس ایک عورت روتی ہوئی آئی کہ میرے بچے کو ایک مگرمچھ کھا گیا ہے آپ دریا کے کنارے آئے آواز دی:

"یامعشر التماسیح من ابتلع الصبی فلیطلع به فتطلع وحشی الی الشیخ فامره ان یلفظ فالظه حیا"۔

"اے مگرمچھ! جس نے بچہ نگلا ہے، ظاہر کردے ایک مگرمچھ نکلا اور شیخ کی طرف آیا۔ شیخ نے اسے حکم دیا کہ بچہ اگل دے، جانور نے زندہ بچہ اگل دیا"۔

اولیاء کی کرامات میں ایک بڑی کرامت کلام بالموتی یا کلام بالا رواح ہے:

اس کے متعلق جامع کرامات اولیاء ۲: ۹ پر درج ہے۔

ان الاجتماع مع النبی ﷺ کرامة من اعظم الکرامات

1

ومن اعلی المقامات ومن نعم الله تعالٰی"۔

"سب سے بڑی کرامت نبی کریم ﷺ کے دربار میں حاضری اور آپ کی معیت ہے اور یہ سلوک کے اعلیٰ مقامات میں سے ہے اور اللہ کی نعمت ہے"۔

یہ نعمت تمام کبار اولیاء کو عطا ہوتی رہی ہے۔ بفضل اللہ تعالیٰ ہمارے سلسلے کے اکثر رفقاء کو یہ نعمت عطا ہوئی ہے۔ ارواح سے کلام کرنے والے رفقاء کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ چکی ہے۔

الحمد لله علی نعماته

☆☆☆

Marfat.com

۲۳
سلسلہ اویسیہ

سلسلہ اویسیہ

اس وسیع کائنات میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم اور ولقد کرمنا بنی اٰدم کا شرف عطا فرما کر اشرف المخلوقات کے مقام پر فائز کیا اور اسے خلافت ارضی کا منصب جلیلہ سونپا۔ یوں تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار نہیں لیکن انسان کو جس خصوصی نعمت سے نوازا گیا، وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعے اس کی ہدایت کا سامان ہے حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جہاں الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی کا اعلان فرمایا وہاں اہل ایمان کو اپنا یہ احسان بھی یاد دلایا کہ لقد من اللہ علی المؤمنین اذبعث فیھم رسولا منھم اور اس احسان کی تفصیل میں یہ ارشاد فرمایا کہ اس آخری رسول ﷺ کے ذریعے اللہ کی اس نعمت سے مستفید ہونے کی ایک صورت یہ مقرر کی کہ یہ رسول ﷺ ان کا تزکیہ باطن اور ان کی روحانی تربیت کرتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے تلاوت آیات اور تعلیم کتاب وحکمت کے ساتھ اپنے جلیل القدر شاگردوں یعنی صحابہ کرامؓ کی اس طرح تربیت کی اور تزکیہ باطن کے وہ نمونے پیدا کیے کہ رہتی دنیا تک اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ جس طرح تعلیم کتاب اور تدوین شریعت کا یہ سلسلہ صحابہ کرامؓ کی جماعت سے آگے منتقل ہوتا چلا آیا۔ اسی طرح تزکیہ باطن اور تربیت روحانی کا طریقہ بھی صحابہ کرامؓ نے حضور اکرم ﷺ سے سیکھ کر آئندہ نسلوں کو پہنچایا اور مختلف ادوار

Marfat.com

کے تقاضوں کے مطابق تدوین حدیث وفقہ کی طرح تزکیہ وتربیت کے پہلو کی تدوین منظم صورت میں عمل میں آئی۔ اول تو یہ صورت تھی کہ جو صحابیؓ یا تابعی رحمۃ اللہ علیہ جہاں پہنچا معاشرے کی تربیت شروع کر دی بعد میں دین کا یہ پہلو جب منظم ہوا تو تربیت وتزکیہ کے چار بڑے سلسلے ہمارے ہاں رائج اور مقبول ہو گئے جنہیں سلسلہ قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ اور چشتیہ کہتے ہیں ان سلسلوں میں تربیت کا بنیادی اصول ایک ہی رہا ہے اور وہ ذکر الٰہی کی کثرت، البتہ ذکر الٰہی کے طریقوں میں ہر صاحب سلسلہ نے مختلف رنگ اختیار کیا، اس طریقہ کار میں جزوی اختلاف کی وجہ سے چار بڑے طریقے مسلمانوں میں رائج ہو گئے۔ ممکن ہے طریق تربیت میں اختلاف آب و ہوا مزاج اور طبائع کے اختلاف کی وجہ سے انتخاب کیا گیا ہو جیسے ایک ماہر طبیب ایک ہی دوا مختلف مزاج والے مریضوں کو مختلف صورتوں میں دیا کرتا ہے۔

ان چاروں سلسلوں میں دو پہلو ہمیشہ جاذب توجہ رہتے ہیں۔ اول یہ کہ اس سلسلے میں طریقہ تربیت باطنی کیا ہے؟ دوسرا یہ کہ کسی سلسلے کے شیخ کو یہ فن حضور ﷺ سے کن واسطوں سے پہنچا۔ اسی پہلو پر نگاہ رکھتے ہوئے یہ بات لازماً سامنے آجاتی ہے کہ ہر شیخ نے یہ فن اپنے شیخ کی صحبت میں رہ کر اس سے سیکھا ہوگا اور اس کے شیخ نے اسے ایک خاص درجے تک تربیت کرنے کے بعد دوسروں کی تربیت کرنے کی اجازت دی ہوگی۔ اس اجازت نامے کو صوفیاء کی اصطلاح میں خرقہ کہتے ہیں۔ خواہ اس کی صورت کوئی بھی ہو۔ اگر کسی شیخ کے متعلق یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے کسی کامل سے اس کی صحبت میں رہ کر فیض حاصل نہیں کیا اور اجازت نامہ نہیں لیا تو اس کا سلسلہ منقطع شمار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں اتصال اور تسلسل نہیں پایا جاتا۔

Marfat.com

بظاہر یہ بات قاعدہ کلیہ کی صورت میں سامنے آتی ہے حقیقت میں یہ قاعدہ اکثر یہ ہو سکتا ہے، مگر قاعدہ کلیہ نہیں کیونکہ اول تو روحانی تربیت روح کا معاملہ ہے اور روح سے فیض یا اجرائے فیض کا انحصار بدن کے اتصال پر نہیں۔ اس کی مثالیں صوفیاء کرام میں جا بجا ملتی ہیں۔ مثلاً ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی فیض بھی ملا، اجازت تربیت بھی ملی اور آپ کے خلفیہ مجاز بنے، حالانکہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ان سے قریباً ایک سو سال پہلے دنیا سے رخصت ہو چکے تھے، جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا نہ تو زمانہ پایا نہ ان کی صحبت میں رہے نہ ان سے تربیت و اجازت ملی تو پھر اس کی صورت اس کے بغیر کیا ہو سکتی ہے کہ ان کی روح سے فیض اور خرقہ حاصل کیا۔

روح سے فیض حاصل کرنے کو اصطلاح صوفیا میں اویسی طریقہ کہتے ہیں اس سے یہ مراد نہیں کہ یہ سلسلہ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے بلکہ اویسیہ سے مراد مطلق روح سے فیض حاصل کرنا ہے۔ چونکہ روح سے اخذ فیض اور اجرائے فیض دونوں صورتیں ہوتی ہے۔ اس لیے سلسلہ اویسیہ کی یہی دونوں خصوصیات ہیں۔ اس اصطلاح کو حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ سے اگر کوئی نسبت ہو سکتی ہے تو شاید اس بنا پر کہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی صحبت میں رہ کر تربیت حاصل نہیں کی تھی۔ بلکہ حضور ﷺ کی روح پر فتوح سے اخذ فیض کیا تھا۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ وہ پہلے اویسی تھے۔

ہمارے سلسلے کا نام نقشبندیہ اویسیہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے شاگردوں کی

Marfat.com

تربیت نقشبندیہ طریقہ کے مطابق کرتا ہوں اور میں نے اپنے محبوب شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی روح سے اخذ فیض اور اجازت لی ہے۔ میرے اور میرے شیخ مکرم رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان کوئی ۴۰۰ سال کا فاصلہ ہے میں نے اسی اویسی طریقہ سے اپنے شیخ کی روح سے فیض بھی حاصل کیا، خلافت بھی ملی۔ اور بحمد للہ میرے محبوب شیخ کا فیض تربیت اس وقت دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل رہا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اللمعات صفحہ ۸۶ پر سلسلہ اویسیہ کی خصوصیات کا ذکر فرمایا ہے:

> "ایں فقیر را آگاہ کردہ اند کہ طریقہ جیلانیہ بمنزلہ جوئے است کہ مسافتے بر زمین میرود و مسافتے دیگر در زمین مشتری گردد و در مسام زمین نفوذ میکند۔ بعد ازاں بوضع چشمہ باز ظاہر می شود و مسافتے برروئے زمین می رودثم ھکذا"۔
>
> "و تسلسل خرقہ دریں طریقہ اگر متصل است اما تسلسل اخذ نسبت دریں طریقہ متصل نیست یک بار سلسلہ ظاہر میشود بعد ازاں مفقود میگردد و باز بطریق اویسیہ از باطن کسے ظہور می نماید ایں طریقہ بحقیقت ہمہ اویسیہ است و متوسلان ایں طریق در روحانیاں علو و مہابتے دارند"۔
>
> واما القادریۃ فقریبۃ من الاویسیۃ الروحانیۃ۔

ا۔خلاصہ یہ ہے کہ جیسے پانی زیر زمین موجود رہتا ہے، کسی وقت چشمہ کی صورت میں باہر ابل پڑتا ہے اور زمین کو سیراب کرتا ہے، اسی طرح حقیقی تصوف و سلوک بھی کبھی کبھی غائب ہو جاتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو پیدا کرتا ہے اور اس کی ذات کے واسطہ سے تصوف و سلوک کا چشمہ ابل پڑتا ہے اور ایک مخلوق کے قلب کو سیراب کرتا ہے۔ اسی وجہ سے سلسلہ اویسیہ ظاہر میں متصل نہیں ہوتا۔ مگر حقیقت میں وہ متصل ہوتا

Marfat.com

ہے جو لوگ روح سے اخذ فیض اور اجرائے فیض سے واقف نہیں ہوتے وہ بے چارے اس اتصال کی حقیقت کو کیسے سمجھ سکتے ہیں؟ اور اخذتہ العزة کے تحت جاہلانہ اعتراض کے بغیر کچھ کر نہیں پاتے''۔

۲۔ حضرت امام الہند رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے یہ معلوم ہوا ہے سب سے زیادہ زود اثر سلسلہ اویسیہ ہے، کیونکہ روحانی سلسلہ ہے۔ پھر قادریہ ہے۔

۳۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ سلسلہ اویسیہ کے متوسلین بڑی عظمت اور ہیبت کے مالک ہوتے ہیں۔ اللمعات میں صفحہ ۶۳ پر اسی وجہ سے فرمایا کہ:

بسا است کہ اویسی عالم ارواح است اجمالاً یعنی سلسلہ اویسیہ عالم اروح ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اللمعات صفحہ ۲۱ پر فرماتے ہیں:

حاصل کلام آں این است کہ یک خانوادہ میاں مشائخ عظام اویسی است کہ اکثر بزرگان دریں خانوادہ بودند و سردار سلسلہ ایشاں خواجہ اویس قرنی است کہ بحسب باطنی از سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تربیت یافتہ پس حضرت شیخ بدیع الدین ہم پیر اویسی است کہ درباطن تربیت از روحانیت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یافتہ است واز کبار مشائخ ہندوستان است۔

مشائخ عظام میں ایک سلسلہ اویسیہ بھی ہے جس کے سردار خواجہ اویس قرنی ہیں، ان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی طور پر فیض حاصل ہوا اور شیخ بدیع الدین کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی طور پر فیض ملا اور وہ ہندوستان کے کبار مشائخ سے ہوئے۔

معلوم ہوا کہ:

☆ اویسی وہ ہوتا ہے جسے کسی ولی اللہ کی روح سے فیض حاصل ہوا ہو۔

☆ بڑے بڑے اولیاء اللہ اس سلسلہ اویسیہ کے طریقہ سے فیض لیتے رہے ہیں۔

Marfat.com

☆ اس سلسلہ والے حضور اکرم ﷺ کی روح پر فتوح سے بھی فیض لیتے ہیں۔

بحمد اللہ کہ اس فقیر کو اب بھی حضور اکرم ﷺ کی روح پر فتوح سے فیض حاصل ہو رہا ہے۔

اس سلسلے کے متعلق اصل بات جو نہ جاننے والوں یا نادانوں کو کھٹکتی ہے وہ یہ کہ کیا روح سے اخذ فیض اور اجرائے فیض ہو سکتا ہے؟ اس کے جواب کی دو ہی صورتیں ہیں، یا تو جاننے والوں پر اعتماد کرو، یا اس بحر میں خود اتر کر دیکھو، دوسری صورت تو وہی اختیار کر سکتا ہے جس میں طلب اور خلوص ہو، البتہ پہلی صورت کے سلسلے میں چند ایک مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

ا۔ فتاویٰ عزیزیہ ا: ۹۳ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

سوال: کسے صاحب باطن یا صاحب کشف بر قبور ایشاں مراقب شدہ چیزے از باطن اخذ می تواند یا نہ؟

کوئی صاحب باطن یا صاحب کشف ولی اللہ کی قبر پر جا کر مراقبہ کرے تو اس سے روحانی فیض لے سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: می تواند نمود۔

ہاں لے سکتا ہے۔

فتویٰ کی زبان میں اختصار ملحوظ ہوتا ہے اس لیے حضرت نے مختصر جواب دیا اس کی تفصیل ''شفاء العلیل'' صفحہ ۱۷۸ پر دی ہے۔

''مولانا نے فرمایا کہ میں نے حضرت ولی نعمت یعنی مصنف سے پوچھا کہ شیخ ابوعلی فارمدی کو کہ ابوالحسن فرقانی کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں، ان کا اس رسالہ میں

Marfat.com

کیونکر ذکر نہ کیا، فرمایا کہ یہ نسبت اویسیہ کی ہے یعنی روحی فیض ہے۔ اس رسالہ میں غرض یہ ہے کہ نسبت صحبت کی من وعن عالم شہادت میں جو ثابت ہے مذکور ہو، لیکن اویسیت کی نسبت قوی اور صحیح ہے۔

۲۔ شیخ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ کو ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ سے روحی فیض ہوا ہے، ان کو بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے اور ان کو امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے تربیت ہے، چنانچہ رسالہ قدسیہ میں خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ:

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ سے نسبت حاصل ہوئی ہے۔ ان کو حضرت سلمان فارسیؓ سے ان کو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اور ان کو حضور اکرم ﷺ سے۔ خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ کو نسبت اویسیت حاصل ہے ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ، اور ان کو بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے روحی فیض پہنچا۔ اور ان کی تربیت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے ہوئی اور امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیقؓ کے ساتھ انتساب حاصل ہے اور ان کی حضرت سلمان فارسیؓ اور آپ کو خلیفہ رسول اللہ صدیق اکبر ابوبکر بن ابی قحافہؓ کے ساتھ، اور حضرت صدیقؓ نے جو کچھ حاصل کیا، سرور عالم محمد مصطفیٰ ﷺ سے حاصل کیا۔ اس نسبت اویسیت کو صدیقیہ نقشبندیہ نظامیہ قدسیہ کہتے ہیں۔ (تذکرۃ الرشید حصہ دوم صفحہ ۱۰۸)

حضرت امام ربانی قدس سرہ کا تربیت باطنی و فیوضات روحانی میں قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ کی ذات بابرکات کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھنا

Marfat.com

نسبت اویسیہ و فیضان روحانیہ کے علاوہ اس لیے بھی ہے کہ سلاسل اربعہ مشہورہ میں حضرت شیخ کا واسطہ غالباً قائم ہے۔ (ایضاً صفحہ ۱۰۹)

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ا: ۱۴۰ پر شفاء العلیل کی یہ عبارت نقل کر کے لکھا ہے۔

''اس عبارت سے واضح ہوا کہ نسبت اویسیہ کے معنی روحی فیض کے ہیں، اور یہ نسبت قوی اور صحیح ہے، یہ بھی معلوم ہوا کہ نسبت اویسیہ کے لیے یہ ضروری نہیں کہ خواجہ اویس قرنی سے کوئی مرید ہوا ہو، اور یہ بھی واضح ہوا کہ نسبت اویسیہ کا انکار غلط ہے، چونکہ اویس قرنی کو آنحضرت ﷺ سے روحی فیض حاصل ہوا اور صحبت آنحضرت ﷺ کی ان کو حاصل نہیں ہوئی۔ اس لیے جس کو روحی فیض کسی بزرگ سے حاصل ہوگا اس کو نسبت اویسیہ سے تعبیر کریں گے''۔

عقائد علمائے دیوبند مرکزی رسالہ ہے، جس پر مسلک دیوبندی کا مدار ہے اس میں سوال نمبر ۱۲ روح سے فیض باطنی کے متعلق ہوا ہے اور علمائے دیوبند نے مفصل جواب دیا کہ وہ روح سے باطنی فیض کے قائل ہیں اور صرف قائل نہیں بلکہ:

''واما الا ستفادة من روحانية المشائخ الا جلة ووصول فيض الباطنية من صدورهم اوقبورهم صحيح على الطريقة المعروفة في اهلها وخواصها لا بما شائع في العوام''۔

''بہرحال مشائخ سے روحانی فیض حاصل کرنا اور فیض باطنی کا پہنچنا ان کے سینوں سے یا ان کو قبروں سے صحیح ہے، اس مشہور و معروف طریقے سے جو ان اولیاء صوفیا میں مروج ہے خاص خاص بندوں کو حاصل ہوتا

Marfat.com

ہے۔وہ طریقہ نہیں جو عوام میں مروج ہے''۔

یہ تو روح سے اخذ فیض اور اجرائے فیض کے علمی جوابات ہیں، رہی دوسری صورت تو وہ ذوقی چیز ہے ''لطف ایں مے نشاسی بخدا تانہ چشی'' اگر کوئی اللہ کا بندہ ذوقی جواب بھی چاہتا ہے تو صدائے عام ہے۔طلب اور خلوص لے کر آ جائے اور ممکن اور محال میں تمیز کر لے۔ورنہ صرف باتیں بنانے سے وہ حاصل نہیں ہو سکتا جو عملی طور پر کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

لباس فہم برلائے اوتنگ
سمندو ہم در صحرائے اولنگ
نہ چندی گنجد آنجاونہ چونی
فروبند لب از کم وز فزونی؟

مشائخ اور علمائے حق کی توضیحات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ روح سے اخذ فیض اور اجرائے فیض صرف ممکن ہی نہیں، بلکہ امر واقع ہے اور امام الہند شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے معلوم ہو گیا کہ سلسلہ اویسیہ میں روح سے اخذ فیض ہوتا ہے اور اس کے لیے اتصال ظاہری شرط نہیں، ہاں اتصال نسبت ضرور ہوتا ہے یہی نسبت اویسیہ ہوتی ہے۔

ملتان کے ایک مشہور پیر صاحب نے ہمارے حلقہ کے ایک مولوی صاحب سے فرمایا کہ آپ کا سلسلہ متصل نہیں ہے۔مولوی صاحب نے کہا کہ حضرت جس سلسلہ میں شیخ اپنے شاگرد کی روحانی تربیت اس طرح کرے کہ اس کے لیے زمان ومکان کی قید اٹھ جائے اور اسے عالم برزخ میں پہنچا کر حضور اکرم ﷺ کے سامنے پیش کر دے اور

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں اپنے شاگرد کا ہاتھ دے کر یہ منظر دکھا دے کہ:

"ان الذين يبايعونك انما يبايعون الله"

وہ سلسلہ تو ٹھہرا منقطع اور جس سلسلے کے شیخ کے پاس مرید مدتوں رہے اور ساری عمر اس کے پاس آنے جانے میں کھپا دے اور شیخ سے اتنا بھی نہ ہو سکے کہ مرید کے لطیفہ قلب کو ہی منور کر سکے، وہ سلسلہ ٹھہرا متصل اور جو اللہ کا بندہ ایک دو نہیں سینکڑوں شاگردوں کو دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا کر حضور دائمی عطا کر دے اس کا سلسلہ منقطع فیا للعجب۔

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیت است

☆☆☆

Marfat.com

تصوف اور اصحاب تصوف وسلوک پر اعتراضات اور ان کے جوابات

پہلا اعتراض: تصوف ایک بدعت ہے۔

دوسرا اعتراض: اظہارِ کشف جائز نہیں، تحدیث نعمت اور اظہار دین، عدم اظہار مشروط بہ شرط ہے۔

تیسرا اعتراض: بعد موتِ جسمانی روح کا علم اور حافظہ موجود رہتا ہے۔
روح سنتی بھی ہے۔
سوال وجواب منکرین کے وقت عودِ روح الی البدن،
قبر میں انبیاء علیہم السلام کی روح کا تعلق جسم سے۔
عذاب قبر جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے۔
سماع موتی پر اجماع امت ہے۔

چوتھا اعتراض: روح سے اکتساب فیض ممکن نہیں۔
حضور ﷺ کی ارواحِ انبیاء علیہم السلام سے ملاقات۔
روح سے کسب فیض، روح سے اجرائے فیض۔

Marfat.com

پانچواں اعتراض: صحابیؓ ہونے کی شرط، حدیث کی حقیقت

چھٹا اعتراض: قصد رسول اللہ ﷺ اور کشف قبور، مدرسہ محمدیہ ﷺ، دورِ صحابہؓ کے بعد کشف والہام میں اضافہ کیوں ہو گیا؟

ساتواں اعتراض: قرأت سلسلہ مشائخ کی کوئی سند نہیں

آٹھواں اعتراض: اسماء الرجال سے شواہد، دلائل نقلی

نواں اعتراض: مشائخ کی قبروں پر حاضری کے وقت ان کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا یا بیٹھنا اور ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنا۔

تصوف اور اصحابِ تصوف وسلوک پر چند اعتراضات اور ان کے جوابات

پہلا اعتراض:

تصوف ایک بدعت ہے:

انسان بھی عجیب مجموعہ اضداد ہے۔اس نے زندگی کو مختلف خانوں میں تقسیم کر رکھا ہے اور ہر شعبہ زندگی میں پیدا ہونے والے مسائل کے لیے ایک الگ اصول قائم کر رکھا ہے اور مختلف شعبہ ہائے زندگی کے اصول مختلف ہی نہیں بلکہ متضاد بھی ہیں۔ مثلاً جسمانی صحت ایک شعبہ ہے جس کے لیے یہ اصول بنا رکھا ہے کہ صحت بگڑ جائے تو اس کے علاج کے لیے کسی ماہر طبیب یا ڈاکٹر سے مشورہ لیا جائے۔کسی عطائی سے مشورہ لینے میں نقصان کا خطرہ ہے اور اپنی سمجھ کے مطابق بھی خود علاج شروع نہ کیا جائے کیونکہ جان کا خطرہ ہے اسی طرح ایک شعبہ قانونی معاملات ہیں اس سلسلے میں حرف آخر کسی ماہر قانون کی رائے کو سمجھتے ہیں۔ یہ اصول بالکل درست ہیں لیکن جہاں دین و ایمان کا معاملہ آیا ہر شخص ایک مجتہد کی طرح نہایت اعتماد سے جو چاہے گا کہہ دے گا۔ اور لطف یہ کہ ہر بے تکی بات کو سند اور حرف آخر ہی سمجھے گا۔ دین کے معاملے میں اس اصول کی کارفرمائی سے عجیب مشکل پیش آتی ہے تصوف کو بدعت کہنے کا معاملہ بھی کچھ

Marfat.com

اسی قسم کے نام نہاد ''مجتہدین'' کی ذہنی کاوشوں کا نتیجہ دکھائی دیتا ہے۔

اس کتاب میں باب ''تصوف کا ثبوت'' کے عنوان سے موجود ہے۔ اس سوال کا تفصیلی جواب اور علمی تحقیق کا ذخیرہ اس باب میں ملے گا اور اگر کسی کو اس سے زیادہ تفصیل درکار ہے اور علمی تسکین چاہتا ہے تو فتح الباری، اقتضائے صراط مستقیم، الاعتصام اور فتح الملھم کے متعلقہ حصوں کو ایک نظر دیکھ لے۔

حقیقت یہ ہے کہ تصوف کو بدعت کہنا دین کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے اور اس کے ساتھ ہی اگر آدمی برخود غلط بھی ہو تو اس سے بھی بڑی بڑی ٹھوکریں کھا سکتا ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی دستور کی عبارت میں تمام جزئیات کا بیان نہیں ہوتا بلکہ صرف اصول وکلیات بیان ہوتے ہیں۔ اسلام کا دستور قرآن ہے۔ اس میں دین کے تمام اصول کلیات موجود ہیں۔ ان اصول وکلیات کی عملی تعبیرات اسوہ نبوی ﷺ میں موجود ہیں اور ان اصول وکلیات سے جزئیات کا استخراج کا طریقہ بھی حضور ﷺ نے سکھا دیا۔ علماء حق جو ورثۃ الانبیاء ہیں اس طریق استخراج کے مطابق وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے جزئیات کا استخراج کرتے رہے ہیں۔

اصول اور کلیات مقاصد کی حیثیت رکھتے ہیں ان ذرائع و وسائل کو ڈھونڈ نکالنا جو مقاصد کے حصول میں ممد ثابت ہوں اور انہیں ذرائع سمجھ کر ہی اختیار کیا جائے دین کے خلاف کیونکر ہو سکتا ہے ہاں یہ وسائل اس صورت میں بدعت ہوں گے جب انہیں جزو دین یا اصل دین سمجھا جائے۔ ورنہ یہ وسائل مقاصد کے حکم میں ہوں گے۔ کیونکہ ذرائع اور وسائل مقصد کا موقوف علیہ ہیں۔ مثلاً قرآن مجید میں حکم ہوا:

یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیك یا حضور ﷺ نے فرمایا بلغو اعنی ولو اٰیة

Marfat.com

یہ حکم دیا گیا کہ تبلیغ کرو۔ پس تبلیغ کرنا مقصد ٹھہرا ذریعہ کی تعین نہیں کی۔ زبان سے ہو تحریر سے ہو، عمل سے ہو، منبر پر چڑھ کر ہو، کرسی پر بیٹھ کر ہو، سجدہ میں ہو، میدان میں ہو، گاڑی میں بیٹھ کر ہو، موٹر میں ہو، تقریر میں لاؤڈ سپیکر استعمال کیا جائے وغیرہ یہ تمام ذرائع ہیں اور چونکہ یہ ذرائع اشاعت دین کے لیے ہیں لہٰذا یہ مقدمہ دین ہیں۔

یا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: "فاذکرو اللہ ذکرا کثیرا"۔

اب یہ کہ تنہا ذکر کریں، حلقہ میں بیٹھ کر کریں۔ زبان سے کریں، قلب و روح سے کریں، چلتے پھرتے کریں، بیٹھ کر کریں یا لیٹے ہوئے کریں، انگلیوں پر گن کر کریں یا تسبیح کے ذریعے کریں۔ تمام وسائل و ذرائع ہیں اور ذکر الٰہی مقصد ہے۔ ان ذرائع کو بدعت کہنا حصول مقصد میں رکاوٹ پیدا کرنا نہیں تو اور کیا ہے۔

"میں مسلک کے لحاظ سے دیوبندی ہوں۔ شرک و بدعت کا دشمن ہوں۔ انسان پرستی اور قبر پرستی کا دشمن ہوں، نذر نیاز کھانا، مقررہ اوقات پر عرس کرنا، غیروں کے مال پر نظر رکھنا، میرے مسلک کے خلاف ہے میرا مسلک یہ ہے کہ دائیں ہاتھ میں کتاب اللہ، بائیں ہاتھ میں سنت رسول اللہ ﷺ اور سامنے سلف صالحین کی اختیار کردہ صراط مستقیم اور بس۔ امور کشفیہ کا اعتبار ہوگا جب کتاب و سنت سے متصادم نہ ہوں ورنہ القائے شیطانی ہوگا۔ میرا سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ ہے جس میں روح سے بھی فیض لیا جاتا ہے۔ مگر روح سے فیض لینے سے مراد وہ نہیں جو جہلا سمجھتے ہیں بلکہ روح سے کسب فیض کی حقیقت گذشتہ کسی باب میں بیان ہو چکی ہے ہاں مبتدی کے لیے روح سے فیض حاصل کرنا محال ہے۔

میں "تصور شیخ" کا حامی نہیں اور ہمارے سلسلہ میں اس کی کوئی گنجائش نہیں۔

وظائف لسانی میں ہمارے ہاں سب سے بڑا وظیفہ تلاوت قرآن مجید ہے۔ پھر استغفار اور درود شریف حلقہ ذکر میں صرف اللہ ہو کا ذکر کرایا جاتا ہے یا ہر مقام پر آیات قرآنی کا وظیفہ بتایا جاتا ہے۔ سیر کعبہ میں لبیک اور فنافی الرسول ﷺ میں درود شریف۔ باقی تمام منازل سلوک میں سوائے اسم اللہ کے کوئی دوسرا ذکر نہیں بتایا جاتا۔

رفقاء کو جمع کر کے توجہ کرنا، سانس کے ذریعے ذکر کرنا وغیرہ مقصود نہیں سمجھتا بلکہ وسیلہ اور مقدمہ مقصود کا سمجھتا ہوں۔ نہ خود حلقہ بنانا دین ہے نہ توجہ کرنا ہی دین ہے۔ نہ صرف ناک سے سانس لینا ہی دین ہے، ہاں یہ مقدمات دین ہیں۔ ہمارے سلسلہ میں ان اوراد و وظائف کی قطعی کوئی گنجائش نہیں جو سنت سے ثابت نہ ہوں۔ ہمارے اختیار کردہ وظائف و معمولات میں سے اگر کسی چیز پر بدعت کا اطلاق ہوتا ہے تو ثبوت پیش کیجیے۔ کتاب و سنت کی واضح تعلیمات ہمارے سامنے ہیں ان ہی کو مشعل راہ، مصدر ہدایت اور معیار ہدایت سمجھتے ہیں اور بس۔

دوسرا اعتراض:

اظہارِ کشف والہام جائز نہیں:

یہ بات یونہی مشہور ہو چکی ہے کہ امور کشفیہ کو ظاہر نہ کیا جائے۔ عوام تو کیا خواص تک اس اظہار کو حرام سمجھتے ہیں۔ اور اس پر تنکیر کرتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اول اظہار علم سلوک ضروری ہے بطور اظہار نعمت کے۔ دوم یہ کہ سلوک دین کا شعبہ ہے اور اظہار دین ضروری ہے سوم یہ کہ اظہار کی ضرورت انکار کے مقابلے میں ہوتی ہے اور انکار حد سے گذر چکا ہے اور یہ شعبہ دین کا انکار ہے اس لیے اظہار ضروری ہے۔

Marfat.com

تحدیث نعمت اور اظہارِ دین:

تحدیث نعمت از روئے حکم باری تعالیٰ ضروری ہے صاحب تفسیر مظہری نے واما بنعمة ربك فحدث میں فرمایا کہ صوفیا کرام کے اس اظہار پر تنکیر نہ کی جائے اور ارشاد الطالبین میں مذکور ہے کہ:

"فمن انكر علی هٰئولاء الرجال فی مثل هذه المقال فكانه انكر هذه الاية"۔

"جس نے اس قسم کی باتوں میں صوفیا کا انکار کیا گویا اس آیت قرآنی کا انکار کیا"۔

اور مشکوٰۃ باب اللباس فصل دوم میں حضرت عمر بن شعیبؒ سے روایت ہے کہ:

"قال قال رسول الله ﷺ ان الله يحب ان يری اثر نعمة علی عبده"۔

"اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کی نعمت کا اظہار کیا جائے جو بندہ پر ہوئی"۔

اور اللعمات شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ:

"ازیں جا معلوم شود کہ پوشیدہ کردن نرمت ولتمان ان وانیست وگویا موجب کفران نعمت است وہم چنیں ہر نعمتے کہ وے تعالیٰ بریدہ داد مثل وفضل، باید کہ ظہر کند تا مردم بشاشند واستفادہ نمائیند ہ ودت مصداق مماینفقون داخل شوذ"۔ ۱۲۶

"اس سے معلوم ہوا کہ نعمت کا چھپانا جائز نہیں گویا یہ نعمت کی ناشکری ہے۔ اسی طرح وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے بندہ پر فرمائی مثلاً علم اور فضیلت (خواہ علم ظاہری ہو یا باطنی) اس کا اظہار ضروری ہے تا کہ لوگ واقف ہو جائیں اور

Marfat.com

اس سے فائدہ اٹھائیں اور وہ قرآن مجید کی آیت ''جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں'' کے مصداق میں داخل ہو جائے''۔

فائدہ: اظہار کمالات باطنیہ برائے فائدہ خلق جائز اور چھپانا ناجائز اور چھپانے والا ماخوذ ہوگا۔ مدار نیت پر ہے اور تفسیر جمل میں اسی آیت کے ضمن میں مذکور ہے۔

''والذالك لجاهل ان بين نفسه حتى يعرف فيقتبس منه لم يكن من باب التزكيه''۔ [۱۲۷]

''اسی وجہ سے گمنام آدمی کے لیے جائز ہے کہ اپنے آپ کو ظاہر کرے کہ لوگ اس کو پہچان کر اس سے فائدہ اٹھائیں۔ تو اس کا اپنے اوصاف بیان کرنا فخر میں داخل نہ ہوگا''۔

اور تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ:

''قال اجعلنى على خزائن ...... مدح نفسه ويجوز للرجل ذلك اذا حل امره للحا''۔ [۱۲۸]

''مجھے خزانوں پر مامور کر دے۔ (حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ فرمانا) اپنی مدح کا بیان ہے اور آدمی کے لیے ایسا اظہار اور مدح جائز ہے جب لوگوں کو ضرورت ہو اور اس کا کمال پوشیدہ ہو''۔

اور اسی آیت کے تحت تفسیر جمل میں ہے کہ:

''اما اذا قصد تزكية النفس ومدحها لا يصال الخير والنفع الى الغير فلايكره ذلك ولا يحرم بل يجب عليه ذلك مثاله ان يكون بعض الناس عبده علم نافع ولا يعرف به فانه يجب عليه ان يقول انا عالم''۔

Marfat.com

''اگر کوئی شخص اپنی تعریف محض لوگوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے کرتا ہے تو یہ نہ مکروہ ہے نہ حرام۔ بلکہ اس کا اظہار واجب ہے مثلاً ایک آدمی کے پاس علم ہے۔ اور نافع علم اور لوگوں کو اس کی واقفیت نہیں تو اس پر واجب ہے کہ یہ اعلان کرے کہ میں اس علم کا عالم ہوں''۔

عدم اظہار مشروط بہ شرط ہے:

جو شخص اظہار میں فخر سمجھتا ہو یا اس اظہار سے ایسا فائدہ اٹھانا چاہتا ہو جو شرعاً حلال نہیں تو اس کا اظہار خودنمائی اور فخر میں داخل ہوگا اور یہ ناجائز ہے۔

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ایک قانون کی نشاندہی کی ہے:

"ومن هذا يؤخذ الامر بكتمان النعمة متى يوجد ويظهر كما ورد فى حديث اعلىٰ قضاء الحوائج بكتمانها فان كل ذى نعمة محسود"۔ ۱۲۹

''اس سے معلوم ہوا کہ نعمت کا اس وقت تک کتمان ضروری ہے جب تک وہ ظاہر ہو کر وجود میں نہ آ جائے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اپنی حاجتوں کی امداد انہیں (پورا ہونے تک) پوشیدہ رکھ کر کرو کیونکہ ہر صاحب نعمت محسود ہوتا ہے''۔

فائدہ: اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ پر انعام کرنا چاہتا ہے اور اس بندہ کو بذریعہ کشف والہام مطلع فرما دیتا ہے تو جب تک وہ انعام حاصل نہ ہو جائے اظہار نہ کرے شاید وہ نعمت روک لی جائے۔

۲۔ جس پر انعام زیادہ ہوگا اس کے حاسد بھی اسی نسبت سے بہت ہوں گے۔

Marfat.com

۳۔ وہ اسرار ورموز جو اللہ تعالیٰ اور ولی اللہ کے درمیان خاص ہیں اور ان کے اظہار سے مخلوق کو کوئی فائدہ نہیں بلکہ اظہار فتنہ مخلوق کا سبب بنے تو ان کا اظہار صحیح نہیں۔ ان امور کو ظاہر نہ کرے تاکہ صاحب اسرار بن جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ کمال خواہ کسی قسم اور کسی درجے کا ہو ظاہر ہو کر ہی رہتا ہے۔

نیکو روی تاب مستوری ندارد

چو بندی درز روزن سر برآرد

اگر اظہار نہ ہو تو حق و باطل میں تمیز کیسے ہو۔ حقیقی صوفیا اور بے معنی مدعیان تصوف میں فرق کیونکر ظاہر ہو لوگوں کو کیسے معلوم ہو کہ صحیح اسلامی تصوف کیا ہے؟ عوام کی تو یہ حالت ہے کہ ہر دیوانے کو مجذوب سمجھنے کے لیے تیار ہیں اور مدعیان تصوف میں سے جسے چاہیں قطب زماں سمجھتے ہیں۔

تیسرا اعتراض:

جب سماع موتیٰ ممکن ہی نہیں تو ان سے رابطہ کیونکر قائم کیا جا سکتا ہے؟

اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ اصول پیش نظر رہے کہ جو معارف یا کمالات علمی روح اس دنیا میں رہ کر حاصل کرتی ہے وہ بعد از مفارقت بدن اس سے سلب نہیں کیے جاتے بلکہ ان مکسوبہ علوم و معارف میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے اور روح کے ادراکات وسیع ہو جاتے ہیں۔ ہاں روح سے وہ افعال و اعمال سلب ہو جاتے ہیں جو بدن کے وسیلہ سے کرتی تھی۔ دنیا میں روح مادی کانوں، آنکھوں اور زبان کی محتاج تھی کیونکہ مادیات کو سنانا اور دکھانا وغیرہ مقصود تھا۔ جب مادہ سے مفارقت ہوئی تو

Marfat.com

مادی آلات سلب ہو گئے۔ مگر روح میں بولنے، سننے اور دیکھنے کی قوت باقی رہی۔ یہ روح کی ذاتی صفات ہیں۔ پس روح زندہ ہے، کلام کرتی ہے دیکھتی ہے، سنتی ہے کلام کا جواب دیتی ہے۔

یہ ایک اتفاقی مسئلہ ہے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء میں مفصل بحث فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"قلب المؤمن لایموت وعلمہ عندالموت لا یمحی وصفاء ہ لایکدر"۔ ۱۳۰

"مومن کا قلب نہیں مرتا۔ اس کا علم اس سے سلب نہیں کیا جاتا۔ اس کی صفائی کو مکدر نہیں کیا جاتا"۔

دوسرے یہ بات کہ سماع موتی کا مسئلہ کشف سے تعلق رکھتا ہے اور اس میں گفتگو کا حق بھی اصحاب کشف کو ہے جیسا کہ صاحب کشف الاستار نے وضاحت فرمائی ہے۔

"واعلم ان اعلی الکلام واقصی المرام ان ھذہ المسئلۃ لیست مما یبحث فیہ الفاظ وینقل انقل النقالون بل ھومن النکشاف الصفاتی الذی یکشفہ اللہ تعالٰی علی بعض اولیاء"۔ ۱۳۱

"خوب سمجھ لو کہ بہترین بات اور منتہائے مقصود یہ ہے کہ (سماع موتی) کا مسئلہ اس قبیل سے نہیں کہ لفظوں سے کھیلنے والے اس بحث میں پڑیں یا محض نقل کرنے والے اسے نقل کر دیں بلکہ یہ تو انکشاف صفاتی سے ہے جسے اللہ تعالٰی اپنے بعض اولیاء پر منکشف فرماتے ہیں"۔

Marfat.com

فائدہ: اس سے یہ مراد نہیں کہ کشف کوئی مستقل دلیل شرعی ہے مگر جب دلیل قطعی کے مطابق ہو تو صاحب کشف کے لیے یقینی حجت ہے۔

بعد موت جسمانی روح کا علم اور حافظہ موجود رہتا ہے۔

"قال تعالیٰ قیل ادخل الجنة قال یلیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین"۔

"ارشاد ہوا کہ جا جنت میں داخل ہو۔ کہنے لگا کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے پروردگار نے مجھے بخش دیا اور مجھے عزت داروں میں شامل کر دیا"۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ قوم نے جو سلوک اس مرد مومن کے ساتھ کیا تھا وہ اسے یاد تھا۔ اس نے یہ بات بھی اظہار افسوس کے طور پر کی۔

روح سنتی بھی ہے:

"قال تعالیٰ واذا قال ابراھیم رب ارنی کیف تحی الموتی ...... قال فخذ اربعة من الطیر فصر ھن الیك ثم اجعل علی کل جبل منھن جزءً ثم ادعھن یاتینك سعیا"۔

"اس وقت کو یاد کرو جبکہ ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے پروردگار مجھ کو دکھلا دیجیے۔ آپ مردوں کو کس کیفیت سے زندہ کریں گے۔ ارشاد ہوا۔ اچھا تم چار پرندے لو۔ پھر انہیں پال کر اپنے لیے ہلا لو۔ پھر ہر پہاڑ پر ان میں کا ایک ایک حصہ رکھ دو۔ پھر ان سب کو بلاؤ دیکھو تمہارے پاس سب دوڑتے چلے آئیں گے"۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں معتزلہ کا رد ان الفاظ سے فرمایا:

"ومما دلت الاية على حصول فهم النداء والقدرة على السعي لتلك الجزاء حال تفرقها كان دليلا قاطعا على ان البنية ليست شرطا للحياة"۔ (تفسیر کبیر)

"آیت اس حقیقت پر دال ہے کہ پرندوں کے اجزا نے آواز کو سنا، سمجھا اور چلنے پر قادر ہوئے باوجود اس بات کے کہ متفرق اجزاء تھے پس یہ آیت اس امر پر دلیل قاطع ہوئی کہ حیات کے لیے وجود صحیح کا ہونا شرط نہیں"۔

آیت اپنے مفہوم کے اعتبار سے واضح ہے۔ روح کے سماع میں تو اختلاف ہے ہی نہیں۔ اختلاف اس بات میں ہے کہ بدن سنتا ہے یا نہیں۔ نکیرین کے سوال و جواب کے وقت اعادہ روح کا کیا جاتا ہے جو احادیث متواترہ سے ثابت ہے پس اختلاف اس میں ہے کہ نکیرین کے سوال و جواب کے بعد بدن سنتا ہے یا نہیں؟

سوال و جواب نکیرین کے وقت عود روح الی البدن:

"قال شيخ الاسلام الاحاديث الصحيحة المتواترة تدل على عود الروح الى البدن وقت السوال و سوال البدن بلا روح قول قاله طائفة من الناس وانكره الجمهور"۔ ۱۳۲

"شیخ الاسلام نے فرمایا کہ صحیح اور متواتر احادیث نکیرین کے سوال کے تحت عود روح الی البدن پر دلالت کرتی ہیں مگر ایک جماعت متواتر احادیث کی مخالفت کرتی ہے اور جمہور علماء نے اس جماعت کی مخالفت کی ہے"۔

اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"قال ابن تیمیه الاحادیث متواترة علی عود الروح الی البدن وقت السوال البدن بلا روح قوله طائفة منهم ابن الزاغونی وحکی ابن جریر وانکره الجمهور"۔ ۱۳۴

قال السلفی: عود الروح الی الجسد فی القبر ثابت علی الصحیح لجمیع الموتی وانما الخلاف فی استمرارها فی البدن"۔

وسئل عن المیت اذا سئل هل یقعد ام سئل وهو راقد فاجاب یقعد وسئل عن الروح هل تلبس الحبثة کما کانت قال نعم لکن ظاهر الخبر انها تنحل فی نصفه الاعلی"۔ ۱۳۵

''امام ابن تیمیہ نے فرمایا کہ سوال نکیرین کے وقت عود روح الی البدن کی احادیث صحیح اور متواتر ہیں۔ایک گروہ سوال بلا روح کا قائل ہے جیسا ابن الزغونی ابن جریر (اور کرامیہ) اور جمہور علماء ان کے مخالف ہیں''۔

''علامہ سلفی نے کہا کہ قبر میں عود روح الی البدن ثابت ہے اور تمام موتی کے لیے ہے اور یہی صحیح مذہب ہے اختلاف صرف روح کے بدن میں ہمیشہ رہنے میں ہے''۔

''شیخ الاسلام علامہ ابن حجر سے سوال کیا گیا کہ وقت سوال وجواب میت کو قبر میں بٹھایا جاتا ہے یا حالت فراش میں ہی سوال ہوتا ہے تو جواب دیا بٹھایا جاتا ہے۔ پھر سوال ہوا روح بدن اوڑھ لیتی ہے جواب دیا ہاں مگر احادیث میں آتا ہے کہ روح کا تعلق بدن کے حصے سے ہوتا ہے''۔

پھر چند سطور کے بعد فرمایا:

"وهی لا نزال متعلقة به وان بلی وتمزق وتقسم وتفرق"۔

Marfat.com

''اور یہ تعلق روح کا بدن سے ہمیشہ رہتا ہے اگر چہ جسم ریزہ ریزہ اور چورا چورا ہو جائے''۔

فائدہ: قبر میں میت سے سوال و جواب کے وقت روح کا تعلق بدن سے پیدا ہو جاتا ہے۔ روح کا تعلق جسم کے بالائی حصہ سے ہوتا ہے کیونکہ قلب بالائی حصہ میں ہے اور سمجھنے کا آلہ ہے۔

قبر میں انبیاء علیہم السلام کے جسم کا تعلق روح سے دائمی ہوتا ہے:

"فجاء ابوبکرؓ فکشف عن رسول اللہ ﷺ فقبلہ فقال بابی انت وامی طبت حیا ومیتا۔ واللہ الذی نفسی بیدہ لا یذیقك اللہ لموتتین"۔

اس کی شرح میں ابن حجر نے فرمایا:

"واحسن من ھذا الجواب ان یقال ان حیاتہ فی القبر لا یعقبھا موت بل یستمر حیا والانبیاء احیاء فی قبورھم"۔ ۱۳۶

''پھر حضرت ابوبکرؓ آئے۔ حضور اکرم ﷺ (کے چہرہ انور) سے کپڑا اٹھایا۔ بوسہ لیا اور کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ آپ حیات میں اور بعد حیات پاکیزہ ہی رہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے آپ کو اللہ تعالیٰ دوبارہ موت نہ دے گا''۔

''صاحب فتح الباری نے فرمایا کہ اس سے احسن جواب یہ ہے کہ کہا جائے کہ قبر مبارک میں حضور ﷺ کی زندگی ایسی دائمی ہے جس کے بعد موت نہیں اور انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہوتے ہیں''۔

فائدہ: قبر میں سوال کے وقت روح کا جو تعلق بدن سے پیدا ہوتا ہے وہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کے ساتھ دائمی رہتا ہے اس تعلق کو توڑا نہیں جاتا۔ اسی تعلق کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ اہلسنت والجماعت کا یہی مذہب ہے۔

عذاب قبر جسم روح دونوں پر ہوتا ہے:

"وانعقد الاجماع علی عذاب القبر علی الروح والجسد جمیعا"۔ ۱۳۷

اس پر اجماع امت ہے کہ ثواب وعذاب قبر روح اور جسم دونوں پر ہوتا ہے۔

"وقد حلت الاحادیث ما لایحصی علی عذاب القبر وانعقد علیه اجماع السلف"۔ ۱۳۸

"اور بے شمار احادیث عذاب قبر پر دلالت کرتی ہیں اور اس پر سلف صالحین کا اجماع ہے"۔

"الاول ان المیت حیی فی قبرہ فیعذب وھذا ھو مذھب اھل السنة والجماعة"۔ ۱۳۹

"اول یہ کہ میت قبر میں زندہ ہوتا ہے اسے عذاب دیا جاتا ہے اور یہی مذہب اہل سنت والجماعت کا ہے"۔

"احیاء الموتی فی قبورھم ومسالة منکر و نکیر لھم و عذاب القبر للکافر والفاسق کلھا حق عندنا واتفق علیه اسلف الامة"۔ ۱۴۰

Marfat.com

''قبروں میں مردوں کا زندہ ہونا۔ منکر نکیر کا سوال ہونا۔ عذاب قبر کافر اور فاسق کے لیے ہونا سب حق ہے اس پر سلف صالحین کا اتفاق ہے''۔

فائدہ: ثواب وعذاب قبر چاہتے ہیں حیات کو۔ حیات چاہتی ہے تعلق روح کا بدن سے۔ اور یہ چاہتا ہے عود روح الی الجسد کو اور عود روح متواترات سے ہے اور عذاب وثواب روح وبدن دونوں پر اجماع امت ہے اور یہی مذہب اہل السنّت والجماعت کا ہے۔

سماعِ موتیٰ پر اجماع امت ہے:

حضور اکرم ﷺ نے امت کو تعلیم دی ہے کہ جب قبرستان سے گزریں تو کہیں السلام علیکم دار قوم مؤمنین۔

"وهذا خطاب لمن يسمع ويعقل ولولا هذا الخطاب لكانوا بمنزلة خطاب المعدوم والجماد والسلف مجموعون على هذا وتوراترت الاثار منهم بان الميت يعرف بزيارة الحي له ويستبشر ثم قال والخطاب والنداء لموجود يسمع ويخطاب ويعقل ويرد وان لم يسمع المسلم الرد"۔ [141]

''یہ خطاب (سلام کہنا) اس شخص کے لیے ہے جو سنتا ہے اور سمجھتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو بمنزلہ خطاب معدوم اور پتھر کے تھا۔ (اور یہ محال ہے) سماع موتیٰ پر سلف صالحین کا اجماع ہے اور متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ میت اس زندہ کو پہچانتا ہے جو اس کی زیارت کو جاتا ہے اور خوش بھی ہوتا ہے پھر ابن کثیر نے فرمایا۔ یہ خطاب ایسے آدمی کے لیے ہوتا ہے جو سنتا ہے، سمجھتا ہے اور سلام کا جواب بھی دیتا ہے خواہ سلام کہنے والا

جواب سنے یا نہ سنے"۔

فائدہ: اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قبر سے مراد یہی گڑھا ہے اسی میں عذاب ہوتا ہے بدن اسی گڑھے میں ہے ہاں یہ برزخ کا حصہ ہے۔ جیسے انسان دنیا میں آباد ہے مگر زمین کے کسی حصہ میں آباد ہوتا ہے اسی طرح میت برزخ میں ہے مگر کسی حصے میں ہے اور وہ حصہ قبر ہے جس میں مدفون ہے۔

سوال: اگر قبر سے عالم برزخ مراد نہ لیا جائے بلکہ یہ گڑھا مراد ہو تو کئی حدیثوں کی تکذیب لازم آئے گی۔

مثلاً جس میت کو درندے کھا گئے، پانی میں ڈوب گیا، آگ میں جل گیا تو اس کی قبر کہاں۔ پس قبر کے ایسے معنی عام لیے جائیں جس میں تمام افراد شامل ہوں، نیز رسول اللہ ﷺ نے شب معراج میں کسی کو خونی نہر میں معذب پایا کسی کو تنور میں وغیرہ حالانکہ وہ قبر میں نہ تھے۔

"انما اضيف العذاب الى القبر لكون معظمة يقع فيه
ولكون الغالب على الموتى ان يقبروا"۔

"عذاب کی نسبت قبر کی طرف بوجہ اکثریت کے کی گئی ہے کہ اکثر قبر ہی میں عذاب ہوتا ہے۔ اور غالب حکم یہی ہے کہ میت کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے"۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ قبر میں دفن کرنا ایک قانون ہے۔ اس کے خلاف واقعہ شاذ ہوگا جو قانون کو توڑ نہیں سکتا۔

پانی میں ڈوب جانے کے متعلق قرآن مجید نے بتا دیا کہا اغرقوا فادخلوا نارا فرعونی غرق کیے گئے اور فوراً آگ میں داخل کر دیے گئے۔ یعنی جہاں بدن کے ذرات ہوں

Marfat.com

گے ان سے روح کا تعلق عذاب وثواب کے لیے لازمی ہوگا۔

آگ میں جل جانے کے متعلق بخاری میں صاحب وصیت کا واقعہ موجود ہے جس نے وصیت کی تھی کہ میرے جسم کو جلا دیا جائے۔ راکھ کو پانی میں پھینک دیا جائے کچھ ہوا میں اڑا دی جائے وغیرہ اللہ تعالیٰ نے اجزا کو جمع کر کے زندہ کیا اور سوال کیا۔......الخ

......زندہ کرنا بتاتا ہے کہ سوال وجواب کے وقت بدن میں روح آ جاتی ہے۔ صاحب وصیت کی روح تو زندہ تھی۔ پھر ذرات کا جمع کرنا اور زندہ کرنا بتاتا ہے کہ روح کا تعلق بدن سے قائم کیا گیا ہے۔ رہا یہ امر کہ شب معراج میں حضور ﷺ نے روح کو معذب پایا نہ کہ جسم کو تو ثابت کیا جا چکا ہے کہ روح اور جسم دونوں کو عذاب ہوتا ہے۔ اور روح جہاں بھی ہو اس کا تعلق بدن سے رہتا ہے۔ شب معراج میں برزخ میں روح کو معذب دیکھنے سے جسم کے عذاب کی نفی کیسے لازم آئی۔ خوب سمجھ لو کہ اگر بدن کو عذاب نہ ہوتا تو اعادہ روح کی حاجت نہ تھی۔ روح جہاں ہوتی عذاب ہو جاتا۔ اور یہ کہ قبر سے گڑھا مراد ہے ورنہ تعاد الروح الی جسدہ بے فائدہ ہے یعنی روح تو پہلے برزخ میں تھی۔ پھر اعادہ برزخ سے برزخ کی طرف کیونکر ہوا۔

سوال: انك لاتسمع الموتی اور وما انت بمسمع من فی القبور میں کفار کو حقیقی موتی سے تشبیہ دی گئی ہے جو حقیقی معنوں میں موتی ہیں۔ ان سے تو نفی سماع یقیناً ثابت ہوتی ہے۔

الجواب: اس سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ میت پر حقیقی معنی موت کا اطلاع ہو جائے اور ہونا بھی چاہیے۔ رہا لاتسمع کا معاملہ تو یہ حقیقی معنوں پر محمول نہ ہوگا بلکہ مجاز مراد لیا جائے گا۔ قاعدہ ہے کہ مشبہ کو مشبہ بہ سے ایک وصف مشہورہ میں، جو مشبہ بہ کو لازم ہے

Marfat.com

تشبیہ دی جاتی ہے تشبیہ کی حقیقت یہ ہے کہ افتراك الشیئین فی وصف ھو لازم لا حدھما اومشھوربہ جیسے زید اسد۔ یہاں کفار کو وصف موت میں تو تشبیہ نہیں دی گئی۔ کیونکہ وصف دونوں میں مشترک نہیں کہ کفار تو حیات میں ہیں بلکہ سماع میں تشبیہ دی گئی ہے سماع میں یہ دونوں شریک ہیں لیکن سماع سے متعلق سماع مراد نہیں ہوسکتا کیونکہ سماع کی نفی کیسے مراد ہوسکتی ہے۔ لہٰذا یہاں ''اطلاق مطلق علی المقید'' ہے یعنی سماع نافع جو نفع مقید ہے مطلق سماع مراد نہیں پس آیت متذکرہ بالا میں یہ بتایا گیا ہے کہ جس طرح انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ کا مردوں کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اسی طرح ان کی تبلیغ کفار کو بھی کوئی فائدہ نہیں دیتی کیونکہ وہ موتی القلوب ہیں۔ ثابت ہوا کہ یہاں مطلق کی نفی نہیں ہورہی بلکہ اس سماع کی نفی ہے جو انسان کے لیے مفید ثابت ہو اور یہی وصف ان میں مشترک ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ''اسماع'' کی نفی ہے سماع کی نہیں۔ اس بنیاد پر بعض جدید مفسرین قرآن جو فی الحقیقت محرفین قرآن ہیں اور جو فن تحریف کتاب الٰہی میں اہل کتاب اور دیگر محرفین حضرات سے بھی سبقت لے گئے ہیں۔ یہ نکتہ نکالتے ہیں کہ ''سماع مطاوعہ ہے اسماع کا اور مطاوعہ تابع ہوتا ہے اپنے مطاوعہ کا جو اصل ہے اور فرع اپنے اصل کے مخالف نہیں ہوتا'' اس کا جواب یہ ہے کہ سماع کو اسماع کا مطاوعہ بنانا ہی غلط ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ از قبیل ترتب احد الفعلین علی الاخرمن غیر تاثیر ہے جیسے اسمعتہ فلم یسمع یاھٰدہ فلم یھتد یہ افعال ترتب احد الفعلین علی الاخر من غیر تاثیر ہیں۔

جواب ثانی: افعال انسانی دو قسم ہیں: (۱) عادیہ طبعیہ یعنی بطور عادت اور (۲) خرق

Marfat.com

عادت قسم ثانی کے افعال کا صدور انسان سے خواہ اپنے اختیار سے ہی ہو جائے ان کی نسبت انسان کی طرف نہیں کی جاتی بلکہ باری تعالیٰ کی طرف کی جاتی ہے۔ آیت بالا میں اسی حقیقت کا اظہار ہے کہ تم نہیں سنا سکتے میں سنا سکتا ہوں۔ ولکن اللہ یسمع من یشاء اور وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی اور فلم تقتلوھم ولکن اللہ قتلھم وغیرہ۔ اسی طرح اولیاء اللہ جو برزخ والوں سے کلام کرتے ہیں وہ بھی خرق عادت کے طور پر ہوتی ہے ما مور عادیہ سے نہیں ہوتی۔

سوال: کسی نے حلف اٹھایا کہ میں زید سے کلام نہیں کروں گا یا کپڑا نہیں پہناؤں گا اسے نہیں پیٹوں گا۔ اگر اس سے یہ افعال زید کی موت کے بعد صادر ہوئے تو حانث نہ ہوگا۔ کیونکہ میت میں حس نہیں۔ نہ سنتا ہے نہ مارنے سے متالم ہوتا ہے۔

الجواب: ایمان کی بنیاد عرف پر ہے عرف میں کلام کرنا، مارنا وغیرہ افعال حیات حالی سے مقید ہے مثلاً زید مر گیا، اس کی میراث تقسیم ہوگئی۔ بیوی دوسری جگہ نکاح کر گئی۔ پھر کسی نبی کے معجزہ یا ولی کی کرامت سے زندہ ہوا تو اسے نہ عورت ملے گی نہ میراث۔ کیونکہ ان کا تعلق سابقہ حیات سے تھا۔ یا مثلاً ایک کافر مر گیا، کسی نبی کے معجزہ سے زندہ ہوا، اب اگر ایمان لائے تو قبول نہ ہوگا۔ کیونکہ کفر و ایمان کا تعلق حیات سابقہ سے تھا۔ اسی طرح اس حلف کا تعلق بھی حیات معروف سے ہے۔ اس سے یہ ثابت کرنا کہ میت سنتا نہیں یا متالم نہیں ہوتا حماقت ہے۔ پھر اس استدلال کو ائمہ کرام سے منسوب کرنا ان پر بہتان ہے۔

"وما ائمتنا فھم بریئون عن انکار ھذہ الامور وانما حکموا فی الحلف بالضرب والکلام والدخول علیہ

Marfat.com

ونحوها بعدم الحنث عند وجود هذه الاشياء بالميت لكون الايمان مبنية على العرف والعرف قاض ان يهذه الموريـر اديها ارتبا طها مادام الحياة لابعد الموت فى الكلام بالميت وان كان كلاما حقيقة ويوجد فيه الاسماع والافهام لكن العرف بحكم بان المراد بقوله لا اكلمك هو الكلام حالة حياته وكذا الايلام وان كان يتحقق فى الميت لكن العرف قاض على ان المراد فى قوله لا ضربك هو ضربة حيا لاميتا"۔ ۱۴۲

''جہاں تک ہمارے آئمہ کرام کا تعلق ہے وہ ان امور کے انکار سے بری ہیں۔ انہوں نے میت کو مارنے، اس سے کلام کرنے وغیرہ افعال کی صورت میں حانث نہ ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ کیونکہ ایمان کی بنا عرف پر ہے۔ اور عرف پر ہی ان امور کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اس سے مراد حالی زندگی میں لی جاتی ہے۔ نہ کہ بعد موت اور میت سے جو کلام کی جائے اگرچہ حقیقی ہوتی ہے اور اس میں اسماع وافہام پایا جاتا ہے لیکن عرف کی رو سے اس کے قول کا تعلق کہ میں کلام نہیں کروں گا۔ حالت حیات سے ہے اور یہی صورت ایلام کے بارے میں ہے خواہ اس کا تحقق میت میں ہو جائے لیکن عرف کا فیصلہ یہ ہے کہ اس قول سے مراد کہ میں اسے نہ ماروں گا حیات سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ بعد موت سے''۔

سوال: حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت عائشہؓ سماع موتی کا انکار فرماتے ہیں آخر کیوں؟

الجواب: فاروق اعظمؓ کے مبینہ انکار کی بنیاد جس روایت پر رکھی گئی ہے اس

کی حقیقت ملاحظہ ہو:

"وكان اذا ظهر على قوم اقام بالعرصة ثلث ليال فلما كان ببدر اليوم الثالث امر براحلته فشد عليها رحلها ثم مشى واتبعه اصحابه حتى قام على شفة الركى فجعل يناديهم بهم ...... فقال عمر يارسول الله ماتكلم من اجساد لا ارواح لها قال النبي ؐ والذى نفس محمد بيده ما انتم باسمع لما اقول منهم"۔ ۱۴۳

"حضور اکرم ﷺ کی عادت مبارک یہ تھی کہ جب کسی قوم پر فتح پاتے تو تین دن رات وہاں قیام فرماتے۔ جب بدر میں تیسرا دن آیا تو سواری کا حکم دیا۔ اس پر پالان رکھا گیا۔ پھر آپ ﷺ بدر کے گڑھے کی طرف چلے گئے اور اس کنوئیں کے کنارے کھڑے ہوئے جس میں صنادید قریش کی لاشیں پڑی تھیں پھر ان کا نام لے لے کر پکارنے لگے۔ پس حضرت عمرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ ان اجساد سے کیسے کلام فرما رہے ہیں جن میں ارواح نہیں تو حضور ﷺ نے جواب دیا قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے تم ان سے زیادہ نہیں سن سکتے"۔

فائدہ: اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ عمرؓ کا سوال انکار پر مبنی نہیں تھا بلکہ دریافت مسئلہ کے لیے تھا۔ جب حضور اکرم ﷺ کا جواب سنا کہ "تم ان سے زیادہ نہیں سنتے" تو کیا عمر فاروقؓ جیسے شخص کے انکار کی کوئی گنجائش باقی رہتی ہے۔ اس کے بعد انکار تو کیا حضرت عمرؓ کے تعجب ہی کی کوئی دلیل پیش کیجیے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تعجب اس بات پر تھا کہ ان کو مرے ہوئے تین دن

Marfat.com

گزر گئے ہیں۔ نکیرین کے سوال وجواب کا وقت تو گزر چکا تو کیا اب بھی یہ لوگ سنتے ہیں؟ اس امر کی شہادت دوسری روایات سے ملتی ہے۔

"عن ابی ھریرۃ ؓ ان امراۃ سوداء کانت تقم المسجد ففقدھا رسول اللہ ﷺ فسئال عنھا بعد ایام فقیل له انھا ماتت"۔ ۱۴۴

"ابو ہریرہ ؓ سے روایت کہ ایک سیاہ رنگ کی عورت مسجد میں جھاڑو دیتی تھی۔ حضور ﷺ نے ایک روز اسے نہ پایا چند روز کے بعد اس کے متعلق پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ مرچکی ہے"۔

دوسری روایت عبداللہ بن مرزوق سے:

"فمر علی قبرھا فقال ماھذا القبر فقالوا ام محجن قال التی تقم المسجد قالو انعم وصف الناس فصلی علیھا ثم قال ای العمل وجدت افضل قالوا یارسول اللہ اتسمع فقال ما انتم باسمع منھا فذکر انھا اجابته تقم المسجد"۔

"ابن مرزوق کی روایت ہے کہ حضور ﷺ اس کی قبر کے پاس سے گزرے پوچھا یہ کس کی قبر ہے۔ عرض کیا ام محجن کی۔ فرمایا جو مسجد میں جھاڑو دیتی تھی۔ عرض کیا جی ہاں پھر صف باندھی گئی۔ نماز جنازہ پڑھی۔ پھر ام محجن سے سوال کیا تم نے کون سا عمل افضل پایا۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ کیا یہ آپ کی آواز سن رہی ہے؟ فرمایا تم اس سے زیادہ نہیں سن سکتے۔ پھر عورت نے جواب دیا مسجد میں جھاڑو دینے کے عمل کو افضل پایا"۔

فائدہ: ان احادیث سے دوام سماع کا ثبوت ملتا ہے (اگر اللہ تعالیٰ چاہے) ام محجن سے

Marfat.com

حضور اکرم ﷺ نے کئی دنوں کے بعد پوچھا کہ تو نے کس عمل کو افضل پایا تو اس نے جواب دیا۔ معلوم ہوا کہ میت سے سوال و جواب کے لیے وقت کی قید جو منکرین سماع موتی پیش کرتے ہیں غلط ہے۔ مشکوٰۃ اور الترغیب کی روایات ملانے سے یہ معلوم ہوا کہ سماع موتی کا ثبوت حضور اکرم ﷺ سے ایک صورت میں تین دن بعد اور دوسری صورت میں کئی دن بعد ثابت ہے۔ یہ ہے حضرت عمرؓ کے مبینہ انکار سماع موتی کی حقیقت اور بس۔

رہا حضرت عائشہؓ کے انکار کا سوال تو ان کی زبانی ایک روایت ملاحظہ ہو:

"قالت قال رسول الله ﷺ مامن رجل یزور قبر اخیه ویجلس عنده الااستنس به ورد علیه"۔ ۱۴۶؎

''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرے اور قبر کے پاس بیٹھے تو وہ میت اس سے مانوس ہوتا اور سلام کا جواب دیتا ہے''۔

یہ حدیث سماع موتی کے حق میں واضح ہے مگر منکرین اس پر جرح کرتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے لیکن جب اس کی شواہد مرفوع حدیثیں موجود ہیں تو یہ قوی ہوگئی جیسا:

"عن ابن عباس مرفوعا مامن احد یمر بقبر اخیه المسلم کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الا رد الله علی روحه حتی یرد علیه السلام رواه ابن عبدالبر مصححاله عن ابن عباس وعن ابی هریرة قال اذا مرالرجل بقبر یعرفه مسلم علیه رد علیه السلام۔ ۱۴۷؎

ثم قال هذا باب فیه اثار کثیرة من الصحابه"۔ ۱۴۸؎

''ابن عباسؓ سے صحت کے ساتھ مرفوعاً ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب کوئی شخص جو اپنے اس مسلمان بھائی کی قبر سے گزرے جو اسے دنیا میں پہچانتا تھا اور اسے سلام کہے تو اللہ تعالیٰ میت کی روح کو لوٹا دیتا ہے اور وہ اسے سلام کا جواب دیتا ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی آدمی کسی ایسے آدمی کی قبر سے گزرے جسے وہ پہچانتا ہو اور وہ سلام کہے تو میت اس کے سلام کا جواب دیتا ہے''۔

پھر ابن کثیر نے فرمایا کہ سماع میت کے بارے میں صحابہؓ کے بہت سے آثار منقول ہیں''۔

کتب فقہ میں عدم سماع کا ذکر باب یمین میں ہے اور یہ مشائخ کا اپنا استخراج ہے ورنہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی روایت عدم سماع کی نہیں۔ شرح وقایہ کے حاشیہ پر ترجمان حنفیت مولانا عبدالحی لکھنویؒ فرماتے ہیں:

''وبالجملة لم يدل دليل قوى على نفى سماع الميت وادراكه وفهمه وقائمه لامن الكتاب ولامن السنة بل السنة الصحيحة الصريحة دالة على ثبوتها له والحق فى هٰذا المقام ان هذا كله من تقريرات المشائخ وتوجيهاتهم وتكلفاتهم ولا عبرة بها حين مخالفتها للاحاديث الصحيحة واثار الصحابة الصريحة''۔ [۱۴۹]

''حاصل کلام یہ ہے کہ کوئی دلیل قوی، نفی سماع، میت پر یا نفی ادراک میت یا نفی فہم میت پر یا میت کے متالم نہ ہونے پر نہ قرآن کریم سے ثابت ہے

نہ حدیث نبوی ﷺ سے بلکہ احادیث صحیحہ تو سماع موتی کے ثبوت پر دال ہیں اور حق یہ ہے عدم سماع کی تمام تقریریں مشائخ کی ہیں انہی کی توجیہات اور انہی کے تکلفات باردہ ہیں۔ان تقریرات کا کوئی اعتبار نہ ہوگا جب وہ احادیث صحیحہ اور صریح آثار صحابہؓ کے خلاف ہیں''۔

فوائد: قرآن مجید میں کوئی آیت موجود نہیں جس کا مدلول عدم سماع میت ہو۔ جو آیات قرآنی سماع کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہیں وہ تاویلات باطلہ کے ارتکاب کے سوا کچھ نہیں۔ورنہ لازم آئے گا کہ حضور اکرم ﷺ کا عقیدہ اور صحابہ کرامؓ کا عقیدہ خلاف قرآن تھا۔العیاذ باللہ۔

حضرت عزیر علیہ السلام اور اصحاب کہف کے واقعہ سے عدم سماع ثابت کرنا اسی قسم کی غلطی ہے۔حالانکہ ان میں علم کی نفی مقصود ہے سماع کی نفی مراد نہیں عدم علم عدم سماع کو مستلزم نہیں۔باقی جس قدر آیات قرآنی اس سلسلے میں پیش کی جاتی ہیں ان کا مدلول عدم سماع نہیں بلکہ عدم مختاریت اور عدم الوہیت ہے۔کفار چونکہ آلہہ باطلہ کو مختار کل اور مختار بالذات سمجھتے تھے اس لیے مختاریت کی نفی کی گئی ہے۔

ان احادیث اور آثار صحابہؓ سے ظاہر ہے کہ صحابہؓ کا عقیدہ سماع موتی کے حق میں تھا۔ جمہور علماء کا بھی یہی عقیدہ تھا جیسا کہ فتح الباری کے حوالہ سے بیان کیا جا چکا ہے فقہ کے ائمہ اربعہ رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب بھی یہی ہے مولانا عبدالحی لکھنویؒ کی رائے اس سلسلہ میں قول فیصل کی حیثیت رکھتی ہے۔

تنبیہ: یہ امر خصوصیت سے پیش نظر رہے کہ سماع موتی سے مراد اہل قبور اور اولیاء اللہ کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنا نہیں بلکہ اس سے مراد وہی ہے جو احادیث میں بیان کی

Marfat.com

گئی ہے۔ ورنہ نداء غائبانہ تو شرک ہے اور قبور کو سجدہ کرنا حرام ہے۔ فاعل مختار صرف اللہ کی ذات ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء سب اس کے محتاج ہیں۔

چوتھا اعتراض:

روح سے اکتساب فیض ممکن نہیں:

یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ جو معارف اور کمالات علمی انسان نے دنیا میں حاصل کیے وہ بدن کی مفارقت کے بعد روح سے سلب نہیں کیے جاتے۔ بلکہ برزخ میں جا کر دنیا کے مقابلے میں زیادہ واضح اور وسیع ہو جاتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا دنیا کا کوئی انسان برزخ میں ارواح سے ملاقات کر سکتا ہے اور ان سے اخذ فیض کر سکتا ہے یا نہیں؟

حضور اکرم ﷺ کی ارواح انبیاء علیہم السلام سے ملاقات:

واقعہ معراج کے سلسلے میں حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ثم لقی ارواح الانبیاء فاثنوا علی ربھم"۔ ۱۵۰

"پھر حضور اکرم ﷺ نے انبیاء کے ارواح سے ملاقات کی اور ان ارواح نے اللہ تعالیٰ کی صفت وثناء کی"۔

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ:

"قال لقیت لیلۃ اسری باابراھیم وموسی وعیسٰی علیھم السلام فتذاکرونی امر الساعۃ فردوا امر ھم الی ابراھیم فقال لا علم لی بھاثم الی موسی فقال لا علم لی بھاثم

Marfat.com

الی عیسٰی الخ"۔ ۱۵۱

"حضور ﷺ نے فرمایا میں معراج کی رات حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسی علیہ السلام سے ملا۔ آپس میں قیامت کے متعلق گفتگو ہوئی۔ سب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف۔ مگر سب حضرات نے فرمایا ہمیں قیامت کے متعلق کوئی علم نہیں"۔

روح سے کسب فیض:

"فمررت علی موسی فقال بما امرت قلت امرت بخمسین صلوٰۃ کل یوم قال ان امتك لا تستطیع بخمسین صلوٰۃ کل یوم وانی واللہ قد جربت الناس قبلك وعالجت بنی اسرائیل اشد المعالجه فارجع الی ربك فسئلة التخفیف لامتك"۔ ۱۵۲

"حضور ﷺ نے فرمایا میرا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہوا۔ انہوں نے پوچھا آپ کو کس چیز کا حکم ہوا۔ میں نے کہا دن رات میں پچاس نمازوں کا۔ انہوں نے فرمایا آپ کی امت پچاس نمازوں کی طاقت نہیں رکھتی میں نے آپ ﷺ سے پہلے لوگوں کا بڑا تجربہ کیا اور بنی اسرائیل کی اصلاح میں نہایت درجے کی کوشش کی۔ پس آپ ﷺ اپنے رب کے پاس لوٹ جائیں اور تخفیف کی درخواست کریں"۔

فائدہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے حضور ﷺ بار بار لوٹ کر جاتے رہے حتی کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔

"لقیت ابراھیم لیلة اسری به فقال یا محمد اقراء امتك

منی السلام واخبرھم ان الجنة طیبة التربة وعذبة الماء

وانھا تیعان وان غراسھا سبحان الله والحمدلله ولا اله الا

الله والله اکبر"۔ ۱۵۳

''حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ معراج کی رات میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی۔ آپ نے فرمایا اپنی امت کو میرا سلام پہنچائیں۔ اور انہیں بتائیں کہ جنت پاک صاف مٹی ہے۔ پانی میٹھا ہے صاف میدان ہے اس میں باغ لگانے والے یہ کلمات ہیں سبحان اللہ'' ۔الخ

فائدہ: ان روایات سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نے ارواح انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی۔ ان کے پیغامات سنے اور ان کے مشورہ پر عمل کر کے امت کے حق میں تخفیف کرائی۔ یہ اصول پیش نظر رہے کہ جو کام حضور اکرم ﷺ نے کیا یا فرمایا، اور انکار نہیں کیا۔ یا جو کام کسی نے آپ ﷺ کے سامنے کیا اور آپ ﷺ نے پسند فرمایا۔ یا آپ ﷺ نے کسی کام کا اشارہ فرمایا، یا سوچا، یا قصد فعل کیا، یہ سب اقسام حدیث ہیں اور امت رسول کریم ﷺ کے ساتھ ہر فعل میں شریک ہے۔ جب تک تخصیص کی کوئی دلیل قائم نہ ہو جائے۔ حضور اکرم ﷺ کے ایک فعل کی تفصیل تو ہم نے بیان کر دی اب امت میں اس کی مثالیں دیکھئے۔

روح سے اجرائے فیض:

حرہ کی جنگ کے سلسلے میں سعید بن عبدالعزیز کی زبانی حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کا واقعہ سنئے۔

Marfat.com

"قال لما کان ایام الحرۃ لم یؤذن فی مسجد النبی ﷺ ثلاثا ولم یقم۔ ولم یبرح سعید بن المسب المسجد وکان لایعرف وقت الصلوٰۃ الا بھمھمۃ یسمعھا من قبر النبی ﷺ"۔ ۱۵۴

"فرمایا جو ایام حرہ میں تین دن تک مسجد نبوی ﷺ میں نہ اذان ہوئی نہ اقامت اور سعید بن المسیب برابر مسجد نبوی ہی میں رہے۔ اور انہیں نماز کے وقت کا علم صرف اس آواز سے ہوتا تھا جو نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک سے سنائی دیتی تھی۔

روح سے اخذ فیض کے متعلق علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وقال لا یدخل فی ھذا الباب مایروی من ان قوما سمعوا ردالسلام من قبر النبی ﷺ من الصالحین وان سعید بن المسیب کان یسمع الاذان من القبر لیالی الحرۃ ونحوذلک وھذا کلہ حق لیس مما نحن فیہ والامراجل من ذالک واعظم وکذالک ایضا مایری ان رجلاً جاء الی قبر النبی ﷺ وسلم فشکا الیہ الجدب عام الرمادۃ فراہ وھو یامرہ ان یاتی عمر فیامرہ ان یخرج لیستسقی بالناس فان ھذا لیس من ھذا الباب ومثل ھذا یقع کثیرا لمن ھو دون النبی ﷺ اولغیرہ من امتہ"۔ ۱۵۵

"فرمایا شرک و بدعت میں یہ چیز داخل نہیں جو روایت کی گئی ہے کہ کچھ لوگوں نے رسول کریم ﷺ کی قبر سے سلام کا جواب سنا۔ اور باقی اولیاء اللہ کی قبروں سے بھی سنا اور یہ کہ سعید بن المسیب نے ایام حرہ میں حضور

Marfat.com

اکرم ﷺ کی قبر سے تین دن اذان کی آواز سنی۔ اس قسم کے تمام واقعات حق ہیں۔ مگر میری بحث ان واقعات سے نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان سے بڑے بڑے واقعات بھی ہوئے ہیں جیسے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کی قبر مبارک کے پاس آیا اور عام رماد کی قحط سالی کی شکایت کی اس نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ آپ اسے حکم دے رہے ہیں کہ عمرؓ کے پاس جاؤ اور کہو کہ "نماز استسقاء پڑھائیں" یہ واقعات شرک و بدعت کے باب سے نہیں ہیں۔ اس قسم کے کثیر واقعات نبی اکرم ﷺ کے علاوہ آپ ﷺ کی امت کے بزرگان دین سے بھی ثابت ہیں"۔

یہ قحط سالی کا واقعہ فتح الباری میں ابن ابی شیبہ کی روایت سے باسناد صحیح مرقوم ہے۔ ۱۵۶

فائدہ: ان احادیث سے روح کا نظر آنا، کلام کرنا، روح کو علم ہونا، حالات یاد ہونا، زندہ کو سلام بھیجنا، روح سے استفادہ ثابت ہوا نبی کریم ﷺ نے ارواح انبیاء سے استفادہ کیا۔ قحط کی شکایت کرنے والے نے بیداری میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت کی۔ کلام سنی۔ حضرت عمرؓ کو پیغام دیا۔

سعید بن المسیب نے بیداری میں اذان کی آواز سنی۔

یہ ہیں روح سے کسب فیض کے سمعی دلائل۔ یہ ہے سنت رسول اللہ ﷺ جسے مسلمان بھول چکے ہیں۔ آج اس مردہ سنت کو جو شخص زندہ کرے گا وہ سو شہیدوں کا ثواب حاصل کرے گا۔ افسوس ہے ان علماء سوء پر جو تصوف و سلوک کو بدعت کہتے ہیں۔ سلوک اور باطنی فیض حاصل کیے بغیر یہ سنت زندہ نہیں ہو سکتی۔

جہاں تک ذوقی دلائل کا تعلق ہے صوفیا کافۃً اور محققین علماء ظواہر اس پر متفق ہیں کہ خواص امت کو روح سے فیض ملتا ہے۔ رہا یہ سوال کہ کیسے ملتا ہے تو اس حقیقت کا سمجھ

Marfat.com

میں آنا عارفین کاملین کا دامن پکڑے بغیر محال ہے۔اس کا تعلق ظاہری علم سے نہیں کہ کتابوں سے پڑھ کر آدمی روح سے اخذ فیض کا طریقہ سیکھ لے۔اس شعبہ میں آکر ایک عام جاہل آدمی اور عالم ظاہر بین میں کوئی فرق نہیں۔فرشتے بڑی مقدس ہستیاں ہیں۔مگر شادی کی کیفیت اور شہد کی لذت سمجھنے سے قاصر ہیں۔اس لیے من ذاق ذاق ومن وجد وجد سو روح سے اکتساب فیض کا طریقہ یہی ہے کہ کسی کامل کی شاگردی اختیار کرو۔رضائے الٰہی مقصد رکھو۔ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاؤ۔یہ نشانات راہ نظر آجائیں گے۔

پہلے بیان کر چکا ہوں کہ آدمی رضائے الٰہی کو مقصد بنا کر اور طلب صادق لے کر ہمارے سلسلہ میں آجائے تو انشاءاللہ چھ ماہ کے عرصہ میں روح سے کلام بھی کر لے گا۔روح کو دیکھ بھی لے گا۔روح علیین میں ہو اور بدن صحیح ہو تو روح کا تعلق بدن سے کس طرح ہوتا ہے۔اگر بدن صحیح نہ ہو تو ذرات جسم کے ساتھ روح کا تعلق کیسے ہوتا ہے اور یہ بھی دیکھ لے گا کہ نبی کریم ﷺ کی روح مبارک کا تعلق آپ ﷺ کے جسم اقدس سے جس صورت میں ہے، اس کی کیفیت کیا ہے اور آپ ﷺ قبر مبارک میں کس کیفیت سے زندہ ہیں۔بلکہ یہ بھی دیکھ لے گا کہ حضور ﷺ کے سینہ مبارک سے انوار کی بارش کس طرح ہوتی ہے اور ان انوار کی تاریں کس طرح مسلمانوں کے قلوب تک پہنچتی ہیں۔اور یہ فیض کی تاریں کس طرح مومنوں کے ایمان کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔

میں جانتا ہوں کہ میری ان باتوں سے بعض لوگوں کو سخت تکلیف ہوگی مگر یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ ہم عصر ایک دوسرے کے کمالات کو کب تسلیم کرتے ہیں۔بلکہ بعید نہیں کہ پیشہ ور فتویٰ باز حرکت میں آجائیں۔کیونکہ ہر زمانے میں ایسا ہوتا رہا ہے۔مگر

Marfat.com

میری غرض اظہار حق ہے اور تصوف وسلوک اسلامی کو حقیقی رنگ میں پیش کرنا ہے جسے دنیا پرست دکان داروں نے ایسا مسخ کر دیا ہے کہ اس کا پہچاننا مشکل ہو گیا ہے۔ آنے والی نسلیں انشاءاللہ تعالیٰ اس سے ضرور فائدہ اٹھائیں گی۔

پانچواں اعتراض:

اگر صوفیا عارفین رسول کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں تو صحابی ہوئے اور حضور اکرم ﷺ سے کلام کرتے ہیں تو حضور ﷺ سے جو کلام سنتے ہیں وہ حدیث ہوئی۔ پھر صحابہؓ اور ان صوفیا میں کیا فرق ہوا اور حدیث نبوی ﷺ میں اور ان سے کلام کے سلسلے میں حضور ﷺ کے فرمان میں کیا فرق ہوا؟

صحابی ہونے کی شرط:

صحابی ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں اول حیات جسمانی اور مکلّف ہونا یعنی نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ فرائض ادا کرنا اور احکام شرع کی پابندی کرنا دوم اسی عالم آب وگل میں صحبت کا شرف حاصل ہونا۔

"ولا یلزم من ذلك ان الرائی صحابی لان الشرط الرویة فی عالم الملك لا فی عالم الملکوت"۔ ۱۵۷

"اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دیکھنے والا صحابی بن جائے کیونکہ رویت کی شرط اسی عالم آب وگل کے ساتھ مختص ہے عالم ملکوت سے نہیں"۔

صوفیاء کرام کی رویت میں یہ دونوں شرطین مفقود ہیں انہیں یہ شرف صحبت عالم برزخ میں روحانی طور پر حاصل ہوتا ہے جہاں روح کا تعلق بدن سے تو ہے مگر تدبیر وتصرف کا تعلق نہیں پس صحابی ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

Marfat.com

حدیث کی حقیقت:

جو کلام رسول اکرم ﷺ نے تلقی روحانی سے اخذ کیا ہو اور جسم مادی کی زبان سے بیان فرمایا ہو وہ حدیث ہے۔ پس صوفیا کے روحانی کلام پر حدیث کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ البتہ حضور اکرم ﷺ سے صحیح حدیث کی تصدیق کرائی جا سکتی ہے۔ اور اس کی مثال موجود ہے مشکوٰۃ میں ایک واقعہ آتا ہے کہ:

ابی عیاشؓ صحابی نے لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کے فضائل بیان کیے تورات کو ایک صحابی نے حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا اور اس کی تصدیق کرائی۔

"فرای رجل رسول اللہ ﷺ فیما یری النائم فقال یا رسول اللہ ان ابا عیاش یحدث عنك كذاو كذا قال صدق ابو عیاش"۔ ۱۵۸

''ایک شخص نے خواب میں حضور اکرم ﷺ کو دیکھا اور عرض کیا حضور ﷺ ابوعیاشؓ کلمہ لا الہ الا اللہ الخ کا ثواب اس طرح بیان کرتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا اس نے سچ کہا''۔

فائدہ: خواب میں تصدیق شدہ حدیث کو کتب حدیث میں داخل کیا گیا ہے مگر یہ تصدیق اس حدیث کی تھی جو آپ دنیا میں بیان فرما آئے تھے۔ اس تصدیق سے مزید تاکید اور تائید ہوگئی۔ برزخی حدیث سے کوئی نیا حکم ثابت نہ ہوگا۔ سابقہ احکام کی تائید و تصدیق ہو سکتی ہے اور صوفیا بھی یہی کرتے ہیں اور بیداری کے عالم میں تصدیق کرا لیتے ہیں۔

صوفیا کرام میں جو اصحاب کشف ہوتے ہیں وہ صحیح حدیث کی پہچان ایک اور طریقہ سے

بھی کر لیتے ہیں وہ یوں کہ صحیح حدیث جب پڑھی جائے تو اس کے ساتھ انوار ہوتے ہیں اور موضوع حدیث کے ساتھ ظلمت نکلتی ہے اور اہل کشف کو وہ انوار اور ظلمت نظر آتے ہیں اس طرح صوفیا کرام کسی حدیث کی صحت وعدم صحت میں تمیز کر سکتے ہیں۔

چھٹا اعتراض:

خلافت راشدہ کے دور میں انتخاب خلیفہ کے بارے میں صحابہؓ کا اختلاف ہوتا رہا۔ پھر جنگ جمل اور صفین میں فتنوں کے دروازے کھلے تو صحابہؓ نے حضور اکرم ﷺ کی روح پر فتوح سے دریافت کر کے یہ مسائل کیوں نہ حل کر لیے۔ نیز صحابہؓ سے اس قسم کے واقعات منقول نہیں جو چیز صحابہؓ کو حاصل نہیں تھی وہ صوفیا کو کیونکر حاصل ہو گئی ہے۔

الجواب: اس اعتراض کے دو حصے ہیں۔ پہلے ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ صحابہؓ نے یہ مسائل کیوں نہ حل کر لیے۔

قرآن کریم نے مسئلہ خلافت بیان فرمایا۔ خلفاء کے اوصاف بھی بیان فرمائے مگر خلیفہ کی تعین نہیں فرمائی۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے خلافت کے متعلق کئی باتیں بطور پیشین گوئی بیان فرمائیں۔ خلفاء کے اوصاف بیان فرمائے مگر خلفاء کے نام نہیں گنوائے۔ اسی طرح آنے والے فتنوں کے متعلق حضور ﷺ نے بیان فرمایا۔ دجالوں، کذابوں اور مدعیان نبوت کا ذکر فرمایا مگر کسی کا نام نہیں لیا۔ یعنی حضور ﷺ نے اپنی اس دنیا کی زندگی میں خلافت کا مسئلہ نہ حل فرمایا نہ صحابہؓ نے اس کا حل دریافت کیا نہ آنے والے فتنوں کا حل صاف صاف آپ ﷺ نے فرمایا نہ صحابہؓ نے دریافت کیا۔ اب

فرمایئے کہ جو مسئلہ اس کی اہمیت کے باوجود حیات نبوی ﷺ میں صحابہؓ نے حل نہ کرایا بعد وفات اس کے متعلق استفسار کیا معنی رکھتا ہے؟

اب اس کی حقیقت سمجھیں۔ عین حیات میں ان مسائل کے حل نہ بتانے کی وجہ یہ ہے کہ واقعات قبل از وقوع حل نہیں کیے جاتے۔ خلیفہ کا مقرر کرنا امت کا اپنا فرض ہے۔ تقاضائے وقت کے مطابق فتنوں کا بند کرنا بھی ان کا اپنا فرض ہے ہاں حل کے طریقے خود اللہ تعالیٰ نے اور رسول کریم ﷺ نے بتا دیئے۔ مسلمان اس امر کے مکلّف ہیں کہ اپنے اختیار اور صلاحیتوں کو ان طریقوں کے مطابق کام میں لائیں جو خدا اور رسول ﷺ نے بتا دیئے ہیں۔ اس اعتراض کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ صحابہؓ سے اس قسم کے کشف کے واقعات منقول نہیں تو اس کا جواب سنیئے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے صدیق اکبرؓ کے دفن کا واقعہ تفصیل سے لکھا ہے جب تجہیز و تکفین سے فارغ ہوئے تو صحابہؓ نے چارپائی اٹھائی اور اس حجرہ کے دروازہ پر رکھ دی جس میں نبی کریم ﷺ مدفون تھے۔

"لما حمل جنازۃ الی باب قبر النبی ﷺ ونودی السلام علیك یارسول اللہ ھذا ابوبکر بالباب۔ فاذلباب قد انفتح واذا ھاتف یھتف من القبر ادخلوالحبیب الی الحبیب"۔ ۱۵۹

"جب حضرت ابوبکرؓ کا جنازہ اٹھا کر قبر النبی ﷺ کے دروازے کے سامنے رکھا گیا اور آواز دی گئی۔ السلام علیک یارسول اللہ یہ ابوبکر دروازہ پر ہے۔ اچانک دروازہ کھل گیا اور قبر کے اندر سے آواز آئی۔ حبیب کو حبیب کے پاس لاؤ"۔

Marfat.com

فائدہ: جوار رسول ﷺ کے موضوع پر شیعہ کے جواب میں مکمل بحث ''رسالہ الفاروق'' میں آ چکی ہے۔ایک درجن کتابوں کے حوالوں سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ صدیق اکبرؓ روضہ رسول ﷺ میں حضور ﷺ کی اجازت سے دفن کیے گئے۔اس وقت ہزاروں صحابہ کرامؓ موجود تھے جنہوں نے یہ آواز سنی۔

فاروق اعظمؓ کے متعلق ابن کثیر اور ابن حجر نے ایک روایت بیان کی ہے کہ ایک جوان مسجد نبوی ﷺ میں رہتا تھا وہ فوت ہو گیا۔ چند روز کے بعد حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا آپ نے اس کے باپ سے تعزیت کی اور اس کی قبر پر گئے۔

"فذهب فصلى على قبره بمن معه ثم ناداء عمرؓ فقال يافتى لمن خاف مقام ربه جنتان فاجابه الفتى من داخل القبر يا عمرؓ اعطانيها ربى عزوجل فى الجنة مرتين"۔ ۱۶۰

''پس فاروق اعظمؓ اس کی قبر پر گئے۔ساتھیوں کے ہمراہ جنازہ پڑھا۔پھر اس جوان کو مخاطب کر کے آیت ولمن خاف الخ پڑھی تو جوان نے قبر کے اندر سے جواب دیا اے عمرؓ میرے رب نے مجھے جنت دو بار عطا فرمائی''۔

حضرت سعید ابن المسیبؒ کا واقعہ ہو چکا ہے آپ نے تین دن تک مسلسل مسجد نبوی ﷺ میں قیام رکھا۔اور حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک سے اذان کی آواز سن کر نماز کا وقت پہچانتے اور نماز ادا کرتے رہے۔

ایک ایسے شخص کا واقعہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ جو حضور اکرم ﷺ کی قبر مبارک پر آیا قحط سالی کی شکایت کی۔حضور ﷺ کا جواب سنا۔حضرت عمرؓ کو پیغام پہنچایا۔

Marfat.com

"عن ابن عباس قال ضرب بعض اصحاب النبی ﷺ خباء علی قبر وھو لا یحسب انہ قبر فاذا فیہ انسان بقرأ سورۃ تبارک الذی"۔ ١٦١

"ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضور کے کسی صحابیؓ نے قبر پر خیمہ لگایا اسے قبر کا کوئی خیال نہ تھا۔ اچانک کیا دیکھتا ہے کہ انسان قبر میں سورۃ تبارک الذی پڑھ رہا ہے"۔

ان پانچ روایات کو غور سے پڑھیں۔ صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ، سعید ابن المسیبؓ ایک مرد اور "کسی صحابیؓ" کے کلام بالا رواح کے نمونے پیش کیے ہیں۔ صدیق اکبرؓ کے واقعہ میں تو سننے والے ہزاروں صحابیؓ تھے جنہوں نے روح کی کلام "ادخلو الحبیب الی الحبیب" سنی اور فاروق اعظمؓ کے ساتھ ایک جماعت تھی جنہوں نے اس جوان کا جواب سنا جس نے قبر کے اندر سے حضرت عمرؓ کا نام لے کر خطاب کیا اور جواب دیا۔ کیا اب بھی شبہ ہے کہ صحابہؓ کو کلام بالا رواح نہیں ہوتی تھی؟

قصد رسول ﷺ اور کشف قبور:

حضرت عائشہؓ نے مشرکین کی اولاد کے متعلق سوال کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا:

"ان شئت اسمعتك تضا غیھم فی النار"۔ ١٦٢

"اگر تو چاہتی ہے تو میں ان کی آوازیں دوزخ سے تمہیں سنا دیتا ہوں"۔

نیز مشکوٰۃ میں حضرت زید بن ثابتؓ کی روایت موجود ہے کہ:

"فلولا ان تدافنو الدعوت اللہ تعالٰی ان تسمعکم عذاب القبر الذی اسمع منہ"۔

Marfat.com

''اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ تم دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں دعا کرتا اور اللہ تمہیں عذاب قبر سنا دیتا جو میں سنتا ہوں''۔

''ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ اگر حضرت عائشہؓ چاہتیں تو دعائے نبوی ﷺ سے بلاکسب کشف ہو جاتا اور اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ صحابہؓ دفن کرنا چھوڑ دیں گے تو دعائے نبوی ﷺ سے ہر صحابی کو کسب کے بغیر کشف ہو جاتا۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ قصد رسول ﷺ بھی سنت ہے یہاں سے ثابت ہوا کہ حضور ﷺ نے قصد تو فرمایا پس اس سنت رسول ﷺ کو زندہ کرنا عین اتباع سنت ہے۔

مدرسہ محمدیہ ﷺ :

حضور اکرم ﷺ کی ذات جامع علوم اور جامع کمالات تھی۔ آپ ﷺ کی خدمت میں اکتساب فیض کے لیے مختلف طبائع، مختلف ذہنی صلاحیتوں اور مختلف عملی قوتوں کے لوگ حاضر ہوتے تھے۔ آپ ﷺ کی صحبت میں معاش و معاد کے ہر شعبہ کے متعلق معلومات اور حقائق ملتے ہیں۔ لیکن کسی فرد واحد میں نہ تو اتنی صلاحیت اور اہلیت کا ہونا ممکن تھا اور نہ ہی حکمت و مشیت الٰہی کا یہ تقاضا تھا کہ وہ تمام علوم اور وہ سارے کمالات جو نبی کریم کی ذات اقدس ﷺ میں پائے جاتے تھے وہ کسی ایک فرد واحد کی ذات میں جمع ہو جائیں۔ اس لیے ہوا یہ کہ ہر شخص کی فطری صلاحیتوں اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق اسے حصہ ملا۔ کسی کو ایک علم سے طبعی مناسبت تھی۔ اسے اسی علم میں مہارت حاصل ہوئی۔ دوسرے کو کسی دوسرے شعبہ علم میں کمال حاصل ہوا۔ اپنے اپنے ظرف کے مطابق کسی کو کم ملا کسی کو زیادہ۔ کوئی مبلغ، کوئی مدرس، کوئی مفسر ہوا تو کوئی محدث، کوئی فقیہ بنا تو کوئی قاضی۔ کوئی اصولی تو کوئی متکلم کوئی محقق و مدقق ہوا تو

Marfat.com

کوئی صاحب کشف والہام، صوفی و عارف کوئی سپاہی کوئی جنرل، کوئی وزیر سلطنت، کوئی صدر ریاست، غرض نہ تو تمام صحابہ نے کشف والہام اور سلوک وتصوف میں یکساں مہارت حاصل کی۔ پھر حیرت ہے کہ لوگ یہ تو نہیں کہتے کہ تمام صحابہ مفسر اور محدث اور فقیہ کیوں نہیں تھے مگر یہ بات بڑی بے تکلفی سے کہہ دیتے ہیں کہ سارے صحابہؓ صاحب کشف والہام اور صوفی کیوں نہیں تھے۔

''بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است''

دوسری اصولی بات ذہن میں رکھیں کہ ہر شعبہ علم کے متعلق نبی کریم ﷺ جو تعلیم دیتے تھے وہ بنیادی اور اصولی تعلیم ہوتی تھی ان اصول وکلیات سے جزئیات اور فرعیات کا استخراج علمائے حق اور مجتہدین امت کے ذمے رہنے دیا۔ اور سنت اللہ یہی ہے کہ انبیاء کلیات ہی بیان فرماتے ہیں اور ان اصول وکلیات سے علمی و عملی مسائل اور ان کے حل تلاش کرنے کے ذرائع اور وسائل ڈھونڈ نکالنا بھی انہی لوگوں کے ذمے تھا۔ جو ان کلیات سے جزئیات کا استخراج کرنے کی صلاحیت رکھتے تھے۔

تیسری بات جو ذہن میں رکھنا نہایت ضروری ہے یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں اور صحابہؓ کے زمانے میں تمام علوم وفنون اصولی اور اجمالی شکل میں تھے ان کی تفصیل نہیں تھی۔ کسی فن کی مستقل طور پر تدوین بھی نہیں ہوئی تھی فن تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، صرف ونحو، معانی وغیرہ کوئی فن بھی مدون نہیں ہوا تھا۔ جس طرح حالات کے تقاضوں کے مطابق دوسرے علوم وفنون اپنی تمام تفصیلات اور جزئیات کے ساتھ مدون ہوتے رہے اسی طرح تصوف وسلوک کی تدوین بھی رفتہ رفتہ عمل میں لائی گئی۔ اس مقام پر تفسیر، فقہ، صرف ونحو، اسماء الرجال جب مستقل فن کی حیثیت سے مدون

Marfat.com

نہیں تھے تو اب کیوں ہوئے لیکن یہ اعتراض کرنے میں نہایت بے باک واقع ہوئے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ اور صحابہؓ کے زمانے میں علم تصوف وسلوک کا وجود نہیں تھا اب یہ ایک مستقل شعبہ علم کی صورت میں کیوں عالم وجود میں آ گیا۔ بات یہ ہے کہ دوسرے علوم وفنون کے ماہرین کی طرح صوفیا کرام نے شعبہ سلوک واحسان کے اصولوں کو بکھرا ہوا پایا تو ان کو سمیٹا ان اصولوں سے جزوی مسائل کا استخراج کیا۔ پھر اس کے حصول کے ذرائع اور وسائل تلاش کیے۔ اس طرح یہ فن بھی مدون ہو گیا۔ ہاں ان وسائل کو کوئی محقق صوفی اصل مقصد ہرگز نہیں سمجھتا۔ جس طرح عوام میں سے چوٹی کے عالم وفاضل گنے چنے افراد ہوتے ہیں۔ اسی طرح ان علماء میں سے مختلف خاص علوم میں خصوصی مہارت رکھنے والے افراد کی تعداد اور بھی کم ہوتی ہے۔ اور یہ اصول ہر زمانے میں کارفرما رہا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی ہر صحابی کو اس کے مزاج اور استعداد کے مطابق حصہ ملتا تھا چنانچہ:

"ومن ثم كان حذيفةؓ صاحب السر الذى لا يعلمه غيره حتى خص بمعرفة اسماء المنافقين وبكثير من الامور الاتية"۔ [۱۶۳]

"اسی وجہ سے حضرت حذیفہؓ صاحب اسرار تھے۔ جن اسرار کو ان کے بغیر کوئی نہیں جانتا تھا حتی کہ منافقین کے ناموں کا علم رکھنے اور اکثر آنے والے واقعات کا علم رکھنے میں مخصوص تھے۔ دوسرے صحابہؓ کو اس کا علم نہ تھا"۔

دیکھا حضرت حذیفہؓ کو کشف والہام اور علم اسرار سے وہ حصہ وافر ملا تو اور کسی صحابیؓ کو نہیں ملا تھا۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ سب صحابیوں کو صاحب السر کیوں نہیں بنایا گیا تو

Marfat.com

یہ براہ راست حکمت ومشیت الٰہی پر اعتراض ہے۔

چوتھی اصولی بات یہ ہے کہ تصوف واحسان دین کا اہم شعبہ ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ:

"اذاثبت الشیئی ثبت بلو ازمه"۔

''اور الہام وکشف کا ہونا تصوف کے لوازمات سے ہے'' ۔[۱۶۴]

اس لیے دین کو تسلیم کرنے کے ساتھ دین کے اہم جزو تصوف واحسان کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ اسے تسلیم کیا تو کشف والہام کو ماننا پڑے گا۔ کیونکہ یہ لازم وملزوم ہیں بشرطیکہ شیخ کامل ہو اور طلب صادق ہو۔ انبیاء علیہم السلام کے کمالات وہبی ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کے ہم نشینوں کو ان کی صحبت کے فیض سے وہبی طور پر بلا کسب حاصل ہو جاتے ہیں اور وہاں بھی خلوص نیت شرط ہے ورنہ انسان عبداللہ بن ابی ہی رہتا ہے۔ اور اولیاء کے کمالات کسبی ہوتے ہیں اس لیے ان کے ہم نشینوں کو ان کی صحبت کے فیض سے محنت ومجاہدہ کے بعد حاصل ہوتے ہیں۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ صوفیاء کرام مسئلہ کلام بالا روح میں سنت نبوی ﷺ اور سنت صحابہؓ کے صحیح متبع ہیں صوفیاء نے اس کے حصول کے لیے جو وسائل اور ذرائع اختیار کیے ہیں وہ نئے سہی لیکن ہیں وسائل۔ اور چونکہ ان کا مقصد محمود تھا لہٰذا ذرائع بھی محمود ہوئے کیونکہ ذرائع حکم مقاصد میں ہوتے ہیں اور اولیاء کرام کا تمام تر سرمایہ اللہ اور رسول ﷺ کی محبت ہے۔ اور زیارت رسول ﷺ دراصل محبت رسول ﷺ ہی کا ثمرہ ہے۔ تو ان محبان رسول ﷺ کو زیارت رسول ﷺ نہ ہو تو اور کسے ہو۔ ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ:

Marfat.com

"لکن اکثر منهم اذا ذکر النبی ﷺ اشتاق النبی رویة بحیث یوثرها علی اهله وولده وما له ووالده ویبدل نفسه فی الامور الخطیره ویجد مخبر ذلك من نفسه وجد اذا لا تردد فیه وقد شوهد من هذا الجنس من یوثر زیادة ورؤیة مواضع اثره علی جمیع ماذکرنا لما وقرفی قلوبهم من محبة غیر ان ذلك سریعها الشوال بتوالی الغفلة"۔ [۶۵]

"ان میں ایسے لوگ اکثر پائے جاتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کا ذکر ان کے سامنے کیا جائے تو زیارت رسول ﷺ کے مشتاق ہو جاتے ہیں اور اپنے اہل وعیال، ماں باپ اور مال واسباب کو چھوڑ کر زیارت رسول ﷺ کے لیے چل کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو سخت خطرے کے مقام میں ڈال دیتے ہیں کہ کسی طرح زیارت ہو جائے اور اس کا خبر دینے والا اس کی ذات سے وجدان صحیح ہے اور مشاہدہ کیا گیا ہے کہ اس قسم کے آدمی زیارت رسول ﷺ قبر رسول ﷺ اور ان نشانات کی زیارت جہاں حضور ﷺ بیٹھے یا کھڑے ہوئے اپنے جان مال اور اہل وعیال سے مقدم سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے دل کی گہرائیوں میں محبت رسول ﷺ پیوست ہو چکی ہے ہاں غفلت کے طاری ہونے سے یہ حالت جلد زائل ہو جاتی ہے"۔

فائدہ: زیارت قبر رسول ﷺ، محبت رسول ﷺ میں داخل ہے۔ ان مقاموں کا دیکھنا جہاں حضور اکرم ﷺ نے قدم مبارک رکھے محبت رسول میں داخل ہے۔ جب قبر رسول ﷺ کی مٹی کی زیارت محبت میں داخل ہے تو عین رسول ﷺ اور حضور اقدس

Marfat.com

ﷺ کی روح مبارک کی زیارت کرنے کی شان کیا ہوگی۔مگر یہ دولت اس وقت نصیب ہوتی ہے جب اتباع سنت رسول ﷺ کا جذبہ درجہ کمال تک پہنچ جائے۔ کیونکہ محبت رسول ﷺ کی انتہا اتباع سنت رسول ﷺ ہے۔من احب سنتی فقد احبنی جس نے میری سنت سے محبت رکھی اس نے مجھ سے محبت رکھی۔ہاں یہ محبت اس وقت زائل ہوجاتی ہے جب قلب پر غفلت کے پردے پڑ جائیں۔صوفیا نے اس غفلت کو دور کرنے کا طریقہ سکھایا۔وہ وسائل اور ذرائع بتائے جنہیں اختیار کر کے حاضری، زیارت اور کلام کا شرف بھی حاصل ہو جاتا ہے۔اور اللہ کا فضل شامل حال ہو تو اس مقام پر پہنچ کر یہ محبت کا رشتہ دائی ہوجاتا ہے۔ہمارے سلسلہ میں یہی طریقہ چلا آتا ہے۔ہمارا کہنا تو یہی ہے کہ اگر زیارت نبوی ﷺ سے مشرف ہونا، دربار نبوی ﷺ میں حاضر ہونا اور حضور اکرم ﷺ سے کلام کرنا معاذ اللہ گناہ ہے تو اس کے حصول کے لیے صوفیا نے جو ذریعہ کو اختیار کیا وہ بھی گناہ ہوگا۔اور اگر یہ گناہ نہیں بلکہ ایمان اور کمال ایمان ہے تو اس ذریعہ کو اختیار کرنا بھی دلیل ایمان ہے۔

دور صحابہؓ کے بعد کشف والہام میں اضافہ کیوں ہوگیا:

اس موقع پر یہ ایک ضمنی سوال پیدا ہوتا ہے جس کا جواب دینا ضروری ہے۔یہ ایک اتفاقی مسئلہ ہے کہ کرامات وانکشافات کا اظہار ان اولیاء کرام سے زیادہ ہوا جو صحابہ کا دور ختم ہونے کے بعد اس دنیا میں تشریف لائے۔

اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ان چیزوں کا تعلق عوام کے قوت وضعف ایمانی کے ساتھ ہے۔ایمان قوی ہو تو کشف کرامات کے صدور اور اظہار کی چنداں ضرورت نہیں۔

Marfat.com

ایمان میں ضعف آ گیا تو ایسے امور کی ضروریات زیادہ پیش آئی جو خرق عادت کی قبیل سے ہوں۔ دور صحابہؓ میں ان حضرات کے ایمان حضور اکرم ﷺ کے فیض صحبت کی وجہ سے نہایت قوی تھے۔ انہیں ان چیزوں کی ضرورت نہ تھی بعد میں ایمان کمزور ہو گئے تو اولیاء کرام سے ان اسناد کا مطالبہ ہونے لگا۔ یہ خیال رہے کہ خرق عادت امور نہ شرط ولایت ہیں نہ جز و ولایت ہاں دلائل و علامات ولایت کی حیثیت سے بطور سند عطا کیے جاتے ہیں۔

ہم یہ بیان کر آئے ہیں کہ کشف و الہام نائب وحی اور خلفاء ہیں۔ دور صحابہؓ میں جب خود وحی موجود تھی حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات آفتاب عالم تاب کی طرح برابر ضیاء پاشی کر رہی تھی تو نائب وحی کی ضروریات کیا تھی اور سورج کے مقابلے میں ان چاند ستاروں اور چراغوں، قندیلوں کی کیا ضرورت تھی۔ قاعدہ ہے کہ آفتاب کے غروب ہونے کے بعد روشنی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے مگر فوری طور پر تاریکی نہیں چھا جاتی بلکہ آہستہ آہستہ روشنی کم ہوتی جاتی ہے اور رفتہ رفتہ تاریکی بڑھتی اور پھیلتی جاتی ہے۔ یہی صورت صحابہؓ تابعین، تبع تابعین اور بعد میں آنے والے مسلمانوں کے معاملہ میں پیش آئی۔ صوفیا کرام نے بعد کی تاریکیوں میں روشنی پھیلانے کا اہتمام جاری رکھا ان کے فیض سے کہیں کوئی چراغ روشن ہوا کہیں شمع، کہیں کوئی ستارہ ابھرا، کہیں کوئی چاند نکلا، بہر حال ان کے دم قدم سے روشنی خواہ کسی درجے کی سہی موجود رہی، بہر حال ہمیں یہ بتانا مقصود ہے کہ کشف و الہام کی کمی بیشی قوت ضعف ایمان کے تناسب سے ہوتی ہے۔ اس لیے ظاہر ہے کہ دور صحابہؓ کے بعد ہی کشف و کرامات کا اظہار اصولاً زیادہ ہونا چاہیے تھا اور ایسا ہی ہوا۔

اس موضوع پر اگر تفصیلی معلومات درکار ہوں تو ہم مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ کی شواہد النبوۃ صفحہ ۱۴۷ اور فتاویٰ الحدیثیہ ۲۶۱ کے مطالعہ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔

ساتواں اعتراض:

قرأت سلسلہ مشائخ کی کوئی سند نہیں بلکہ یہ شرک ہے:

الجواب: "قال تعالٰی قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله"۔ (آل عمران)

"آپ فرما دیجیے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو۔ تو میرا اتباع کرو۔ خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے"۔

"فقال النبی ﷺ واسئلك حبك وحب من حبك وقد ورد فی اسنة ذکر للاسباب التی یتسبب بها العباد الی محبة الله تعالٰی سبحانه وسالة حب من یحبه فانه لا یحب الله عزوجل الا المخلص من عباده فحبهم طاعة من الطاعات وقربة من القربات لان من احب الشئی اکثر ذکره ودوام علیه"۔ ۱۶۶

"حضور اکرم ﷺ نے دُعا کی الٰہی میں تجھ سے تیری محبت کی درخواست کرتا ہوں اور ان لوگوں کی محبت کی درخواست کرتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتے ہیں اور حدیث میں ان اسباب کا ذکر آیا جن کو اختیار کر کے انسان محبت الٰہی تک پہنچتا ہے اور حضور ﷺ نے بھی اللہ تعالیٰ سے ان لوگوں کی محبت کی درخواست کی جن سے اللہ تعالیٰ کو پیار ہے اور ظاہر ہے

Marfat.com

کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے بندے تو وہی ہیں جو مخلص ہوں۔ پس ان کی محبت اطاعت الٰہی بھی ہے اور قرب الٰہی بھی۔ کیونکہ جو شخص کسی چیز کو محبوب جانتا ہے اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے اور اس پر مداومت کرتا ہے"۔

فائدہ: قرآن مجید کی آیت مذکورہ بالا اور احادیث نبوی ﷺ سے تین امور ثابت ہوئے۔

ا۔ ذکر الٰہی کے لیے اسباب کا اختیار کرنا اور ان اسباب کا ذکر الٰہی میں داخل ہونا۔

۲۔ اولیاء اللہ کی محبت اور ان کا ذکر اطاعت الٰہی اور قرب الٰہی میں داخل ہے۔

☆ جس چیز کو انسان محبوب سمجھتا ہے اس کا کثرت سے ذکر کرتا ہے۔

پس سلاسل اولیاء اللہ کی مشروعیت بھی ثابت ہوگئی۔

علم حدیث کی تعلیم میں متن حدیث سے پہلے جو سند پڑھی جاتی ہے اُس کا پڑھنا ثواب ہے کیونکہ حدیث نبوی ﷺ کو نبی کریم ﷺ تک پہنچانے کا واحد سبب یہی سند ہے۔ اگر سند نہ ہو تو متن حدیث بے کار ہو جائے۔ کیونکہ سچ جھوٹ کی تمیز ناممکن ہو جائے۔ جو عظمت و اہمیت فن حدیث میں سند حدیث کی ہے وہی حیثیت تصوف و سلوک میں سلاسل اور شجرہ مشائخ کے پڑھنے کی ہے۔ تصوف جسے حدیث جبرئیل علیہ السلام میں احسان سے تعبیر کیا گیا ہے اور جو خلاصہ دین اور ثمرہ عبادت ہے۔ وہ بذریعہ سلاسل ہی معلوم کیا جا سکتا ہے۔ جب سلسلہ کو اپنے شیخ سے رسول کریم ﷺ تک پہنچا دیا تو اس کے صدق و کذب کا فیصلہ کیا جا سکے گا جس طرح محدثین کرام حدیث کے صحیح ہونے کا فیصلہ دینے سے پہلے سلسلہ رواۃ کی خوب جانچ پڑتال کر لیتے ہیں۔

تاریخ حدیث میں ایک مشہور واقعہ ہے کہ امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ جب نیشاپور

تشریف لے گئے تو حافظ حدیث امام ابوذرعہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم طوسی رحمۃ اللہ علیہ نے حاضر ہو کر درخواست کی کہ ایک حدیث اپنے آباؤ اجداد کے سلسلے سے رسول کریم ﷺ تک پڑھیں۔ آپ نے پڑھ دی اور بیس ہزار کے قریب حاضرین نے اسے قلمبند کیا۔ اس کے متعلق امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ولو قری الاسناد علی مجنون لا فلق من جنونہ"

"یعنی اگر یہ سند مسلسل کسی پاگل پر پڑھی جائے تو اس کا جنون جاتا رہے گا"۔[۱۶۷]

تنبیہ: سلسلہ مشائخ میں اولیاء اللہ کے نام اس نیت سے پڑھنا کہ ان کے ذریعہ ہمیں قرب الٰہی نصیب ہو اور یہ لوگ محبت الٰہی پیدا کرنے اور سنت نبوی ﷺ کی اتباع کرنے میں سبب اور وسیلہ ہیں۔ کار ثواب ہے اور اگر کوئی شخص ان حضرات کو مؤثر، مختار، متصرف، حاضر و ناظر سمجھ کر شجرہ پڑھے تو اس نے اپنا دین برباد کیا اور عاقبت خراب کی۔

آٹھواں اعتراض:

کہا جاتا ہے کہ تصوف تواتر سے ثابت ہے جب امام حسن بصری کی ملاقات حضرت علیؓ سے ثابت ہی نہیں تو تواتر کیسے ثابت ہوا؟

الجواب: صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہ تو سب کے سب لقاء پر متفق ہیں۔ سید احمد قشاشی رحمۃ اللہ علیہ نے العقد الفرید فی سلاسل اهل التوحید میں طویل بحث کر کے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ثابت کی ہے اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لقاء پر صوفیا کا اجماع بتایا ہے۔

"والحسن البصری ینسب الی سیدنا علیؓ عند اھل السلوك

قاطبة وان کان اھل الحدیث لا یثبتون ذالك"۔ ۱۶۸

"اہل سلوک کے نزدیک امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت مکمل طور پر

حضرت علیؓ سے ثابت ہے۔اگر چہ اہل حدیث ثابت نہیں کرتے"۔

فائدہ: اہل سلوک اور اہل حدیث کے فیصلوں میں فرق اتنا ہے کہ اہل سلوک کے ہاں تو لقاء کا ثبوت قاطبہ ہے مگر اہل حدیث کا ہاں عدم ثبوت قاطبۃً نہیں۔ کیونکہ ثبوت بھی موجود ہے۔

اہل حدیث کے نزدیک ملاقات اور رویت بالاتفاق ثابت ہے ہاں صحبت طویلہ کی بالاتفاق نفی ہے اگر فیض کے لیے صحبت طویلہ کو شرط قرار دیا جائے تو پھر بھی فیض باطنی بالواسطہ کی نفی کہاں لازم آئی۔

اسی طرح سماع حدیث اور روایت حدیث میں بھی اختلاف ہے مگر راجح اور صحیح بات یہ ہے کہ سماع ثابت ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ اگر کسب فیض بالواسطہ کا اصول تسلیم کر لیا جائے تو وہ واسطہ کون سا ہے؟

جواب یہ ہے کہ حضرت علیؓ سے ملنے والے ہزاروں صحابی امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ملے تھے۔ کسی سے فیض حاصل کر لیا ہو، یہ کوئی ظاہری چیز تو ہے نہیں کہ ظاہری چیز کی نفی سے باطنی فیض کی نفی ہو جائے۔ کیونکہ عدم علم اور عدم وجدان سے عدم معلوم اور عدم موجود لازم نہیں آتا۔ جب روایت اور ملاقات بالاتفاق محدثین سے بھی ثابت ہے اور سماع حدیث بھی راجح ہے تو اس امر میں کون سی چیز مانع ہے کہ کسب فیض کی ابتدا حضرت علیؓ سے کی ہو پھر بالواسطہ ترقی کرتے چلے گئے ہوں۔

Marfat.com

اسماء الرجال سے شواہد

ا: ملاقات اور سماع:

"قال ابن سعد ولد سنتين بقايا من خلافة عمرؓ ونشاء بوادی القری و كان فصيحا ورأى عليا"۔ ۱۶۹

"خلافت فاروقؓ کے دو سال باقی تھے کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ وادی القریٰ میں پرورش پائی۔ بڑے فصیح تھے حضرت علیؓ سے ملاقات کی"۔

۲: روایت حدیث:

"روی عن ابی بن کعب وسعد بن عبادة وعمر بن الخطابؓ ولم يدركهم عون ثوبان و عمار بن ياسروابی هريرة وعثمان بن ابی العاص ومعقل بن يسار ولم يسمع منهم وعن عثمان وعلی"۔

"امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ابی بن کعبؓ، سعد بن عبادہؓ، عمر بن الخطابؓ سے روایت کی مگر ملاقات نہیں ہوئی اور ثوبانؓ، عمار بن یاسرؓ اور ابی ہریرہؓ عثمان بن ابی العاصؓ اور معقل بن یسارؓ سے روایت کی مگر حدیث نہیں سنی اور عثمانؓ اور علیؓ سے روایت کی"۔

۳: "سئل ابو ذرعه هل سمع الحسن احدا من البدريين قال

Marfat.com

راهم رویه رای عثمان وعلیا۔ وقیل سمع منهما حدیثا قال لا رای بالمدینة وخرج علی الی الکوفه والبصرة ولم یلقه الحسن بعد ذالك۔ وقال الحسن رایت الزبیر یبایع علیا وقال علی بن المدینی لم یرعلیا الا اذا کان بالمدینة"۔

"امام ابوزرعہ سے پوچھا گیا کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کسی بدری سے کوئی حدیث سنی تھی۔ کہا اصحاب بدر کو دیکھا تو تھا مگران سے حدیث نہیں سنی تھی اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو دیکھا ہے مگران سے حدیث نہیں سنی اور حضرت علیؓ کو مدینہ میں دیکھا تھا۔ پھر حضرت علیؓ کوفہ اور بصرہ چلے گئے اور امام حسنؒ کی ملاقات ان سے نہ ہوئی۔ امام حسنؒ نے کہا کہ میں نے حضرت زبیرؓ کو حضرت علیؓ سے بیعت کرتے دیکھا تھا اور علی المدینی نے کہا کہ امام نے حضرت علیؓ کو مدینہ میں دیکھا تھا"۔

فائدہ:

۱۔ ملاقات اور رویت بالاتفاق ثابت ہوئی۔

۲۔ سماع میں اختلاف ہے۔

۳۔ راجح سماع، مرجوع عدم سماع، کیونکہ ملاقات ہوئی تو سماع یقیناً ہوگا۔ کوئی بات تو سنی ہوگی۔

۴: تہذیب الکمال کے حاشیے پر یہ روایت موجود ہے:

"عن یونس بن عبید سئالت الحسن قلت ابا سعید انك تقول قال رسول الله ﷺ وانك لم تدرکه قال یا ابن اخی لقد سالتنی من شیئی ماسالنی عنه احد قبلك ولولا بمنزلتك منی ما اخبرتك۔ انی فی زمان کما تری و کان

فی زمن الحجاج۔ کل شیئی سمعتنی اقول قال رسول اللہ ﷺ فھو عن علی ابن ابی طالب غیر انی فی زمان لا استطیع ان اذکر علیا"۔

''یونس بن عبید نے کہا کہ میں نے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ آپ کہتے ہیں ''رسول کریم ﷺ نے فرمایا'' حالانکہ آپ نے حضور ﷺ کو نہیں دیکھا۔ امام نے کہا میرے بھتیجے تو نے مجھ سے ایسی بات پوچھی جو تجھ سے پہلے کسی نے نہیں پوچھی۔ اگر میرے دل میں تیری عزت نہ ہوتی تو میں تمہیں ہرگز نہ بتاتا۔ سنو! میں ایسے دور میں ہوں (آپ حجاج کے عہد میں تھے) کہ تو دیکھ رہا ہے اس لیے جو حدیث تو مجھ سے اس طرح بیان کرتے ہوئے سنے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تو وہ حدیث علیؓ ابن ابی طالب کی روایت ہوگی۔ بات صرف اتنی ہے کہ میں ایسے دور میں ہوں کہ برملا حضرت علیؓ کا نام لینے کی ہمت نہیں پاتا''۔

فائدہ: یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ دلیل مثبت، دلیل نافی پر مقدم ہوتی ہے لہٰذا یہاں سماع اور رویت کی روایات عدم سماع اور عدم رویت کی روایت پر مقدم ہوں گی۔

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ دو سال خلافت فاروقی میں پھر ۱۲ سال خلافت عثمانی میں پھر ابتدائے خلافت علوی تک مدینہ میں رہے۔ اس لیے کسی صحابی یا بدری صحابی یا حضرت علیؓ سے کوئی حدیث نہ سننا خلاف قیاس و عقل ہے۔ لہٰذا ملاقات سے سماع اور روایت بھی یقینی ہے گو دوسرا احتمال بھی ہے مگر خلاف عقل ہے اس لیے مرجوح ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"انکر جماعۃ من الحفاظ سماع حسن البصری عن علی الوجہ الاول ان العلماء ذکروا فی اصول وجوہ الترجیح

Marfat.com

ان المثبت مقدم علی النافی لان معه زیادة علم الثانی
ان الحسن ولد للسنتین یبقین من خلافة عمر باتفاق
و کانت امه خیرة مولاة ام سلمة فکانت ام سلمه تخرجه
الی الصحابة یبار کون علیه واخرجة الی عمرؓ قد عالة
اللهم فقهه فی الدین وحببه الی الناس۔ قال الحافظ
مجال الدین المزی فی التهذیب انه ای الحسن حضر
یوم الداروله اربعة عشرة سنة ومن المعلوم انه من حین
بلغ سبع سنین امر بالصلوٰة و کان یحضر الجماعة
ویصلی خلف عثمانؓ الی ان قتل عثمانؓ وعلیؓ اذا ذاك
بالمدینة فانه لم یخرج منها الی الکوفه الابعد قتل عثمانؓ
فکیف یستنکر سماعه منه وهو کل یوم یجتمع به فی
المسجد خمس مرات من حین الی ان بلغ اربع عشرة
وزیادة علی ذالك ان علیا کان یزور امهات المؤمنین
ومنهن ام سلمةؓ والحسنؓ فی بیتها هو وامه"۔ ۲۰ کے

''حفاظ حدیث کی ایک جماعت نے حضرت علیؓ سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے سماع کا انکار کیا ہے اور بعض متاخرین نے اسی انکار سے استدلال کیا ہے اور دوسری جماعت نے سماع کا اثبات کیا ہے اور میرے نزدیک یہی راجح مذہب ہے۔ اس کی کئی وجوہ ہیں۔ حافظ حیاء الدین مقدسی نے مختارہ میں اسی کو ترجیح دی ہے۔ کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی وجہ اول: علمائے اصول نے وجوہ ترجیح کے بارے میں فرمایا کہ دلیل مثبت، دلیل نافی پر مقدم ہوتی ہے کیونکہ اس کے پاس زیادہ علم ہوتا ہے۔ وجہ ثانی: حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ اس وقت پیدا

Marfat.com

ہوئے جب خلافت فاروقی کے دو سال باقی تھے۔ اور یہ مسلم ہے کہ جب
وہ سات سال کے ہوئے تو انہیں نماز کا حکم دیا گیا اور امام حسن جماعت
میں حاضر ہوتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھتے رہے جب تک
وہ مدینہ میں رہے اور شہادت عثمانؓ کے بعد ہی حضرت علیؓ کوفہ گئے پھر
حضرت علیؓ کے ساتھ پانچ وقت نماز پڑھتے تھے۔ یہ معمول سن تمیز یعنی
چودہ سال کی عمر تک رہا۔ مزید یہ کہ حضرت علیؓ امہات المومنین کی زیارت
کے لیے جاتے تھے اور ان میں ایک ام سلمہ تھیں اور حضرت ام سلمہؓ کے
ہاں امام حسن رحمۃ اللہ علیہ معہ والدہ کے رہتے تھے"۔

دلائل نقلی:

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے چند احادیث نقل کی ہیں جو امام حسن بصری
رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہیں:

۱۔ حدثنا یونس عن الحسن عن علی قال سمعت رسول الله رفع القلم عن ثلاثته"۔

۲۔ عن قتادة عن الحسن عن لعلی ان النبی ﷺ قال افطر الحاجم والمحجوم"۔

۳۔ حدثنا العوف عن الحسن عن علی ان النبی ﷺ قال نعلی یاعلی قد جعلنا الیك هذه السبعة بین للناس ...... دارقطنی۔

۴۔ عن الحسن عن علی قال الخلیة والبریة والبته، والبائن والحرام ثلاث لاتحل له حتی تنکح زوجا غیره ...... دارقطنی۔

۵۔ عن الحسن قال قال علیؓ ان وسع الله علیکم فاجعلوه صاعا من برو غیره زکوٰة الفطر ...... دارقطنی۔

Marfat.com

۶۔ عن الحسن عن علی فی مس الذکر وضوء ...... رواہ الطحاوی۔

۷۔ عن الحسن عن علی قال طوبی لکل عبد شومہ عرف الناس ولم یعرفہ الناس ...... الحلیہ۔

۸۔ عن الحسن عن علی قال کفنت النبی ﷺ فی قمیص ابیض وثوبیۃ حبرۃ۔

۹۔ قال الحافظ ابن حجر ووقع فی مسند ابی یعلی یقول ای الحسن سمعت علیا یقول قال رسول اللہ ﷺ مثل امتی مثل المطر۔

۱۰۔ عن الحسن قال شھدت علیا بالمدنیۃ وسمع صوتہ فقال ماھذا قالوا قتل عثمانؓ قال اللھم اشھدانی لم ارض۔

ان دس حدیثوں سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت علیؓ سے ملاقات ثابت ہوئی۔

تلک عشرۃ کاملۃ

"وقال ابو ذرعۃ کان الحسن البصری یوم یوبع لعلیؓ ابن اربع عشرۃ سنۃ ورأی علیاًؓ بالمدینۃ قلت وفی ھذالقدر کفایۃ ویحمل قول انا فی علی مابعد خروج علیؓ من المدینۃ"۔

''امام ابوذرعہ نے کہا جس روز حضرت علیؓ کی بیعت خلافت ہوئی امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ چودہ سال کی عمر کے تھے اور انہوں نے حضرت علیؓ کو مدینہ میں دیکھا علامہ سیوطی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ حضرت علیؓ سے امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے سماع روایت حدیث اور ملاقات کی شہادت کے لیے یہ حدیثیں کافی ہیں اور وہ قول جو عدم لقا اور عدم روایت پر دلالت کرتا ہے اس کا اطلاق دور پر ہوگا جب حضرت علیؓ مدینہ چھوڑ کر کوفہ چلے گئے''۔

Marfat.com

نواں اعتراض :

بعض لوگ کہتے ہیں کہ مشائخ کی قبروں پر یا دوسری قبروں پر جا کر ان کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا یا بیٹھنا اور ہاتھ اٹھا کر دُعا کرنا ممنوع ہے۔

سب سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ دعا کرنے کے خاص آداب ہیں اور ان آداب کا لحاظ رکھنا اتباع سنت میں داخل ہے۔

”قال النووی قال العلماء السنة في کل دعاء الدفع البلاء ان یرفع یدیه جاعلا ظهور کفیه الی السماء واذا دعا بسوال شئي وتحصیله ان یجعل کفیه الی السماء۔ (فتح الباری ۲: ۲۵۲)

”امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ علماء نے کہا ہے کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ ہر وہ دعا جو دفع بلا کے لیے ہو اس میں ہاتھ اس طرح اٹھائے جائیں کہ ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف ہو اور وہ دعا جو کسی چیز کی طلب و حصول کے لیے ہو اس میں ہاتھ اس طرح اٹھائے جائیں کہ ہتھیلیاں آسمان کی طرف ہوں“۔

اور علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

”وبسط یدیه ورفعهما حذو منکبیه اوقل یدل علی ذلك ماوقع منه ﷺ من رفع یدیه فی نحو ثلاثین موضعا فی ادعیة متنوعة“۔

”ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھا کے پھیلانا۔ میں کہتا ہوں کہ اس امر پر نبی کریم ﷺ کی وہ تیس حدیثیں دال ہیں جو مختلف قسم کی دعا کرنے کے

Marfat.com

سلسلے میں حضور اکرم ﷺ سے منقول ہیں۔

"عن سلمانؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ حیی کریم یستحیی اذا رفع الرجل الیہ یدیہ ان یردھما صفرا خائبتین رواہ الحاکم وقال صحیح علی شرط الشیخین"۔

"سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بڑا حیا دار اور سخی ہے جب بندہ ہاتھ اٹھا کر اس سے سوال کرتا ہے تو اس کے ہاتھوں کو خالی لوٹا دینے میں اللہ کو حیا آتی ہے"۔

"عن انسؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ رحیم کریم یستحیی من عبدہ ان یرفع الیہ یدیہ ثم لا یصنع فیھما خیرا"۔

"حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بڑا رحیم وکریم ہے اُسے حیا آتی ہے کہ جب بندہ اس کے سامنے ہاتھ اٹھائے تو وہ ان میں کوئی چیز نہ ڈالے"۔

"عن مالک ابن بشار قال قال رسول اللہ ﷺ اذ سئالتم اللہ فاسئلوہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ بظھورھا"۔

"مالک بن بشارؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ سے کچھ مانگو تو ہاتھوں کو اس طرح اٹھاؤ کہ ہتھیلیاں آسمان کی طرف ہوں۔ ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف نہ ہو"۔ (تحفۃ الذاکرین: ۴۲)

فوائد: ان روایات سے ثابت ہوا کہ:

۱۔ دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا مسنون ہے۔

Marfat.com

۲۔ دفع بلا کے لیے دعا کرتے وقت ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف ہونا اور طلب و حصول شی کے لیے دُعا کرتے وقت ہتھیلیاں آسمان کی طرف کرنا باتفاق علماء مسنون ہے۔

رہا یہ سوال کہ دعا کے وقت ہاتھ کیوں اٹھائے جاتے ہیں تو اس کا جواب متکلمین کی زبانی سنیے:

"فان قیل فما بال الایدی ترفع الی السماء وھی جھة العلو اجیب بان السماء قبلة الدعا تستقبل بالایدی کما ان البیت قبلة الصلوة تستقبل بالصدر والوجه"۔

(مسامرہ صفحہ ۳۰)

"اگر کہا جائے کہ دعا کے وقت آسمان کی طرف ہاتھ کیوں اٹھائے جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ جہت بلندی کی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے جہت ثابت ہوتی ہے تو جواب یہ ہے کہ آسمان دعا کا قبلہ ہے اس قبلہ کی طرف ہاتھوں کا رخ کیا جاتا ہے۔ جیسے کعبہ نماز کا قبلہ ہے اس لیے نماز میں چہرہ اور سینہ کا رخ اس طرف ہوتا ہے"۔

اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"فکذالك السماء قبلة الدعاء کما ان البیت قبلة الصلوة والمعبود بالصلوٰة والمقصود بالدعا منزة عن الحلول فی البیت والسماء (الاقتصاد فی الاعتقاد صفحہ ۲۳)

"اسی طرح آسمان قبلہ ہے دعا کا جیسے کعبہ قبلہ ہے نماز کا۔ اور نماز میں جو معبود ہے اور دعا میں جو مقصود ہے وہ اس بات سے پاک ہے کہ کعبہ یا

Marfat.com

آسمان میں حلول کرے''۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ جس طرح کعبہ کی طرف رخ کیے بغیر نماز ادا کی جائے تو نماز ادا نہیں ہوتی اور نہ ہی قبول ہوتی ہے اسی طرح جسے مانگتے وقت گدایانہ صورت بنانا پسند نہ ہو وہ لینے کے لیے کیوں لپکے؟

یہاں سے یہ ثابت ہوا کہ اگر قبر کے پاس ہاتھ اٹھا کر دعا نہ کی جائے تو مقبول نہیں۔ اگر دعا مقبول نہیں تو میت کو ثواب کس چیز کا پہنچے گا۔ گویا قبر کے پاس جا کر بغیر ہاتھ اٹھائے دعا کرنا ایک بے کار فعل ہوا۔

پس ثابت ہوا کہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا مسنون ہے اس میں قبر اور غیر قبر کی قید نہیں قبر کے پاس جا کر دعا کرنے کے سلسلے میں حضور ﷺ کی سنت فعلی ملاحظہ ہو۔

"عن عائشہؓ ثم انطلقت علی اثرہ حتی جاء البقیع فقام فاطال القیام ثم رفع یدیه ثلاث مرة ثم انحرف قال النووی فیه استحباب اطالة الدعا وتکریرہ ورفع الیدین فیه ان دعاء القائم اکمل من دعاء الجالس فی القبور۔ (مسلم ۱:۳۱۱)

''حضور رات کو جنت البقیع میں گئے تو میں بھی ان کے پیچھے چلی گئی۔ حتیٰ کہ آپ جنت البقیع میں پہنچے۔ دیر تک کھڑے رہے پھر ہاتھ اٹھا کر تین بار دعا مانگی پھر واپس چلے آئے''۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ استجاب دعائے طویل، تکرار دعا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کی دلیل ہے۔ اس بات کا ثبوت ہے کہ قبر کے پاس کھڑا ہو کر دعا کرنا بیٹھ کر دعا کرنے کی نسبت زیادہ مکمل ہے۔

Marfat.com

منکرین دعا علی القبر نے دعا کرتے وقت قبر کی طرف پشت کرنے کا نظریہ جو پیش کیا ہے اسے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر کے اپنے دعویٰ کو تقویت پہنچانے کی کوشش کی ہے اس کی حقیقت ملاحظہ ہو۔

یہ درست ہے کہ علامہ کرمانی اور ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس خیال کا اظہار کیا ہے لیکن یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ان دونوں کی رائے کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب قرار دیا جائے جب کہ امام صاحب کا اپنا قول اس کے برعکس موجود ہے۔ وھو ھذا۔

"عن ابی حنیفةؒ عن نافع عن ابن عمرؓ قال من السنة ان تاتی قبر النبی ﷺ من قبل القبلة وتجعل ظهرك الی القبلة وتستقبل القبر بوجهك ثم تقول السلام علیك ایها النبی ﷺ ورحمة الله علیه وبرکاته (مسند امام اعظم رحمة الله صفحه ۲۷)

"امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کہ ابن عمر نے فرمایا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ تم حضور ﷺ کی قبر مبارک پر قبلہ کی طرف سے آؤ پشت قبلہ کی طرف اور منہ مزار کی طرف ہو پھر کہو السلام علیک ۔ الخ

"وقال بعضهم روایت انس بن مالك اتی قبر النبی ﷺ فوقف فرفع یدیه حتی ظننت انه افتتح الصلوٰة"۔

"بعض صحابہؓ نے کہا کہ انسؓ بن مالک حضور ﷺ کے مزار پر جاتے تھے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر قبر کے پاس کھڑے ہو جاتے تھے حتیٰ کہ خیال ہوتا تھا کہ شاید آپ نے نماز شروع کر دی ہے"۔

"قال مالك فی روایة ابن وهب اذا سلم علی النبی ﷺ
ودعا یقف وجهه الی القبر لا الی القبلة۔

(شفاء فی حقوق المصطفیٰ صفحه ۲۳۵)

"امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابن وہب سے بیان کیا ہے کہ ابن وہب
جب حضور ﷺ کی خدمت میں سلام پیش کرتے تو منہ قبر مبارک کی
طرف ہوتا اور پشت قبلہ کی طرف کر کے دعا مانگتے تھے"۔

فائدہ: ان روایت سے ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب اور جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل یہی ہے کہ قبر کے پاس جاؤ تو منہ قبر کی طرف اور پشت قبلہ کی طرف ہو اور دعا مانگو۔

آخر میں علامہ شوکانیؒ کا فیصلہ ملاحظہ ہو۔

"وجرب استجابة الدعاء عند قبور الصالحين بشروط
معروفة"۔ الخ

"تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ اولیاء اللہ کی قبروں کے پاس جا کر شرائط
معروفہ کے ساتھ دعا کی جائے تو جلد قبول ہوتی ہے"۔

غرض قبر کی طرف منہ کر کے کھڑے یا بیٹھے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مسنون ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے۔ یہ خیال رہے کہ دعا اللہ تعالیٰ سے مانگنی ہے قبر سے نہیں۔

☆☆☆

Marfat.com

حرفِ آخر

Marfat.com

حرفِ آخر

"الطاعات عندنا محصورة فی نوعین التعظیم لامر الله
والشفقة علی خلق الله کما قال تعالیٰ۔
"ان الله مع الذین اتقوا والذین هم محسنون
وافضل الاعمال فی الخیرات امران المواظبة علی
الاعمال المشعرة بتعظیم المعبود والسعی فی ایصال انفع
الی الخلق۔ التعلق القلبی بشیئی مما سوی الله تعالیٰ فی
طریق العبودیة یقرب من ان یکون تعلقا بالوثن
فلذالك قال اهل السلوك هو شرك خفی وللسالکین
امران البدایة والنهایة اما البدایة فالاشتغال بالعبودیة
واما النهایة فقطع النظر عن الاسباب وتفویض الامر
کلها الی مسبب الاسباب وذالك هو المسمی بالتوکل
علی الله۔ وهذین المقامین ذکر فی قوله تعالیٰ "فاعبده
و توکل علیه" وفی هٰذه الایة تنبیه علی ان ایمان العبد
لایکمل الا عند الاعراض عن الاسباب والا قبال بالکلیة
علی مسبب الاسباب لان حب الدنیا لا یجتمع سعادة
الاخرة فبقدر مایزداد احدهما ینقص الاخر وذالك لان
الدنیا لاتحصل الا باشتغال القلب بطلب الدنیا وسعادة

الاخرۃ لاتحصل الابفراغ القلب من کل ماسوی اللہ تعالیٰ وامتلائہ من حب اللہ تعالیٰ۔ وھذ ان الامران لایجتمعان والتمرغ فی وصول الدنیا من اخلاق الھالکین۔ والاخبار وفی ذالک کثیر لان الانسان دخل فی الدنیا کالتاجر الذی یشتری بطاعتہ سعادۃ لاخرۃ الان قصد الاقصیٰ من الخلق العبادۃ کما قال تعالیٰ "وما خلقت الجن والانس الالیعبدون" والمقصد الاعلی فی العبادۃ حصول محبۃ اللہ تعالیٰ کما ورد فی الحدیث "لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ" وکل من کان قبلہ اشد امتلاء من محبۃ اللہ تعالیٰ فھو اعظم درجۃ عنداللہ لکن للقلب ترجمان وھو لسان،وللسان مصدقات وھی الاعضاء ولھذا المصدقات مزکیات۔ فاذا قال الانسان اٰمنت باللسان فقد ادعیٰ محبۃ اللہ تعالیٰ فی الجنان۔ فلابد من شھود۔ فاذا استعمل الارکان فی الاتیان بما علیہ بنیان الایمان حصل لہ علی دعواہ شھود و مصدقات فھی الاعضاء فاذا بذل فی سبیل اللہ نفسہ وما وزکی بترک ماسواء اعمالہ زکی شھود الذین صدقوا فیما قالہ فیحرر فی جرائد المحبین اسمہ ویقرر فی اقسام المقربین قسمہ والیہ اشار بقولہ تعالیٰ۔ "احسب الناس ان یترکوا ان یقولو اٰمنا وھم لایفتنون"۔

ہمارے نزدیک طاعات کا انحصار دو باتوں پر ہے اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعظیم اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر شفقت جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا اور جو احسان کرنے والے ہیں'' اور نیک کاموں میں بہترین عمل دو ہیں۔ اول ان اعمال پر مداومت جن سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اظہار ہو۔ دوم مخلوق کو نفع رسانی میں جدوجہد، عبودیت کی راہ میں غیر اللہ سے تعلق رکھنا درحقیقت بت پرستی کے زیادہ قریب ہے اس لیے اہل سلوک نے اسے شرک خفی قرار دیا ہے اور سالکین کے لیے دو حالتیں ہیں۔ ابتداء اور انتہاء۔ ابتدا عبودیت میں مشغول ہونا ہے اور انتہا اسباب سے نگاہ ہٹا لینا ہے اور تمام امور کو مسبب الاسباب کے سپرد کر دینا ہے اسی کا نام توکل علی اللہ ہے انہی دو مقامات کا بیان کتاب اللہ میں ان الفاظ میں ہوا ہے کہ اس کی عبادت کر اور اس پر توکل کر اس آیت میں تنبیہ ہے کہ اس کے بغیر انسان کا ایمان کامل ہی نہیں ہو سکتا کہ وہ اسباب سے قطع نظر کر لے اور اس کی نگاہ مکمل طور پر مسبب پر جمی رہے۔ کیونکہ حب دنیا اور سعادت اخروی کا جمع ہونا ممکن نہیں جس قدر ایک میں اضافہ ہوگا دوسری میں کمی واقعہ ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ حصول دنیا کے لیے ضروری ہے کہ دل کو طلب دنیا میں مشغول رکھا جائے اور سعادت اخروی کا حصول اس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ غیر اللہ سے دل کو بالکل خالی رکھا جائے اور اس میں اللہ کی محبت کے بغیر کچھ بھی نہ رہنے پائے اور یہ دونوں باتیں ایک وقت میں جمع نہیں ہو سکتیں اور حصول دنیا میں ہمہ تن محو ہو جانا ہلاک ہونے والوں کے اوصاف میں سے ہے اس ضمن میں احادیث واخبار کثرت سے ملتی ہیں کیونکہ انسان اس دنیا میں ایک تاجر کی حیثیت سے جسے طاعات کے بدلے سعادت اخروی حاصل کرنی ہے۔ ظاہر ہے کہ مخلوق کا منتہائے مقصود عبادت ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں آیا

Marfat.com

ہے کہ ''اور ہم نے انسانوں اور جنوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا'' اور عبادت سے محبت الٰہی کا حصول ہے جیسا کہ حدیث میں آیا کہ ''جب میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب ڈھونڈتا ہے تو میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں'' اور جس دل میں اللہ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوگی وہی اللہ کے نزدیک زیادہ قابل قدر ہوگا۔

لیکن قلب کا ایک ترجمان ہے اور وہ زبان ہے اور زبان کی تصدیق کرنے والے اعضاء ہیں اور ان مصدقات کے مزکیات بھی ہیں جب انسان زبان سے کہتا ہے ''میں ایمان لایا'' تو گویا اس نے اپنے دل میں اللہ کی محبت کے موجود ہونے کا دعویٰ کیا تو اس کی شہادت پیش کرنا لازمی ہے جب انسان اپنے اعضاء و جوارح سے ان اصولوں پر عمل کرتا ہے جو ایمان کی بنیاد ہیں تو اس نے اپنے دعوے کی شہادت پیش کر دی۔ جب اس نے اللہ کی راہ میں جان مال خرچ کیا اور ماسوی کی محبت سے اپنے اعمال کو پاک کر لیا تو اس نے اپنے شاہدوں کی صداقت کا ثبوت پیش کر دیا۔ اس وقت اس کا نام محبان الٰہی کی فہرست میں لکھا جاتا ہے اور مقربین کے گروہ میں شامل ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ:

''کیا لوگوں نے خیال کر لیا ہے کہ انہیں صرف اتنا کہہ دینے پر چھوڑ دیا جائے گا کہ ہم ایمان لائے اور انہیں آزمائش میں نہیں ڈالا جائے گا''۔

☆☆☆

Marfat.com

مکتوبِ گرامی حضرت شیخ المکرّم

بجوابِ استفسار

ایک عالم دین از افغانستان

پہلے سوال کا جواب۔

دوسرے سوال کا جواب۔

تیسرے سوال کا جواب۔

چوتھے سوال کا جواب۔

پانچویں، چھٹے، ساتویں سوال کا جواب۔

آٹھویں سوال کا جواب۔

Marfat.com

کابل (افغانستان) سے ایک عالم دین کا خط

بگرامی خدمت شیخ المکرّم حضرت مولانا کاشف اسرار شریعت وطریقت وحاوی للفروع والاصول السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دام فیوضکم وبرکاتکم علینا وعلی الناس اجمعین۔

"مجھے دلائل السلوک، دیکھنے کا بذریعہ دلاور خان موقع میسر آیا جس سے میرے دل میں نور ایمان کی لہر اٹھی اور حیران ہوگیا کہ اس دور ظلماتی اور الحادی میں ایسا ہیرا، موتی یگانہ، دریکتا، وحید الدہر اور سراج منیر اس سرزمین پاک وہند میں منور ہوا، اگر میں خود اپنی آنکھوں سے کتاب نہ دیکھتا، کوئی دوسرا آدمی زبانی ان واقعات وحالات کو بیان کرتا تو یقیناً دل قبول نہ کرتا، نہ ہی قابل قبول تھیں ظاہراً۔ گویا اہل السنّت والجماعت کا مذہب ہے کہ ان لوگوں سے زمین خالی نہیں ہوتی، مگر ایسے جامع شریعت وحقیقت ہستی کا اس دور میں پایا جانا اگر محال نہیں تھا تو یقیناً کم یاب تو تھا اور ہے۔

میں خود اس مرض کا قدیم المریض ہوں۔ طبیب قلب کا سالہا سال سے متلاشی ہوں مگر جو ملا آخروہ دکاندار ہی ثابت ہوا۔ اس لیے میری کشتی کنارے نہ لگ سکی نہ ہی مرض سے نجات ملی، اگر کوئی صورت حاضری کی میسر آئی تو حاضر خدمت ہوں گا وقت آخری ہے اور میں چند ایک معروضات پیش کر کے جواب لینا چاہتا ہوں۔

ا۔ کیا اذکار واشغال وہیئت جلسہ ذکر اور دو وقت ذکر کرنے اور مجموعی طور پر ذکر کرنے کا

Marfat.com

وجود قرون ثلثہ میں ملتا ہے۔ جو قرون مشہود بالخیر ہیں، اگر ان کا وجود قرون ثلثہ میں موجود نہ تھا تو اس کو بدعت کہنا بعید نہ ہوگا۔

۲۔ کیا نجات اخروی کے لیے اور دیگر تمام کمالات کے حصول کے لیے کتاب اللہ اور سنت رسول کافی نہیں کہ مزید اذکار و اشغال مشائخ بایں قیودات وتخصیصات اختیار کیے جائیں جب کہ انسان عامل بالکتاب والسنّت ہے۔

۳۔ کیا علم سلوک وتصوف جزو دین ہے؟ اگر ہے تو قرون ثلثہ اس سے کیوں خالی رہے؟ اگر نہیں تو اس کے حصول کا کیا فائدہ؟

۴۔ اگر علم سلوک جزو دین ہے تو اس کے حصول کے لیے ولی کامل اور مرشد کامل کو موقوف علیہ ٹھہرانا کہاں ثابت ہے اس کا حصول تو کتب تصوف اور کتاب اللہ اور سنت سے ہوسکتا ہے۔

۵۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ علم سلوک ایک باطنی علم ہے مگر حصول علم کے لیے زندہ اشخاص کافی ہیں عالم علوم باطنیہ سے حاصل ہوسکتا ہے مگر جو صوفیاء کرام اور اولیائے عظام میں مشہور ہے کہ فیض روح سے بھی ہوسکتا ہے تو اہل قبور سے کس طرح ہوسکتا ہے جب بعد الدارین ہو چکا ہے، نیز فقہا میں تو بعض سرے سے سماع موتی کا انکار کرتے ہیں۔ جب حال یہ ہے تو فیض حاصل کرنا کس طرح ہوسکتا ہے؟ اور امام صاحب کا مذہب بھی بعض عدم سماع بتاتے ہیں۔

٦۔ خدا تعالیٰ نے سوال کیے بغیر پیدائش انسانی، جنات وشیاطین قرآن میں بیان فرما دیں مگر روح کی پیدائش اور حقیقت باوجود سوال کے نہ بتائیں جس سے خوب واضح ہوتا ہے کہ روح کوئی فرشتہ اور جن سے بھی زیادہ الطف چیز ہے تو ایسی لطیف ہستی سے

فیض حاصل کرنا بہت ہی مشکل ہے، فیض کے لیے اول روح سے ہم مجلس ہو، پھر اس کو دیکھے وہ نظر آئے پھر اس سے ہم کلام ہو اس کی کلام سنی جائے پھر اس سے اخذ فیض کیا جائے، چہ جائیکہ اس سے خرقہ خلافت لیا جائے، جس کی کوئی نظیر آپ فرماتے ہیں اگر ہے تو جب عدم سماع بھی سامنے ہے۔

۷۔ کیا روح پر موت طاری نہیں ہوتی؟ قرآن میں کل نفس ذائقة الموت موجود ہے اس کلیہ سے آپ روح کو کیسے مستثنیٰ فرماتے ہیں؟ کیا روح کے لیے بھی روح ہے جب کہ حیات کا موقوف علیہ ہی روح ہے۔

۸۔ فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فنا فی اللہ اور بقاباللہ اور مراقبات کی بھی کوئی حقیقت ہے؟ صوفیاء کرام کے نزدیک اور ان کے حصول وتحصیل کی کیا صورت ہے؟ کس طرح حاصل کیا جاسکتا ہے؟ کیا وہ طریقہ آپ ہم کو لکھ کر ارسال کر سکتے ہیں؟ کہ ہم بھی ان کو حاصل کر کے خدا کے بندوں میں داخل ہو جائیں۔ آپ سے دور افتادہ ہیں، مہربانی کر کے تفصیل سے لکھیں، نیز کشف ملائکہ وجن وکشف قبور جن جن وظائف سے حاصل ہو جاتے ہیں وہ بھی مفصل لکھنا مہربانی ہوگی، میں آپ کے حلقہ کا آدمی ہوں۔

☆☆☆

خط کا جواب

حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

پہلے سوال کا جواب:

سب سے پہلے بدعت کا مفہوم سمجھ لینا چاہیے جو چیز بوجود شرعی قرون ثلثہ میں موجود تھی وہ سنت ہے اور جو حکم بوجود شرعی قرون ثلثہ میں موجود نہ تھا وہ بدعت ہے۔
اب وجود شرعی کی تفصیل سنئے: اصطلاح اصول فقہ میں وجود شرعی اسے کہتے ہیں جو بغیر بیان رسول کریم ﷺ معلوم نہ ہو سکے اور حس عقل کا اس میں دخل نہ ہو، اس شے کا وجود حضور اکرم ﷺ کے فرمان اور بیان پر ہی موقوف ہوگا۔ پھر بیان میں خواہ صراحت ہو، اشارۃً یا دلالۃً ہو یعنی بیان کی کوئی فرع پائی گئی تو اس حکم کا جواز ثابت ہوگا اور اس حکم کا وجود شریعت میں آ گیا، خواہ اس وقت اس حکم کی جنس بھی خارج میں موجود نہ ہو، چہ جائیکہ اس کا جزئیہ ضروری ہو۔ پس جس حکم کا جواز کلیۃً ثابت ہو گیا وہ حکم بجمیع جزئیات ثابت ہوگا خواہ اس کا کوئی جزئیہ بوجود خارجی قرون ثلثہ میں موجود ہو یا نہ ہو اگر اس کلیہ کا کوئی جزئیہ قرون ثلثہ کے بعد خارج میں وجود میں آیا وہ سنت میں داخل ہوگا بدعت نہ ہوگا۔

یوں تو اقسام حدیث میں قول رسول ﷺ فعل رسول ﷺ، تقریر رسولؐ حوا جس نفس رسول ﷺ، عزم رسول ﷺ، ہم رسول ﷺ، اور خواطر رسول ﷺ

Marfat.com

سب ہیں، مگر اذکار تو وہ سنت ہے جس کا ثبوت صراحۃً رسول کریم ﷺ صحابہ کرامؓ کے زمانے میں اور خیر القرون میں پایا جاتا ہے۔ اذکار و اشغال جن کی اصل کتاب و سنت میں موجود ہو اور ان کی جزئیات مشائخ نے اس اصل سے اخذ کی ہوں وہ داخل سنت ہوں گی۔ کیونکہ وسائل و ذرائع حکم مقاصد میں داخل ہیں۔

دوسری چیز یہ سمجھ لی جائے کہ تعلق باللہ، نسبت باللہ اور توجہ الی اللہ سب مامور من اللہ مامور بہ ہیں اگرچہ کلی مشکک ہے جس کا ادنیٰ درجہ مندوب ہے اور اعلیٰ درجہ فرض ہے اور سینکڑوں آیات قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ سے ان کا مامور من اللہ ہونا ثابت ہے، بلکہ تمام شریعت کا خلاصہ اجمال یہ ہے کہ مال اور اولاد سے تعلق حفاظت کا ہو اور اللہ تعالیٰ سے تعلق عبادت اور اطاعت کا ہو۔ جو شخص قرآن مجید اور حدیث شریف میں غور کرے سینکڑوں آیات و احادیث سے ان کا مامور من اللہ ہونا پائے گا اور غیر سے قلبی انقطاع کا ثبوت ملے گا۔

تیسری بات یہ سمجھ لیں کہ مامور بہ اور مامور من اللہ مقصود لذاتہ ہے اور جو چیز مامور بہ ہو اس کی تحصیل کے لیے جو ذرائع اور وسائل اختیار کیے جائیں گے یا جو طریقہ متخص کیا جائے گا، مقید کیا جائے گا وہ بھی مامور بہ ہوگا جیسے وضو کو دیکھیے مقصود لذاتہ تو نماز ہے اور نماز موقوف ہے وضو پر، لہٰذا وضو کے لیے پانی مہیا کرنا واجب ہوگا کیونکہ وہی تو وسیلہ اور ذریعہ طہارت ہے۔ اسی طرح نماز کے لیے ستر عورت فرض ہے لہٰذا لباس کا مہیا کرنا بھی فرض ہوا، لہٰذا ذکر کے سلسلے میں مشائخ نے جو وسائل اور ذرائع اختیار کیے یا جن ذرائع کو اصل مقصود کے لیے متخص کیا یا مقید کیا مؤکد یا غیر مؤکد کیا، جن پر مقصود ذاتی موقوف تھا، وہ بھی مقاصد میں داخل ہوئے، ان کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔ یہ

Marfat.com

احداث فی الدین نہیں ہوگا، ہاں احداث للدین ہوگا جس طرح طبیب ہر زمانہ اور ہر موسم میں ادویہ بدلتا اور تجویز کرتا ہے، طبیب کا اصل مقصد تو صحت بدن انسانی ہے، اسی طرح اذکار کا اصل مقصد تعلق مع اللہ اور توجہ الی اللہ ہے جس طریقہ سے حاصل ہو وہ اختیار کرنا فرض کے حکم میں داخل ہوگا۔ یا مثلاً اعلائے کلمۃ اللہ ایک مقصد ہے اور جہاد بھی اس کا ایک ذریعہ ہے، جہاد جن آلات حرب پر موقوف ہوگا ان کی تحصیل بھی فرض ہوگی۔ جیسے آج کے حالات کے مطابق توپ، ٹینک، ہوائی جہاز وغیرہ ان کو اس وجہ سے بدعت نہیں کہا جائے گا کہ رسول کریم ﷺ یا صحابہؓ کے زمانہ میں یا خیر القرون میں ان کا وجود نہیں تھا، بس تلوار، نیزہ سے ہی کام لینا سنت ہوگا۔ معلوم ہوا کہ مقصد جب اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کرنا ہے مگر اس مقصد کے حصول کے لیے حالات کے مطابق ذرائع مہیا کرنا جن پر یہ موقوف ہے وہ بھی واجب ہوگا اسے بدعت نہیں کہا جاسکتا۔

چوتھی بات یہ سمجھ لیجیے کہ حدیث جبرئیل علیہ السلام میں احسان کو جزو دین کہا گیا ہے اس لیے اس کا حاصل کرنا مسلمانوں پر واجب ہے۔ احسان صرف جزو دین ہی نہیں، بلکہ دین کی روح اور خلاصہ ہے جس نے اسے حاصل نہ کیا اس کا دین ناقص ہے، کیونکہ احسان کی حقیقت یہ بیان ہوئی ہے کہ تعبد ربك كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك حدیث میں دین کے تینوں اجزاء کا ذکر ہے۔ ایمان جو اصل ہے، اعمال جو فرع ہیں اور احسان جو ثمرہ ہے اسے چھوڑ دینا ایسا ہے جیسے ایک شخص مغرب کی نماز میں فرض کی دو رکعت پڑھ کر فارغ ہو جائے، ظاہر ہے کہ اس کی نماز نہ ہوگی، اسی طرح احسان کو چھوڑ دینا دین کے ایک عظیم جزو کو ترک کرنا ہے اس لیے دین

Marfat.com

ناقص رہ جائے گا۔

پانچویں یہ بات سمجھ لیجیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہ درجہ احسان صرف صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہو جاتا تھا، صرف فرائض کی پابندی کے ساتھ صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہوگئی تو درجہ احسان حاصل ہو گیا اور وہ بھی اس پایہ کا کہ بڑے سے بڑا ولی ایک ادنی درجے کے صحابیؓ کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا، جب آفتاب نبوت اوجھل ہو گیا تو مجاہدات و ریاضات کی ضرورت محسوس ہوئی تا کہ دین کا یہ اہم حصہ جو دین کا ماحصل کمال کا اعلیٰ درجہ اور مقصود ولذاتہ ہے حاصل ہو سکے۔

(۱) "انا سخرنا الجبال معه يسبحن بالعشي والاشراق والطير محشورة"۔

"ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ان کے ساتھ شام اور صبح تسبیح کیا کریں اور پرندوں کو جو جمع ہو جاتے تھے"۔

اس حقیقت کو کشف صحیح کی تائید بھی حاصل ہے، اولیاء اللہ نے اس آیت سے دو امور ثابت کیے ہیں۔

اول۔ اجتماعی ذکر، اس میں ذاکرین کے انوار کا عکس ایک دوسرے پر پڑتا ہے جس سے نحوست دور ہو جاتی ہے۔

قلب میں انبساط پیدا ہوتا ہے، ہمت قوی ہو جاتی ہے اور اس اجتماعی ذکر سے جو تاثیر پیدا ہوتی ہے وہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی، یہ کیفیت چشیدنی ہے گفتنی نہیں۔

(۲) "واذكر ربك في نفسك تضرعا وخيفة ودون الجهر من القول بالغدو والأصال ولاتكن من الغافلين"۔

Marfat.com

''اس آیت میں ذکر قلبی کرنے کا حکم ہے کیونکہ خوف کا تعلق دل سے ہے زبان سے نہیں''۔

دوم: صبح وشام ذکر کرنے کا حکم ہے، آخری بات یہ نکلی کہ جو شخص اس طرح ذکر نہیں کرتا وہ خدا سے غافل ہے اور ظاہر ہے کہ خدا سے غافل ہو جانے سے بڑھ کر محرومی اور کیا ہو سکتی ہے، اور اس غفلت سے دین میں جو نقص پیدا ہو جاتا ہے، اس میں کلام کی گنجائش کہاں ہے؟

(۳) ''واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي''۔

(۴) ''ولا تطرد الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي''۔

یوں تو ہر حالت میں ذکر کرنے اور ذکر کثیر کرنے کا حکم ہے مگر دو وقت اہتمام سے ذکر کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ اجتماعی ذکر کے سلسلے میں صحیح حدیث موجود ہے کہ:

''لايقعد قوم يذكرون الله الاحفت بهم الملائكة وغشيتهم الرحمة وتنزلت عليهم السكينة هم قوم لايشقى جليسهم''۔

اس حدیث میں اجتماعی ذکر کا ثبوت موجود ہے، پھر اس نعمت کا ذکر ہے کہ اس مجلس کو ملائکہ گھیر لیتے ہیں، رحمت باری اور سکون قلبی نازل ہوتا ہے، یہاں تک کہ اس مجلس میں بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہ سکتا۔

پھر صحیح حدیث موجود ہے کہ ملائکہ کی ایک جماعت حلقہ ذکر کی تلاش میں پھرتی رہتی

Marfat.com

ہے، جہاں کہیں کوئی مجلس ذکر پاتے ہیں دوسرے فرشتوں کو بلاتے ہیں اور اس مجلس میں بیٹھ جاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ ذکر کا مامور من اللہ ہونا اور صبح وشام اہتمام سے ذکر کرنا نص سے ثابت ہے۔

دوسرے سوال کا جواب:

ذکر کثیر جو تمام اوقات کو شامل ہے اور صبح وشام ذکر کرنے کا مامور من اللہ ہونا نصوص قرآنی اور حدیث نبوی ﷺ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے تو یہ ذکر کرنا بھی عمل بالکتاب والسنّت ہے ان کو ایک دوسرے سے جدا کیوں سمجھا جائے؟ حدیث جبرائیل علیہ السلام سے ظاہر ہے کہ عقائد (ایمان) اور اعمال (اسلام) کے علاوہ بھی دین کا ایک حصہ ہے جس کا پورا کرنا اور اس فرض کو بجالانا ضروری ہے جسے احسان کہا گیا ہے اسی کو تصوف کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ انسان کامل طور پر عامل بالکتاب والسنّت ہو ہی نہیں سکتا جب تک ذکر کثیر بالعموم اور صبح وشام ذکر بالخصوص اہتمام سے نہ کرے۔

تیسرے سوال کا جواب:

پہلے سوال کے جواب میں بیان کر دیا گیا ہے کہ تصوف جزو دین ہے۔

چوتھے سوال کا جواب:

کوئی علم یا فن کسی استاد کی شاگردی اختیار کیے بغیر نہیں سیکھا جا سکتا۔ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کا صحیح فہم حاصل کرنا کامل اور ماہر استاد کے تعلیم دینے پر موقوف ہے محض کتابوں کے مطالعہ سے کتاب اللہ کے اسرار اور سنت رسول ﷺ کی

Marfat.com

حقیقت سمجھ میں نہیں آسکتی، پھر اس کلیہ سے تصوف کو مستثنیٰ کیوں کیا جائے، اس کے سیکھنے کے لیے مرشد کامل کی ضرورت کا انکار کیوں کیا جائے، جبکہ وہی فن سکھانے کی مہارت اور اہلیت رکھتا ہے۔ کتب تصوف سے نشان راہ تو مل سکتا ہے مگر منزل تک رسائی نہیں ہوسکتی۔ حالات، واردات، کیفیات اور روحانی ترقی کے لیے مراقبات، کتابوں سے سیکھنے کی چیز ہی نہیں کیونکہ واضع نے ان کے لیے الفاظ وضع ہی نہیں کیے۔ یہ کمالات شیخ کامل کے سینے سے حاصل ہوتے ہیں، شیخ کے باطن سے اور اس کے روح سے حاصل ہوتے ہیں جس نے ولایت اور معرفت کا عملی نمونہ دیکھا ہی نہیں وہ عارف کیسے بنے گا، ہاں ضرورت اس بات کی ہے کہ شیخ کامل ہو، دل کا اندھا نہ ہو، قوی القلب ہو، جس کے قلب کے انوار اتنے قوی ہوں کہ سالک کی روح اور اس کے باطن کو اپنی طرف کھینچ سکے۔

پانچویں، چھٹے اور ساتویں سوال کا جواب:

اولیاء اللہ کے ارواح سے اور ان کی قبور سے فیض حاصل کرنا اہل سنت والجماعت کا اجماعی مسئلہ ہے۔ اس کے متعلق سوال کرنا مذہب اہل سنت سے ناواقفیت کی دلیل ہے، رہا بعد الدارین کا اشکال تو یہ بعد جسم کے لیے ہے، روح کے لیے بعد نہیں، معراج کی متواتر احادیث کیا آپ کے پیش نظر نہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے جابجا اہل برزخ کو دیکھا، ان کو راحت کی حالت میں بھی دیکھا، انبیاء کی امامت بھی کرائی، ان سے کلام ہوئی حالانکہ وہ برزخ میں تھے اور حضور ﷺ دنیا میں تھے، گو اس میں محدثین کا اختلاف ہے کہ مسجد اقصیٰ میں انبیاء کے ارواح حاضر ہوئے یا روح

معاالجسم۔ میں ذاتی طور پر امر ثانی کا قائل ہوں۔دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کتنا فیض ہوا کہ پچاس کی جگہ پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔کیا اس کے بعد بھی روح سے فیض لینے میں شبہ رہ سکتا ہے۔

رہی یہ بات کہ سالک روح کو دیکھتا کیسے ہے، کلام کیونکر ہوتی ہے۔فیض کس طرح ہوتا ہے۔سوال وجواب کیسے ہوتے ہیں؟ روح کی حیات کس طرح کی ہے وغیرہ؟ تو یہ چیزیں بتائی نہیں جاسکتیں، البتہ سیکھی اور سکھائی جاسکتی ہیں۔میں تصوف کو جزودین اور روح دین سمجھتا ہوں اور تحدیث نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ جسے سلوک سیکھنا ہو بندہ کے پاس ان شرائط کے ساتھ رہے جو میں پیش کروں گا، انشاءاللہ تعالیٰ یہ دکھادوں گا کہ روح سے فیض کیسے اخذ کیا جاتا ہے وہ شخص روح سے کلام کرلے گا اور حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک پر روحانی بیعت کرادوں گا بشرطیکہ وہ شخص متبع سنت ہو، خلوص لے کر آئے۔پھر سماع موتی کا مسئلہ بھی حل ہوجائے گا۔گو دلائل سمعیہ بھی سماع کے موئد ہیں، ان کا انکار صرف جاہل اور ضدی ہی کرسکتا ہے۔

دور صحابہؓ میں کشف والہام بغیر ریاضت ومجاہدہ کے حاصل ہوجاتا تھا۔صحبت رسول ﷺ کی موجودگی میں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں تھی۔

حیات روح کی حقیقت یہ ہے کہ روح کی حیات نور سے ہے، جس طرح روح محرک بدن انسانی ہے، اسی طرح نور محرک روح ہے اور محرک نور ذات باری تعالیٰ ہے۔روح کے بدن سے جدا ہونے سے تصرف وتدبیر کا تعلق بدن سے ختم ہوجاتا ہے اس جدائی کو موت سے تعبیر کرتے ہیں۔روح فانی نہیں روح کی فنا آنی ہے اور بقا زمانی ہے۔

کل نفس ذائقة الموت کی حقیقت بھی سمجھ لیں۔قانون ہے کہ ذائق

Marfat.com

مذوق کے بعد زندہ رہتا ہے جیسے انسان ذائق ہے اور روٹی مذوق روٹی کھائی گئی۔ انسان زندہ موجود ہے۔اسی طرح روح ذائق ہے اور موت مذوق ہے اس لیے موت کے بعد روح زندہ رہتی ہے۔

سماعِ موتی کے مسئلہ میں امام صاحب کے متعلق جو غلط فہمی پائی جاتی ہے کہ وہ عدم سماع کے قائل تھے۔یہ درست نہیں دیکھئے عرف شذی صفحہ ۳۸۶۔

واشتهر على السنة الناس ان لموتى ليس لهم سماع عندابى حنفية رحمة الله عليه وصنف ملا على القارى رحمة الله عليه رسالة و ذكر فيها ان المشهور ليس له اصل من الائمة اصلا"۔

''اور لوگوں کی زبانوں پر یہ بات مشہور ہو چکی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سماع موتی کے قائل نہیں، ملا علی قاری نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جس میں لکھا ہے کہ امام صاحب کے متعلق جو یہ مشہور ہے کہ عدم سماع کے قائل تھے کی کوئی سند نہیں، یہ بالکل بے اصل ہے''۔

اور اہل السنّت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ میت کو عالم برزخ میں دنیا کے حالات کا علم ہوتا ہے، دیکھئے عرف شذی صفحہ ۳۸۷۔

"والمحققون ان ابا حنيفةؒ لاينكر سماع الاموات"۔

''محققین کا مذہب یہی ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سماع موتی کے منکر نہیں تھے''۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی لمعات ۳: ۱۰۴ میں فرماتے ہیں:

''وبالجملہ کتاب وسنت مملود مشحونند کہ دلالت می کنند بر وجود علم موتی رابدنیا

Marfat.com

واہل آن پس منکر نشود آنرا مگر جاہل باخبار و منکر دین و مشائخ گفتہ اند ہر
کہ ایں اعقاد ندارد۔ ایمان بحقیقت نبوت ندارد"۔

معلوم ہوا کہ روح زندہ ہے جو کمالات اسے دنیا میں حاصل ہوتے ہیں جسمانی موت کے بعد روح سے چھین نہیں لیے جاتے جو علم اس نے دنیا میں حاصل کیا تھا برزخ میں اس سے حاصل کیا جا سکتا ہے، شرط یہ ہے کہ حاصل کرنے والا برزخ سے روح کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کی قوت رکھتا ہو۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کو نمازوں کی تعداد میں کمی کرنے کی درخواست کرنے اور کم کرانے کا فائدہ حاصل ہوا تھا۔

آٹھویں سوال کا جواب:

فنا فی الرسول ﷺ فنا فی اللہ اور بقا باللہ سلوک کے وہ منازل ہیں کہ ہزاروں اللہ کے بندے ان کے حصول کے لیے کوشاں رہے، مجاہدے اور ریاضتیں کرتے رہے اور یہی آرزو لے کر دنیا سے رخصت ہوئے، ان منازل کے حصول کے لیے سچی تڑپ انسان کی سعادت کی بہت بڑی دلیل ہے مگر یہ منازل صرف زبانی اور وظائف سے حاصل نہیں ہوتے۔ یہ قلب اور روح کا معاملہ ہے اور صرف ذکر لسانی سے تصفیہ قلب اور تزکیہ باطن نہیں ہو پاتا، بلکہ ان منازل کے حصول کے لیے دوسری شرائط ہیں، سب سے پہلے اصلاح قلب کی ضرورت ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ ذکر قلبی کثرت سے کیا جائے اتباع شریعت اور اتباع سنت کا اہتمام کیا جائے۔
اصلاح قلب ایسا کمال ہے جو شیخ کامل کی رہنمائی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔

مولوی ہر گز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

Marfat.com

اور

کیمیا پیدا کن از مشت گلے
بوسہ زن برآستان کا ملے
ہست محبوبے نہا اندرولت
چشم اگر داری بیابنمائمت

شیخ کامل کی رہنمائی میسر آ جائے تو اتباع سنت کا اہتمام لازمی طور پر کیا جائے۔

محال است سعدی کہ راہ صفا
تواں رفت جزو درپے مصطفیٰ ﷺ

شیخ کامل اس راہ پر اس ترتیب سے چلاتا ہے کہ سب سے پہلے لطائف کراتا ہے، جب وہ منور ہو جاتے ہیں تو مراقبہ احدیت کراتا ہے، جب یہ رابطہ خوب مضبوط ہو جائے تو شیخ اپنی روحانی قوت سے مراقبہ معیت پھر اقربیت کراتا ہے، پھر دوائر ثلاثہ، پھر مراقبہ سیر کعبہ، پھر سیر صلوٰۃ، پھر سیر قرآن، اس کے بعد مراقبہ فنا فی الرسول کراتا ہے اور دربار نبوی ﷺ میں حاضری ہوتی ہے۔ فنا فی الرسول ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ آدمی حضور اکرم ﷺ کی محبت اور آپ کی سیرت میں فنا ہو جائے۔ پھر شیخ کامل توجہ روحانی سے فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا مراقبہ کراتا ہے، یہ ذکر لسانی سے حاصل نہیں ہو سکتے، بلکہ شیخ کامل کی توجہ سے ذکر قلبی کرنے سے یہ مقامات حاصل ہوتے ہیں۔ مراقبہ فنا بقا میں عجیب سی کیفیت ہوتی ہے۔ سالک روحانی طور پر یوں محسوس کرتا ہے کہ عرش بریں پر اللہ تعالیٰ کے سامنے سربسجود ہے اور سبحان ربی الاعلی اور سبحان ربی العظیم کہہ رہا ہے، عرش معلی اللہ تعالیٰ کے ذاتی انوار و تجلیات کا مہبط ہے۔ وہ انوار و تجلیات

Marfat.com

سرخ سنہری معلوم ہوتے ہیں۔ کائنات کی کیفیت یوں معلوم ہوتی ہے کہ ہر چیز شجر، حجر، حیوان، ملائکہ سبحان ربی الاعلی اور سبحان ربی العظیم پکار رہے ہیں، ایک گونج اٹھتی ہے اور سالک پر سب چیزوں سے غفلت طاری ہو جاتی ہے۔ کائنات کی ہر چیز کا تسبیح وتحمید کہنا کوئی تعجب کی بات نہیں۔

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

"قد فطر الله الجمادات علی تسبیحه وتحمیده تنزیهه لطافا تسبیحها تسبیح حقیقی"۔

اسی طرح انسانوں کے متعلق بھی تسبیح کے یہی الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ مخلوق دو قسم کی ہے، ذوی العقول اور غیر ذوی العقول۔ ذوی العقول یعنی انسان معرفت الٰہی اور عبادت الٰہی کے لیے پیدا ہوا ہے اور غیر ذوی العقول اللہ کی تسبیح وتہلیل کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ ہمارے سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں ایک مراقبہ جمادات واشجار بھی ہے۔ میں یہ مراقبہ نہیں کرایا کرتا بلکہ خام آدمی کے لیے نقصان کا خطرہ ہوتا ہے اس مراقبہ میں پتھروں اور درختوں، پانی اور ہوا کی بولی سکھائی جاتی ہے، اور صوفی کامل ان غیر ذی روح چیزوں سے کلام کر سکتا ہے اور ان کی کلام سمجھ سکتا ہے۔

ملائکہ، جنات، شیاطین اور روح سے کلام ہونا تو سلوک کی ابتدائی باتیں ہیں، ہاں اس سلسلے میں طبائع انسانی کے اختلاف کی وجہ سے نتائج بھی مختلف ہوتے ہیں بعض سالک ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں سلوک ومنازل بالا حاصل ہو جاتی ہیں، حتیٰ کہ عالم امر اور عالم حیرت کے منازل بھی طے کر لیتے ہیں، مگر انہیں مشاہدات نہیں ہوتے یہ بھی اللہ کی شان ہے اور اس میں بھی اللہ کی کوئی حکمت پنہاں ہوتی ہے، بعض ایسے ہوتے

ہیں جنہیں بالکل ابتدا میں مشاہدات کی نعمت عنایت فرما دیتا ہے، ایسے لوگوں کو رویت اشکال کا مراقبہ بھی کرایا جاتا ہے اس مراقبہ میں روح کی اصل شکل بھی جو بعد موت ہوگی سامنے آ جاتی ہے، اس مادہ پرستی کے دور میں بہت کم ایسے لوگ ملتے ہیں جن کی روح انسانی شکل پر ہو، نعوذ باللہ من ذالك علما اکثر ایسی باتوں کا انکار کر دیتے ہیں اس کی وجہ عدم علم ہے، کشف قبور میں جب روح سے کلام ہوتی ہے تو روح بھی سامنے آ جاتی ہے اس کی کلام بھی سنائی دیتی ہے۔

جمادات میں شعور کے موجود ہونے کا ثبوت قرآن وحدیث میں موجود ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: تسبح له السموات السبع والارض

اور

وان من شئی الایسبح بحمده ولکن لاتفقھون تسبیحھم

اور

الم تران اللہ یسجد له من فی السموات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب وکثیر من الناس وکثیر حق علیه العذاب۔

بعض مفسرین کا قول ہے کہ سجدہ سے دلالت علی الصانع مراد ہے مگر یہ قول درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ الناس کے ساتھ کثیر کی قید نے اس تاویل کو اڑا دیا ہے، کیونکہ صانع پر تو تمام جہان دلالت کرتا ہے مصنوع دال علی الصانع ہوتا ہے اور کثیر من الناس سے ظاہر ہے کہ کچھ ایسے بھی ہیں جو دال علی الصانع نہیں اور یہ بات اصولاً غلط ہے مصنوع ہو اور دال علی الصانع نہ ہو یہ کیسے ہوسکتا ہے۔

Marfat.com

اس لیے یہ قول غلط ٹھہرا، لہٰذا سجدہ اور تسبیح حقیقی ثابت ہوئی۔

ترمذی اور ابن ماجہ میں یہ حدیث موجود ہے:

"عن سھل بن سعد قال قال رسول اللہ ﷺ ما من مسلم تلبی الالبی ماعن یمینه وشماله من حجر اوشجر اومدر حتی تنقطع الارض من ھھنا وھھنا"۔

"حضرت سہلؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلم تلبیہ کہتا ہے تو اس کے دائیں بائیں کے تمام پتھر درخت ڈھیلے تلبیہ کہتے ہیں حتی کہ مشرق سے مغرب تک تمام تلبیہ کہتے ہیں (حاجی کی تلبیہ سن کر)"۔

اس حدیث سے اہل کشف کے اس کشف کی تصدیق ہوتی ہے کہ جمادات میں شعور اور حس موجود ہے، جس سے وہ تلبیہ کی آواز سنتے ہیں اور خود کلام کرتے ہیں"۔

اور ابوداؤد میں ہے:

"عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ ان الحصاۃ تناشاء اللہ الذی بخرجھا من المسجد لیدعھا"۔

"حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص مسجد حرام سے کنکریاں اٹھا کر باہر لے جانا چاہے تو وہ کنکریاں اس کو خدا کا واسطہ دیتی ہیں کہ انہیں وہیں رہنے دے باہر نہ لے جائے"۔

یہ حدیث بھی اہل کشف کی تصدیق کرتی ہے کہ کنکریوں میں شعور ادراک ہوتا ہے۔

ایک حدیث بخاری اور ترمذی میں آئی ہے۔

"عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ ان احد جبل یحبنا ونحبه"۔

''احد ایک ایسا پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں''۔

اس حدیث میں محبت کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جمادات میں شعور اور حس موجود ہے، نحبہ، سے محبت حقیقی مراد ہے تو تحبنا میں بھی محبت کا لفظ حقیقی معنوں پر محمول ہوگا۔ ہاں مسئلہ ظنی ہے داخل عقائد نہ ہوگا۔

جمادات اور اشجار کو تسبیح و تہلیل، وتمہید وتنزیہ کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور وہ اپنا مقصد تخلیق پورا کر رہے ہیں، مگر انسان جو معرفت الٰہی کے لیے پیدا کیا گیا ہے وہ خدا سے غافل ہو گیا ہے۔ انسان اگر اپنا مقام پہچان لے اور قرب الٰہی اور رضائے الٰہی کے حصول میں لگ جائے تو اس کی دنیا بھی سنور جائے اور آخرت بھی بن جائے اور اس کا واحد ذریعہ ذکر الٰہی کی کثرت ہے۔

یہ خیال رہے کہ مشاہدات، مکالمات اور مکاشفات کا حاصل ہو جانا یا جمادات اور ارواح سے کلام کر لینا کمال کی چیز نہیں اصل کمال قرب الٰہی اور رضائے الٰہی کا حصول مقصود ہے۔

اللہ کی اطاعت اور عبادت پر استقامت صوفی کامل کے لیے ضروری ہے چاہیے کہ مشاہدات وغیرہ تمام چیزوں سے صرف نظر کرتا ہوا اپنی منزل مقصود یعنی قرب الٰہی کی طرف بڑھتا چلا جائے اور یہ مقصد شیخ کامل کی رہبری سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔

☆☆☆

Marfat.com

سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

۱۔ الٰہی بحرمت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

۲۔ الٰہی بحرمت حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۳۔ الٰہی بحرمت حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ الٰہی بحرمت حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ الٰہی بحرمت حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ الٰہی بحرمت حضرت عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ الٰہی بحرمت حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ الٰہی بحرمت حضرت مولانا ابوایوب محمد صالح رحمۃ اللہ علیہ

۹۔ الٰہی بحرمت حضرت سلطان العارفین خواجہ اللہ دین مدنی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ الٰہی بحرمت حضرت مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ الٰہی بحرمت حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۔ الٰہی بحرمت ختم خواجگان خاتمہ من و خاتمہ حضرت محمد اکرم اعوان و حضرت محمد احسن بیگ و حضرت سید بنیاد حسین بخیر گرداں

وصلی اللہ علی حبیبہ محمد والہ واصحابہ اجمعین برحمتك یاارحم الرحمین۔

دینی و دنیوی جائز مقاصد کے حصول، ازالہ بلیات، حل مشکلات و قضائے حاجات کے لیے سحری کے معمول (ذکر الٰہی) کے بعد سلسلہ خواجگان نمبر گیارہ تک پڑھ کر بکمال خشوع وخضوع واستحضار قلب دُعا مانگے، بفضلہٖ تعالیٰ مستجاب ہوگی، عام حالات میں حصول برکات وتقویت نسبت کے لیے پڑھے تو بارھویں سطر بھی شامل کرلے اللہ کریم اپنے فضل وکرم سے خاتمہ بالایمان فرمائیں گے۔

عکس سندات خلفاء شیخ سلسلہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محمد احسن بیگ مدظلہ العالی

حضرت سید بنیاد حسین نقوی مدظلہ العالی

Marfat.com

الله جل جلالہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم

خلافت نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد واضح ہو کہ ذریعہ طریقت وارادت امانت جواز مشائخ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین نقشبندیہ اویسیہ سے یداً بید بتوسط حضرت سلطان العارفین قدوۃ الابرار والمخلصین الکاملین الی فقیر حقیر کو پہنچی بقدر مقدور تا حال تحریر ادا کی ما قدر اللہ اداءہ الی من یسر اللہ تعالیٰ الاداء الیہ آخر اس عاجز کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں اس امانت کے ادا کرنے اور ترویج دینے طریقت عالیہ کی جس میں لیاقت پاؤں ان کو مقرر کر دوں کہ یہ مسلک موجودہ منتظم رہے اور اس سلسلہ کو اللہ جل جلالہ انقطاع سے محفوظ فرمائے آمین یا رب العلمین۔ اس بنا پر میں جن حضرات کو اجازت دوں گا قولھم قولی ویدھم یدی و شرط الاجازۃ الاستقامۃ علی الشریعۃ واتباع السنۃ السنیۃ اللھم انصر من نصرھم واخذل من خذلھم وایدبھم الدین ولیجعلھم ائمۃ المتقین وارزقھم الاستقامۃ علی الشریعۃ العلیۃ آمین یا رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین فاجزت لھم اجازۃ مطلقۃ فی الطریقۃ النقشبندیۃ والقادریۃ والچشتیۃ والسھروردیۃ وغیرھا اجازۃ تامۃ لارشاد الطالبین والقاء السکینۃ فی قلوب الاحباب فالاجازۃ لھم بشرط الاستقامۃ علی الشریعۃ المرضیۃ واتباع السنۃ السنیۃ والاجتناب عن البدع ودوام الذکر والشغل مع اللہ سبحانہ والاعراض عن الخلق والیاس عنھم والرجاء من اللہ تعالیٰ بصبرہ وتوکلہ وثناء علیہ والشغل بالاذکار والمراقبات اللھم لا تکلنا الی انفسنا طرفۃ عین وکن لھم معینا وکفیلا فی الامور کلھا برحمتک یا ارحم الراحمین۔

نام محمد احسن بیگ ولدیت مرزا عبد الرحمٰن بیگ پتہ سیالکوٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۷

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین فاجزت لہ اجازۃ فی الطریقۃ النقشبندیۃ والاویسیۃ والقادریۃ والچشتیۃ والسھروردیۃ وغیرھا لارشاد الطالبین والقاء السکینۃ والحضور فی قلوب الذاکرین واخذ البیعۃ المسنونۃ عن طالب الطریق فھو خلیفتی ویدہ کیدی فطوبیٰ لمن اقتدیٰ بہ قال اللہ تعالیٰ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم وشرط الاجازۃ الاستقامۃ علی الشریعۃ واتباع السنۃ النبویۃ صلی اللہ علیہ وسلم ودوام الذکر والمراقبات اللھم کن لہ معینا وکفیلا فی الامور کلھا برحمتک یا ارحم الراحمین

استاذ العلماء شیخ الزمان حضرت العلام مولانا اللہ یار خان صاحب مدظلہم العالی صاحب السلسلۃ النقشبندیۃ الاویسیۃ

ساکن چکڑالہ ضلع میانوالی

[illegible]

فقیر اللہ یار خان

Marfat.com

خلافت نامہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ واضح ہو کہ ترویج طریقت واداءِ امانت جو از مشائخ عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین نقشبندیہ اویسیہ سے یداً بید بتوسط حضرت سلطان العارفین قدوۃ الابرار والصالحین الکاملین اس فقیر حقیر کو پہنچی بقدر مقدور تا حال تحریر ادا کی بما قدر اللہ و ادائہ الی من یسر اللہ تعالیٰ الاداء الیہ آخر اس عاجز کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں اس امانت کے ادا کرنے اور ترویج دینے طریقت عالیہ کی جس میں لیاقت پاؤں ان کو مقرر کروں کہ یہ سلسلہ موجودہ منتظم رہے اور اس سلسلہ کو اللہ جل جلالہٗ انقطاع سے محفوظ فرمائے آمین یا رب العلمین۔ اسی بنا پر میں جن حضرات کو اجازت دوں گا قولھم قولی ویدھم یدی وشرط الاجازۃ الاستقامۃ علی الشریعۃ واتباع السنۃ السنیۃ اللّٰھم انصر من نصرھم واخذل من خذلھم وایّد بھم الدین واجعلھم ائمۃ المتقین وارزقھم الاستقامۃ علی الشریعۃ العلیۃ آمین یا رب العلمین وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وّاٰلہ واصحابہ اجمعین فاجزت لھم اجازۃ مطلقۃ فی الطریقۃ النقشبندیۃ والقادریۃ والچشتیۃ والسھروردیۃ وغیرھا اجازۃ تامۃ لارشاد الطالبین والقاء السکینۃ فی قلوب الاحباب فالاجازۃ لھم بشرط الاستقامۃ علی الشریعۃ المرضیۃ واتباع السنۃ السنیۃ والاجتناب عن البدع ودوام الذکر والشغل مع اللہ سبحانہ والاعراض عن الخلق والیاس عنھم والرجاء من اللہ تعالیٰ بصبرہ وتوکلہ وقناعتہ والشغل بالاذکار والمراقبات اللّٰھم لا تکلنا الی انفسنا طرفۃ عین وکن لھم معینا وکفیلا فی الامور کلھا برحمتک یا ارحم الراحمین۔

نام سید ضیاء حسین شاہ ولدیت ــــــ پتہ سیم گوندل ساہیوال ــــ ضیغم اللہ یار خان

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ فَاَجَزْتُ لَہٗ اِجَازَۃً فِی الطَّرِیْقَۃِ النَّقْشَبَنْدِیَّۃِ وَالْاُوَیْسِیَّۃِ وَالْقَادِرِیَّۃِ وَالْچِشْتِیَّۃِ وَالسَّھْرَوَرْدِیَّۃِ وَغَیْرِھَا لِاِرْشَادِ الطَّالِبِیْنَ وَاِلْقَاءِ السَّکِیْنَۃِ وَالْحُضُوْرِ فِیْ قُلُوْبِ الذَّاکِرِیْنَ وَاَخْذِ الْبَیْعَۃِ الْمَسْنُوْنَۃِ عَنْ طَالِبِ الطَّرِیْقِ نَحْوَ خَلِیْفَتِیْ وَیَدُہٗ کَیَدِیْ فَطُوْبٰی لِمَنِ اقْتَدٰی بِہٖ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ وَشَرْطُ الْاِجَازَۃِ الْاِسْتِقَامَۃُ عَلَی الشَّرِیْعَۃِ وَاتِّبَاعُ السُّنَّۃِ النَّبَوِیَّۃِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَدَوَامُ الذِّکْرِ وَالْمُرَاقَبَاتِ اَللّٰھُمَّ کُنْ لَہٗ مُعِیْنًا وَّکَفِیْلًا فِی الْاُمُوْرِ کُلِّھَا بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

استاذ العلماء شیخ الزمان حضرت العلام مولانا اللہ یار خان صاحب مدظلہم العالی صاحب السلسلۃ النقشبندیۃ الاویسیۃ

ساکن چکڑالہ ضلع میانوالی

[illegible handwritten notes]

Marfat.com

تبرکات شیخ رحمۃ اللہ علیہ

(انتخابات مکتوبات)

Marfat.com

انتخاب مکتوبات شیخ مکرم رحمۃ اللہ علیہ

یہ مکاتیب حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے ۷۴-۱۹۷۱ء میں اپنے محبوب خلیفہ جناب میجر محمد احسن بیگ مدظلہ کے نام تحریر فرمائے تھے جبکہ وہ ہندوستان میں ایام اسیری گزار رہے تھے۔

بعض مکاتیب کے مخاطب کچھ دوسرے احباب ہیں جو وہیں اسی دور میں سلسلہ عالیہ میں شامل ہوئے اور زیر تربیت تھے۔ ان میں بعض باتیں اصول تصوف، طریقت اور آداب شیخ سے متعلق ضمناً آ گئی ہیں۔ انہیں اس کتاب میں تبرکاً شامل کیا جا رہا ہے تاکہ قارئین اس سے مستفید ہو سکیں۔ مکاتیب کی نقل بطور اصل پہلی مرتبہ شائع کی جا رہی ہے۔

مکتوب (۱) بنام حضرت میجر محمد احسن بیگ صاحب مدظلہ العالی

۲۳ فروری ۱۹۷۲ء

مکتوب (۲) بنام حضرت میجر محمد احسن بیگ صاحب مدظلہ العالی و کرنل فتح محمد خان

۲۷ جنوری ۱۹۷۳ء

مکتوب (۳) بنام حضرت میجر محمد احسن بیگ صاحب مدظلہ العالی

۱۱ جولائی ۱۹۷۳ء

مکتوب (۴) بنام میجر غلام سرور صاحب ۱۱ جولائی ۱۹۷۳ء

Marfat.com

(ج)

REPLY

Message to be returned to enquirer

(Not over 25 words, family news of strictly personal character).

۵۸۹

میجر احسن السلام علیکم پوری جماعت برزخ تک دربار نبوی میں

دعا میں مصروف ہے آپ دل جماعت ہیں۔ جواب خلاصی

تفصیل سے محال ہے بیننا و بینھم حجاب الفساد جماعت

کا السلام علیکم و دعا قبول اللہ یار

(پہلا خط)۔ مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۷۲ء

میجر احسن السلام علیکم پوری جماعت برزخ تک دربار نبوی ﷺ میں دعا میں مصروف ہے۔ آپ دل جماعت ہیں۔ جواب خلاصی تفصیل سے محال ہے۔ بیننا و بینھم حجاب الفساد۔

جماعت کا السلام علیکم و دعا قبول۔ اللہ یار (دستخط حضرت جیؒ)

Please write very clearly

Note :—

This form may please be sent to the Secretary-General, Pakistan Red Cross Society, National Headquarters, Dr. Dawood Pota Road, Karachi-4, after completion.

Marfat.com

(د)

PAKISTAN RED CROSS SOCIETY

MESSAGE FORM

Enquirer دریافت کنندہ

Name نام MAULVI ALLAH YAR KHAN
Street گلی یا سڑک SARJAL
Locality رہائش کا وقوع CHAKRALA
County نام شہر بمعہ صوبہ MIAN WALI (PUNJAB)
Country ملک PAKISTAN

Message پیغام
(Not over 25 words, family news of strictly personal character).

Date تاریخ 22 FEB 1972

ADDRESSEE جس کے نام پیغام بھیجا جائے

Name نام MAJ. MUHAMMAD AHASSAN BEG
Street گلی یا سڑک C/o 99 APO
Locality رہائش کا وقوع CAMP NO. 93 P.W
County نام شہر بمعہ صوبہ P.of W. NO 36284
Country ملک INDIA

REPLY OVERLEAF
Please write very clearly

Marfat.com

(س)

(دوسرا خط) از چکڑالہ پاکستان — الداعی الی الخیر ناچیز اللہ یار خان

مورخہ ۲۷ جنوری ۱۹۷۳ء — (دستخط حضرت جیؒ)

بخدمت عزیزم کرنل مطلوب حسین صاحب السلام علیکم!

چند دن ہوئے کہ جناب میجر محمد احسن بیگ صاحب و کرنل فتح محمد خان صاحب کا خط ملا۔ خط کا جواب میں نے دے دیا ہے۔ میں نے ان دو ماہ میں تقریباً اٹھائیس خطوط آپ لوگوں کے نام لکھے ہیں ایک ایک کر کے، کاش کہ جناب عزیزان کو ملتے۔ کم ہیں۔ آج پھر بندہ کو عزیزم میجر رشید جعفر صاحب کا خط ملا ہے میں آپ کو بھی اور ان کو بھی بلکہ پوری جماعت کو عرض کروں گا کہ تمام کمالات کے دروازے بند ہو چکے ہیں۔ سوائے اتباع محمدی ﷺ کے کوئی دروازہ کھلا ہوا نہیں ہے۔ ابدالیت، نجبائیت، نقبائیت، اوتادیت، ارشادیت، قطبیت، غوثیت، قیومیت، فردیت، قطب وحدت اور صدیقت اس سے آگے بھی قربیت جس کو مقام اسرار کہا جاتا ہے۔ زبان سلوک میں، ان تمام مناصب محمد رسول اللہ ﷺ کی جتیاں (جوتیاں) کی خاک سے ملتے ہیں۔ یاد رکھنا یہ مناصب جو میں نے بیان کیے ہیں۔ ان کے حصول کی دو ہی شرطیں ہیں۔

(۱) اول: اتباع شریعت محمدی ﷺ بمعہ اتباع سنت رسول اللہ ﷺ

(۲) بمعہ ذکر علی الدوام کے خلوص با شیخ

شیخ سے چونکہ تعلق قلبی ہوتا ہے اور بہت ہی نازک تعلق ہوتا ہے اس کا خیال کیا جائے اس وقت آپ لوگوں کے شیخ اور مربی جناب میجر احسن بیگ صاحب ہیں آپ اگر بندہ تک آئے تو ان کی وساطت سے آئے ان کا ادب تعظیم ملحوظ رکھنا اور خدا کے بندے بن جاؤ تمہاری موت زندگی فی الحال (سوال ہے) اب ایک ہی دروازہ رب العالمین کا ہے یاد رکھنا حصول سلوک میں موت آئے تو وہ حیات ہے حیات ہے۔ پوری جماعت کو یہ خط سنانا۔ آپ کا خط جس میں ذکر کا سوال تھا جواب مفصل دیا تھا۔

Marfat.com

(ظ)

(تیسرا خط) از چکڑالہ ۷۸۶ مؤرخہ ۱۱۔ جولائی ۱۹۷۳ء

فراموشی مکن اے یار جانی
اگر دورم مرا نزدیک دانی

بخدمت عزیزم محمد احسن بیگ صاحب و کرنل فتح محمد صاحب و کرنل مطلوب حسین صاحب، السلام علیکم! میں نے کئی خطوط آپ حضرات کی خدمت میں ارسال کیے۔ غالباً مل چکے ہوں گے۔ یہ (خط) منارہ جاتے ارسال کیا میں انشاء اللہ ۱۴۔ جولائی ۱۹۷۳ء کو منارہ چلا جاؤں گا۔ اور چالیس دن مسلسل قیام کروں گا۔ آپ لوگوں سے عرض ہے۔ معاملہ نازک صورت اختیار کر چکا ہے۔ آپ بہر حال یاد خدا میں ہمہ تن مصروف ہو کر اس کو یاد کرو ظاہراً باطناً۔ ظاہر اتباع شریعت باطن میں لطائف و مراقبات پر پورا زور دینا۔

میں پوری جماعت سے مخاطب ہوں، آپ دنیا کے گوشہ گوشہ میں پھرو۔ پوری زمین کو چھان مارو۔ آپ کو کامل عارف نہ ملے گا۔ محال ہے محال ہے اور خوب یاد رکھنا بیگ صاحب آپ کے پاس ہیں جو موجودہ حالت میں جناب والوں کے شیخ ہیں۔ ان کی عزت تمام مشائخ کی عزت ہے اور خوب یاد رکھنا ان کی کاملیت میں ذرہ برابر بھی شک محال ہے۔ بتاؤ جس شخص کو مراقبہ احدیت، معیت، اقربیت ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ فناء فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو جائے سالک المجذوبی ہو جائے پھر بیگ کی کاملیت میں شک کرتا ہے تو وہ احمق نہیں تو کیا ہے۔ جو شخص عالم خاکی سے نکال کر بلکہ ملکوتی سے بھی نکال کر عالم برزخ میں لے جا کر دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیتا

Marfat.com

(ع)

ہے۔ میدان حشر دکھا دیتا ہے۔ اس کی کاملیت میں شک وشبہ کرنا، پھر بھی اس سے طلب کرامت کرنا حماقت نہیں تو کیا ہے۔

عزیزو! حالت نازک صورت اختیار کر چکی ہے۔ آپ ہمہ تن بیگ سے لپٹ جاؤ۔ ان کی صحبت سے ہی تم کو جو کچھ حاصل ہوگا ہوگا۔ خدا کے بندے بن جاؤ۔ نوکری بلکہ دنیا کی کوئی قوت خدا سے دور نہیں کر سکتی، نوکری کرو، خدا کو یاد کرو، عزیزو! دنیا تو وہ چیز ہے جو خدا سے دور کر دے۔

چیست دنیا و لباس دنیوی
از خدا غافل شدن اے مولوی
چیست دنیا، از خدا غافل شدن
نے لباس و نقرہ و فرزندوزن

نماز کی سخت پابندی کرنا، سابقہ صوفیا کی طرف خیال کرنا، ان کی محنت کو مدنظر رکھنا، ان کی غذا، ان کے لباس، ان کے مجاہدات تخلیہ اختیار کرنا وغیرہ۔ آپ لوگوں کو ہر طرح کی آزادی ہے۔

اس دفعہ منارہ بڑی جماعت ہوگی۔ بعد منارہ میں پھر گلگت چلا جاؤں گا۔ چین کی سرحدوں پر وہاں بھی جماعت ہے۔ وہ (لوگ) آئے تھے دعوت دے گئے ہیں۔ پھر واپسی پر کاغان جاؤں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ پھر قاری صاحب کی شادی پر ضلع ساہیوال میں، پھر رمضان المبارک آ جائے گا۔ پھر ارادہ حج کا مصمم ہے، ۹۰ آدمی جماعت کا لاریوں پر جائے گا۔ باقی خدا حافظ۔

(ق)

(چوتھا خط) حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب

چکڑالہ ضلع میانوالی تاریخ ۱۱ جولائی ۱۹۷۳ء

بخدمت عزیزم میجر غلام سرور صاحب

السلام علیکم! کافی عرصہ سے کوئی گرامی نامہ جناب کا موصول نہیں ہوا۔ میں انشاءاللہ تعالیٰ ۱۴ جولائی ۱۹۷۳ء کو منارہ بمعہ جماعت معمول وطلباء کے چلا جاوں گا۔ اور چالیس دن کا پروگرام خود جماعت نے ہی بنایا ہے باقی تمام خیریت ہے زندگی کا اعتبار نہیں۔ اس لیے چالیس دن مقرر کیے (ہیں) کہ جو رفقاء صاحب استعداد ہیں ان کی ترقی کی کوشش کی جائے اور دوسروں کی اصلاح کی جائے۔

تصوف نام ہی ظاہری و باطنی تزکیہ کا ہے، ظاہراً اتباع شریعت باطن میں تزکیہ باطن، ذکر باطنی، لطائف مراقبات، عزیزم دین تین (۳) چیزوں سے مرکب ہے اور (۳) تین چیزوں کا نام دین ہے۔

۱۔ عقائد اصول دین (ہیں)۔

۲۔ اعمال واحکام ظاہری جن کو فروعات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۳۔ تزکیہ باطن جس کو علم تصوف کہا جاتا ہے۔

یہ تین رکعات ہیں ان میں (ایک) رکعت رہ گئی تو نماز نہ ہوگی۔ کوئی شخص نماز مغرب کی ایک رکعت ترک کر دیوے یا وتروں کی تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ اسی طرح تصوف اور دین کو سمجھیں۔ خیال کرنا میجر بیگ صاحب کا دامن مضبوطی سے تھامنا۔ ان کی عزت دل میں ہوایسا نہ ہو کہ کسی کو اپنی میجری کا خیال ہو کسی کو کپتانی کا کسی کو کرنیلی کا۔

دریں راہ فلاں ابن فلاح چیزے نیست

ایسا شیخ مل جائے تو اس کی جتی (جوتے) کی دھوڑ (خاک) بن جائے۔

چنیں یارے کہ یابی خاک اوشو اسیر حلقہ فتراک اوشو

کہ باشد دوست آں یار خدائی دلش روشن زنور آشنائی

نماز ذکر کی پابندی (اور) صحبت بیگ کو تریاق خیال کرنا۔ آپ لوگوں کو جو ملے گا وہ صحبت بیگ سے ملے گا۔ جن پر بیگ راضی تمام مشائخ راضی، جن پر بیگ ناراض تمام مشائخ ان پر ناراض بلکہ خدا رسول بھی ناراض مسئلہ سلوک میں۔ اللہ یار (دستخط حضرت جیؒ)

Marfat.com

کتابیات

Marfat.com

نام کتاب	نام مصنف
ا	
الحاوی للفتاوی	علامہ جلال الدین سیوطیؒ ۹۱۱ھ
المسامرہ فی شرح المسایرہ	کمال الدین محمد ابن ابی الشریفؒ ۹۰۵ھ
الشفاء فی حقوق المصطفیٰ	قاضی عیاضؒ ۵۴۴ھ
الاقتصاد فی الاعتقاد	حجۃ الاسلام امام محمد الغزالیؒ ۵۰۵ھ
الخبر الدال علی وجود القطب والاوتاد والنجباء والابدال	علامہ جلال الدین سیوطیؒ ۹۱۱ھ
الآلی المصنوعہ	، ، ،
شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور	
احیاء علوم الدین	حجۃ الاسلام امام محمد الغزالیؒ ۵۰۵ھ
الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ	حضرت شاہ ولی اللہؒ
اقتضائے صراط مستقیم	علامہ ابن تیمیہؒ ۷۲۸ھ
الفوز الکبیر	شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ۱۱۷۶ھ
الترغیب والترہیب	علامہ عبدالعظیم منذریؒ
المنقذ من الضلال	امام غزالیؒ
اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ	شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ ۱۰۵۲ھ
الرفع والتکمیل	علامہ سیوطیؒ

نام کتاب	نام مصنف
الروح وما فیہا	سید محمد حریری بیومیؒ
الجامع الصحیح البخاری	ابو عبداللہ محمد بن اسماعیلؒ بخاری ۲۵۶ھ
اربعین فی اصول دین	امام فخر الدین رازیؒ ۶۰۶ھ
الزواجر عن الکبائر	علامہ احمد بن حجر الہیثمیؒ
الیواقیت والجواہر	امام عبدالوہاب شعرانیؒ ۹۷۳ھ
التکشف عن مہمات التصوف	مولانا اشرف علی تھانویؒ ۱۳۶۳ھ
الروض الباسم	علامہ وزیرؒ
الطالع السعید	علامہ الکمالؒ
المنح الالٰہیہ	ابن فارسؒ
ب	
بہجۃ النفوس شرح بخاری	عبداللہ بن ابی جمرہؒ ۶۹۷ھ
بلغۃ الحیران	مولانا حسین علیؒ
ت	
تفسیر کبیر (مفاتیح الغیب)	امام فخر الدین رازیؒ ۶۰۶ھ
تفسیر ابن کثیر	حافظ عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل ابن کثیرؒ ۷۷۴ھ
تفسیر مدارک التنزیل	حافظ الدین محمود ابو البرکات النسفیؒ ۶۸۶ھ

Marfat.com

نام کتاب	نام مصنف
تفسیر جمل	حافظ الدین محمود ابوالبرکات النسفی ۶۸۶ھ
تفسیر تبصیر الرحمٰن	علامہ مہیمی
تفسیر روح المعانی	علامہ شہاب الدین محمود آلوسی ۱۲۹۱ھ
تفسیر مظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی ۱۲۲۵ھ
تاسیس التقدیس	امام فخر الدین رازی ۶۰۶ھ
تہذیب التہذیب	حافظ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ
تہذیب الکمال	حافظ جمال الدین مزی ۷۴۲ھ
تحفہ اثنا عشریہ	شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ۱۲۳۹ھ
تعلیم المتعلمین	امام غزالی
تحفۃ الذاکرین	علامہ شوکانی ۱۲۵۰ھ
تفہیمات الٰہیہ	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ۱۱۷۶ھ
خ	
خیالی	......
د	
درمختار	......
ر	
روض الانف شرح	علامہ ابوالقاسم سہیلی

نام کتاب	نام مصنف
سیرۃ ابن ہشام	۵۸۱ھ
س	
سنن ابن ماجہ	ابو عبداللہ محمد بن یوسف ابن ماجہ قزوینی ۲۷۳ھ
ش	
شامی	......
شرح مواقف	سید شریف علی بن محمد جرجانی ۸۱۶ھ
شرح وقایہ	......
ط	
طبقات الکبریٰ (ترجمہ اردو)	امام عبدالوہاب شعرانی
ع	
عبقات	شاہ اسمٰعیل شہید ۱۲۴۶ھ
ف	
فتح الباری شرح بخاری	حافظ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ
فتاویٰ الحدیثیہ	علامہ احمد بن حجر الہیتمی مکی ۹۷۵ھ

Marfat.com

نام کتاب	نام مصنف		
ک			
کتاب الاذکار	محی الدین ابو ذکریا نوزیؒ ۶۷۶ھ		
کتاب الروح	حافظ ابن قیمؒ ۷۵۱ھ		
م			
معارف لدنیہ	امام ربانی مجدد الف ثانیؒ ۱۰۳۴ھ		
مکتوبات	، ، ، ، ،		
معجم	شیخ برہان الدین بقاعیؒ		
مؤطا	امام مالکؒ ۱۷۹ھ		
مشکوٰۃ المصابیح	ولی الدین محمد بن عبداللہ لقب الخطیب عمری تبریزی ۷۳۰ھ تالیف ختم کی		
ن			
نقش حیات	مولانا مدنیؒ		
نسیم الریاض	امام محمد غزالیؒ		

Marfat.com

حواشی

حواشی

	شمار	صفحہ
جس نے میرے ولی سے عداوت کی میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں۔	۱	26
بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے۔	۲	31
اور جس بات کی تحقیق نہ ہو اس پر عمل درآمد مت کیا کر۔	۳	31
میرے شکر گزار بندے تھوڑے ہیں۔	۴	32
روض الریاحین: امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ (بحوالہ الطبقات الکبریٰ علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ (اُردو ترجمہ)	۵	32
مشکوٰۃ، کتاب الایمان۔	۶	37
اللمعات مشکوٰۃ: ۴۵۔ شاہ عبدالحق محدث دلوی ۳ تفہیمات الٰہیہ ۱۳	۷	38
تفہیمات الٰہیہ ۱۳۰ ۲ تفہیمات الٰہیہ۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔	۸	40
تفسیر مظہری ۴: ۳۲ ۲ تعلیم المتعلمین ۲۱۔ ۳ ۱۳ التکشف عن مہمات التصوف: ۷	۹	42
شامی دُرّ مختار جلد اول بحث علم القلب ۲ تفسیر جمل ۱: ۴۹۷، ۳ تحفہ اثنا عشریہ ۲۳۷	۱۰	43

Marfat.com

حواشی

	شمار	صفحہ
اس اجمال کی تفصیل کے لیے کتاب ہذا کے ۴۳۳ میں اعتراض نمبر ۸ کے ذیل میں دیئے گئے مندرجات ملاحظہ فرمائیں۔	۱۱	44
فیض الباری جلد ا: ۱۴۹، ۱۵۰۔ اذکار، اشغال، نسبت سلاسل تصوف کا بیان۔	۱۲	48
فیض الباری جلد ا: ۳۰۴	۱۳	49
ان اصطلاحات کی تشریح مقامات سلوک کے باب میں ملاحظہ ہو۔	۱۴	50
تفسیر کبیر ۳۹۰	۱۵	51
کتاب الروح۔ ابن قیم: ۲۲۰	۱۶	53
روض الانف ا: ۱۹۸۔ ۲ تفسیر کبیر ۵: ۴۵ و تاسیس التقدیس	۱۷	82
تفسیر کبیر ۵: ۴۴۵	۱۸	83
تفسیر کبیر، ۱ رسالہ روح	۱۹	90
تفسیر مظہری ۱۴: ۴۰۷	۲۰	91
کتاب الروح۔ ابن قیم: ۲۶۵	۲۱	98
فتح الباری مع بخاری ۱۲: ۳۱۵	۲۲	103
ابن ماجہ۔ باب ترجیع الاذات۔ ۲ احیاء العلوم ۳: ۴۰	۲۳	105
استاد مکرم رحمۃ اللہ علیہ نے روح میں پرواز کی قوت پیدا کرنے	۲۴	106

Marfat.com

حواشی

98 اور اس کا مشاہدہ کرنے کے لیے چھ ماہ کا عرصہ مقرر کیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ شرط یہ لگائی ہے کہ اگر کوئی ''طلب صادق'' لے کر آئے پھر اس کوشش کے نتیجہ کو پانے اختیار کے تحت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا پھر انشاء اللہ وہ دیکھ لے گا۔...... الخ یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔ ہر تجربہ کا معلم اور ماہر فن اپنے تجربہ اور مہارت فن کی بناء پر ایسا اندازہ کر سکتا ہے، اور یہ ایک امر واقعہ ہے مگر جس طرح ظاہری علوم و فنون میں عزم اور استعداد کے اختلاف کی بنا پر مختلف لوگ مختلف عرصے میں علم و فن سیکھتے ہیں، اسی طرح تصوف و سلوک میں بھی شیخ کامل کی تربیت سے عزم و استعداد کے اختلاف کی وجہ سے مختلف سالک مختلف مدتوں میں گوہر مراد پاتے ہیں، حضرت استاد مکرم کے شاگردوں میں سے ہم نے ایسے لوگ بھی دیکھے جو نو دن اور ایک ہفتے کے اندر اللہ کے فضل سے اس قابل ہو گئے کہ ان کی روح میں قوت پرواز پیدا ہو گئی اور اپنی روحانی پرواز کو مشاہدہ کرنے لگے۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء

اور یہ کوئی نئی بات نہیں۔

(۱) مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''الابقا'' میں بیان کیا ہے کہ مولانا غلام رسول کان پوری رحمۃ اللہ علیہ رسول نما کے لقب سے مشہور تھے، کیونکہ آپ کی کرامت تھی کہ ہر شخص کو بیداری میں رسول کریم ﷺ کی زیارت کرا دیا کرتے تھے۔

(۲) امام یافعی نے کفایۃ المعتقد صفحہ نمبر ۵۳ پر فرمایا ہے۔ ''مناقب شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ میں درج ہے۔ ایک شاگرد کی روایت ہے کہ رات آپ نکلے میں پیچھے

Marfat.com

ہولیا۔شہر کے دروازے خود بخود کھلتے گئے اور بند ہوتے گئے ایک مقام پر پہنچے،ایک میت کو پیش کیا گیا، پھر ایک آدمی لایا گیا،اس سے شہادتین کا اقرار کرایا گیا پھر فرمایا کہ مرنے والے کی جگہ یہ ہوگا۔ پھر واپس آ گئے۔ دوسرے دن میں نے پوچھا تو آپ نے فرمایا''ہم نہاوند گئے تھے ساتواں ابدال فوت ہوگیا تھا، نیا آدمی قسطنطنیہ کا عیسائی تھا،اس کو مسلمان کیا اور اسے ساتواں ابدال مقرر کیا'' یہ واقعہ الحاوی للفتاوئی میں علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اور الجزالدال میں اور حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے الابقاء میں شائع کیا تھا۔

دیکھئے ایک آدمی اللہ کے فضل اور شیخ کامل کے فیض نظر سے ایک دن میں کفر سے نکل کر اسلام کے دائرہ میں آیا اور سلوک میں ترقی کر کے اسی روز ابدال کے منصب پر فائز ہوگیا۔ مایفتح الله للناس من رحمت فلا ممسك لها

(۳) فوائد الفواد صفحہ۱۷۲ پر ایک واقعہ درج ہے کہ:

''بعد ازاں در بزرگئ شیخ بہاؤالدین زکریا سخن در پیوست فرمود کہ در ہفدہ روز آں نعمت بایافت کہ یاراں دیگر بسالہا نیافتہ بودند تا چنانکہ بعضی یاراں قدیم مزاج بتغیر کہد ندکہ ماچندیں سال کردیم مارا چندیں سال کردیم مارا چندی نعمت نرسید و ہندوستانی بیامد دراندک شیخی یافت ونعمت فراواں ایں خبر بسمع شیخ رسید ایشاں راجواب فرمود کہ شما ہیزم اتر آوارده بوید یدو در ہیزم ترکے بیا کہ آتش گیرد اماز کریا، ہیزم خشک آورد بود بیپک نفخ درگرفت''۔

دیکھئے! طلب صادق اور استعداد لے کر آنے والے طالب کو شیخ کامل کے فیض سے اللہ تعالیٰ نے سترہ روز میں کامل بنادیا۔

Marfat.com

(۴) حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اگر کوئی سچا طالب چالیس روز متواتر تمام شرائط کے ساتھ اتباع نبوی ﷺ پر عمل کرے، انشاء اللہ اس پر مکاشفات کے دروازے کھل جائیں گے، سب سے پہلے انوار روحانی اور کواکب روحانی دیکھنے میں آئیں گے۔ پھر فرشتوں کا مشاہدہ ہوگا، پھر صفات کا مشاہدہ ہوگا۔ ان کے واسطے سے سالک پر بعض حقائق کھلنے لگیں گے۔ یہ تمام ذکر ہی کا ثمرہ ہے''۔ (امداد السلوک ۱۳۱)

اور مولانا لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اے نوجوانو! یا تو مان جا کہ حضور ﷺ کا فرمان ٹھیک ہے کہ قبر جہنم کا گڑھا ہے، یا بہشت کا باغ ہوتی ہے، یا چودہ سال کے اخراجات میرے پاس جمع کرادے، اے نوجوان تو نے چودہ سال باپ کی کمائی کھا کر بی اے کی ڈگری پائی۔ ادھر بھی ایسا کرنا پڑے گا۔ ہم تمہیں بھیک مانگ کر مفت کیوں کھلائیں۔ پہلے تمہیں ٹسٹ کریں گے کہ نور فطرت بجھ تو نہیں گیا۔ بعض اوقات نور فطرت بجھ بھی جاتا ہے، اس کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے۔ ان الذین کفروا سواء علیھم ء انذرتھم ام لم تنذرھم لا یؤمنون اگر نور فطرت بجھ نہیں گیا اور تو مسخ نہیں ہو گیا تو پھر تمہیں کسی کامل کے پاس لے جائیں گے اور ان سے عرض کریں گے کہ حضرت! یہ نوجوان باطن کا اندھا ہے، اس کی تربیت فرما دیجیے، وہ تربیت فرمائیں گے، جس دن تمہاری روحانی تکمیل ہو جائے گی اور کامل تمہیں کاملا کا سرٹیفکیٹ عطا فرمائیں گا تو پھر میانی صاحب میں جا کر دس بارہ قبریں پھر جانا تو ایک منٹ سے پہلے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ اس کی قبر دوزخ ہے اور اس کی بہشت ہے''۔

(مجلس ذکر حصہ دہم صفحہ ۹۱۔۹۰) دیکھ لیجیے۔

Marfat.com

صوفیا کرام مکاشفات کے لیے مدت بھی مقرر کرتے آئے ہیں اور طلب صادق، استعداد اور شیخ کے کمال میں، اختلاف کی وجہ سے طالبین کی تکمیل کے لیے کہیں ایک لمحہ، کہیں ایک روز کہیں ۱۷ روز کہیں ۴۰ روز اور کہیں ۱۴ سال کا عرصہ رکھا گیا ہے۔

شیخ کامل کی پہچان میں خصوصیت نمبر ۶، نمبر ۷، نمبر ۸ سے صاف ظاہر ہے کہ:

یہاں شیخ کامل سے مراد صرف وہ رہبر ہے جو تصوف سلوک کے راستہ پر چلانے کا اہل ہو، اور سلوک کی منازل طے کرانے کی اہلیت رکھتا ہو اور تصوف وسلوک کی منازل طے کرنے کے لیے مراقبہ فنافی الرسول بنیادی حیثیت رکھتا ہے جو شیخ اتنا نہیں کرسکتا وہ یقیناً شیخ طریقت کے اعتبار سے ناقص ہے جیسا (الابریز صفحہ ۴۳)

''ایک بار آپ نے فرمایا کہ جب تک سید الوجود ﷺ کی معرفت حاصل نہ ہو اس وقت تک اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی''۔

حضرت شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ بیعت میں اس کی تصریح فرمائی ہے، وھو ھذا۔

''بیعت کہ پیش صوفیا معتبر ومقبول است چہار قسم یافتہ می شود ہر قسم را شروط علیحدہ است وثمرات دیگر۔ ۱ بیعت وسلیت، ۲ بیعت شریعت، ۳ بیعت طریقت، ۴ بیعت حقیقت وسوائے ایں آنچہ برائے تحصیل مال و جاہ، برائے تحصیل حاجات دنیوی از مرشد باشد فی الحقیقت اعتبارے ندارد''۔

۲۔ بیعت شریعت: ضرورت مردے کہ باوجود علم وتقویٰ دو صفت داشتہ باشد۔ یکے عدم مساہلت و مداہنت در مقام امر بالمعروف ونہی عن المنکر، دوم شناختین آنچہ بحال طالب افضل و اسہل است، ثمرہ آں رسیدن است بہ نجات کلی در عقبی الخ۔

Marfat.com

۳۔ بیعت طریقت: پس حقیقتش آ نکہ مرد خوش ہمت ہر گاہ فضائل ومناقب اولیاء و تصرفات عجیبہ ایشاں مثل حصول مراد مردم وقوت و ہمت وتصرف بردلہاو کشف احوال موتی وکشف مستقبلات حوادث وملاقات ارواح طیبہ و فائتہ می سنود وشوق تحصیل آں دردل او غالب می شود از قبیل متعارف است کہ ہم صنعتے بغیر مزولت و اخذ آں از ماہران آں فن بکمال نمی رسد۔ پس چیزے کہ مانند آں در دست ہیچ کس دیدہ نمی شود از فکر ناقص خود مصدر ایں آ ثار باشد وایں امور مراد و اسہل الحصول باشد استاذ خود ساختہ حق متابعت انہا ادا نماید و، مقصود خود رسد۔ وثمرہ آن مصفا ساختین وجہ روح است از کدورت جسمانی، ومنور ومکمل ساختین آں بانوار روحانی اسماء ربانی ومبداء فیض الٰہی گشتن برائے بندگا الٰہی وحل مشکلات آنہا تابہ طفیل آں در جناب الٰہی بحکم الخلق عیال اللہ فا بہم الی اللہ انفعہم لعیالہ۔ مستحق فضیلت محبوبیت گشتن و باز مرہ اولیاء وصلحاء شریک فضائل شدن ومناسبت صفائی بالیشان پیدا کردن''۔

بیعت حقیقت: ''شرط این فنا وجود وقطع تعلقات کرنی وحظوظ نفسانی و بے تعلقی از مال و جاہ وعلاقہ داران وثمرہ آں موجود بودن بنور تجلیات الٰہی وفنا گشتن حجب وجود ظلمانی است''۔

معلوم ہوا کہ بیعت طریقت وحقیقت کے لیے شرائط اور ہیں اور بیعت شریعت کے لیے اور ہیں، جو شخص ان شرائط پر پورا نہیں اتر تا وہ طریقت وحقیقت کی بیعت لینے کے قابل نہیں اور اس میدان میں وہ ناقص ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اے راہِ آخرت کے مسافر، تو ہر وقت رہبر کے ساتھ رہ یہاں تک کہ وہ

تجھ کو پڑاؤ پر پہنچا دے۔ راستہ بھر اس کا خادم بنا رہ، اس کے ساتھ حسن ادب کا برتاؤ رکھ اور اس کی راہ سے باحرمت ہو کہ وہ تجھے واقف کار بنا دے گا اور خدا کے قریب پہنچا دے گا۔ اس کے بعد تیری شرافت، صداقت دیکھ لینے کی وجہ سے تجھ کو راستہ میں نیابت عطا کرے گا، یعنی تجھ کو قافلہ میں سردار اور اہل قافلہ کا سلطان بنا دے گا، پس تو قائم رہے گا یہاں تک کہ تجھ کو تیرے نبی ﷺ کے پاس لائے گا اور تجھ کو آپ ﷺ کے حوالے کر دے گا۔ پھر آپ ﷺ کی آنکھیں تجھ سے ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ تجھ کو نائب بنا دیں گے، قلوب کیفیات اور معنی پر۔ پس تو حق تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان سفیر اور نبی ﷺ کا حاضر باش اور خدمت گار بن جائے گا کہ کبھی مخلوق کی طرف آئے گا اور کبھی خالق کی طرف۔ یہ چیز بناوٹ اور ہوس سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ اس سے ہوتی ہے جو سینوں میں جگہ پایا کرتی ہے، اور عمل اس کی تصدیق کیا کرتا ہے''۔

پھر فرماتے ہیں:

''مشائخ دو قسم کے ہیں، ایک مشائخ شریعت، ایک مشائخ معرفت۔ شیخ شریعت تجھ کو مخلوق کے دروازے پر لے جائے گا اور شیخ طریقت تجھ کو قرب خداوندی کا رستہ بتائے گا''۔

اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''شیخ کے لیے مقامات منازل تلوینات تمکینات اور قوائد وضو کا سمجھنا اور مشاہدات و معائنات سے گزر کر مرتبہ فناء الفنا اور بقاء البقاء تک پہنچنا اور عظمت و کبریا اور وحدانیت و فردیت کی معرفت بھی ضروری ہے تا کہ سالکین کی تربیت اور

Marfat.com

طالبین کی رہنمائی کر سکے اور پیر بننے کے قابل ہو جائے"۔ (امداد السلوک صفحہ ۲۷)

اور حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اور یاد رکھو! فقیر فنافی اللہ صاحب حضور ہوتا ہے، وحدانیت الٰہی میں غرق کرنا اور مجلس محمدی ﷺ میں پہنچانا اس کے لیے کچھ مشکل نہیں، بلکہ آسان ہے اور صرف ذکر و فکر اور زہد و تقوے سے یہ بات حاصل ہونا دشوار ہے، کیونکہ مرشد کامل و مکمل طالب اللہ کا ہاتھ پکڑ کر منزل مقصود کو پہنچا سکتا ہے، جس شخص کو یہ قدرت نہ ہو اسے کامل کہنا غلط ہے۔ بلکہ وہ راہزن ہے"۔ (عین الفقر صفحہ ٦)

اور امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

علم بہ تفصیل احوال و مقامات و معرفت بہ حقیقت مشاہدات و تجلیات و حصول کشف و الہامات و ظہور تعبیرات وقعات از لوازم ایں عالی مقام است و بدونہا خرط القتاد (مکتوبات دفتر اول حصہ چہارم صفحہ ۲۲۱)

اس تفصیل کے بعد یہ خلش باقی نہیں رہنی چاہیے کہ شیخ کامل کے لیے جو شرائط حضرت استاد مکرم نے بیان فرمائی ہیں وہ کوئی نئی ہیں، ہاں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ صوفیائے کرام جن حضرات کو خلیفہ مجاز بنا دیتے ہیں ان سب میں تو یہ شرائط نہیں پائی جاتی ہیں، پھر ایسا کیوں کیا جاتا ہے؟ تو اس کی حقیقت یہ ہے۔ یہ اہل اللہ صوفیا کرام بعض اوقات صرف علماء ظاہر کو بھی خلیفہ مجاز بنا دیتے ہیں۔ وہ بیعت شریعت و بیعت وسیلت کے لیے ہوتا ہے۔ بیعت طریقت کے اعتبار سے وہ واقعی ناقص ہوتے ہیں، اگر کوئی ایسا خلیفہ مجاز سادگی سے اپنے نام کے ساتھ شیخ طریقت لکھنا شروع کر دے تو اس سے حقیقت نہیں بدلتی"۔ (مرتب)

Marfat.com

صفحہ	نمبر	حواشی	صفحہ	نمبر	حواشی
107	۲۵		149	۴۵	تفسیر مظہری ۶۲:۱۵
108	۲۶	انما یحشی الله من عبادہ العماء قال الشیخ شباب الدین فی ھذہ الایہ تعریضا الی انہ من لا خشیہ لہ فہو لیس بعالم۔ ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ۔	150	۴۶	الخبر الدال ۲۳:
109	۲۷	اس شخص کا اتباع نہ کر جس کا دل ذکر الٰہی سے غافل ہو اور خواہشات نفس کا تابع ہو۔	150	۴۷	مکتوبات ۲:۲
114	۲۸	باب: ۳۰ در مختار ۱۰۵:۱	151	۴۸	مشکوٰۃ کتاب العلم۔
120	۲۹	فتح الباری ۳۰۱:۱	152	۴۹	الترغیب ۵۴۷:۲
121	۳۰	روض الانف ۳۴۳	153	۵۰	الترغیب ۵۴۸:۲
121	۳۱	فتح الباری ۳۰۱:۱	160	۵۱	تحفۃ الذاکرین ۴۱:
121	۳۲	فتح الباری ۴۰۸:۲	161	۵۲	الترغیب ۵۵۹:۲
122	۳۳	ابن کثیر ۴۶۸:۳	162	۵۳	فتح الباری ۲۲:۳
122	۳۴	ابن کثیر ۲۳:۳	163	۵۴	فتح الباری ۲۷:۳
123	۳۵	یسبحون اللیل والنہار لایفترون (الانبیاء)	163	۵۵	فتح الباری ۲۳:۳
124	۳۶	خدا ہی کو فقط حاصل ہے حق دلبری اکبر دیا دل جس نے دنیا کو حقیقت میں وہ مشرک ہے	167	۵۶	الترغیب ۱۹:۴
125	۳۷	تفسیر مظہری ۱۰۱:۲	168	۵۷	الترغیب ۱۹:۴
135	۳۸	فتاویٰ الحدیثہ۔	169	۵۸	الترغیب ۱۹:۴
135	۳۹	فتاویٰ الحدیثہ۔ ۲۷۷:۲	169	۵۹	الترغیب ۲۰:۴
146	۴۰	اللآلی المصنوعہ ۳۳۲:۳	170	۶۰	الترغیب ۲۰:۴
146	۴۱	الخبر الدال۔۔۔سیوطی ۱۵:	170	۶۱	الترغیب ۲۲:۴
147	۴۲	ایضاً: ۲۳	171	۶۲	الترغیب ۱۴۸:۴
147	۴۳	ایضاً: ۱۴	171	۶۳	فتح الباری مع بخاری ۲۷۲:۱۱
148	۴۴	معارف لدینہ، امام ربانی: ۴۴	173	۶۴	فتح الباری مع بخاری ۲۷۳:۱۱

Marfat.com

حواشی

صفحہ	نمبر	کتاب	حوالہ
174	٦٥	تفسیر کبیر۔	
176	٦٦	فتح الباری	۱۱:۲۷۳
177	٦٧	تفسیر کبیر	۴۷۱:۵
177	٦٨	تفسیر مظہری	۲۲:۱۲
178	٦٩	فتاویٰ الحدیثیہ	۲۸۵:۲
181	٧٠	الترغیب	۴۴۴:۳
186	٧١	روح المعانی۔	
188	٧٢	الترغیب	۵۳:۳
188	٧٣	ابن کثیر	۴۹۵:۳
191	٧٤	تفسیر مظہری	۴۱۰:۳
192	٧٥	تفسیر مظہری	۴۱:۳
192	٧٦	ایضاً۔	
193	٧٧	حاشیہ تفسیر کبیر	۵۰۴:۴
193	٧٨	حاشیہ تفسیر کبیر	۵۰۴:۴
194	٧٩	الترغیب	۱۶۰:۴
194	٨٠	الترغیب	۵۳۷:۴
202	٨١	بخاری	۹۴۸:۲
203	٨٢	مشکوٰۃ	۴۲۷:
204	٨٣	فتاویٰ الحدیثیہ	۲۵:۱
210	٨٤	کتاب الاذکار نوروی	۱۹:
211	٨٥	کتاب الاذکار	۲۰:
216	٨٦	تفسیر تبصیر الرحمٰن۔	

حواشی

صفحہ	نمبر	کتاب	حوالہ
216	٨٧	بہجۃ النفوس۔	
217	٨٨	مشکوٰۃ	۱۹۲:
218	٨٩	عبقات	۸:
225	٩٠	تفسیر کبیر	۴۱۹:۶
230	٩١	کتاب الروح	۲۹:
231	٩٢	تفسیر کبیر جلد	۱۴۲:۱
231	٩٣	المرشد الامین واحیاء العلوم جلد ۳	
232	٩٤	الفتح الربانی وغط: ۱۸۔ ذیقعدہ ۵۴۵ء	
232	٩٥	مکتوبات شیخ الاسلام جلد ۳: مکتوب ۳	
233	٩٦	المنقذ من الضلال صفحہ	۵
243	٩٧	فتح الباری	۳۱۵:۱۲
243	٩٨	فتح الباری	۳۱۵:۱۲
243	٩٩	فتح الباری	۳۱۵:۱۲
245	١٠٠	ابن کثیر	۶۸۲:۲
248	١٠١	کتاب الروح	۳۱۹
268	١٠٢	الفوز الکبیر	۴۷:
269	١٠٣	المنقذ من الضلال	۵۰:
269	١٠٤	الیواقیت والجواہر	۱:۱۳۳
270	١٠٥	ایضاً۔	
270	١٠٦	الحاوی للفتاویٰ	۴۵:۲
271	١٠٧	الحاوی للفتاویٰ	۴۴۸:۲
272	١٠٨	فتح الباری مع بخاری	۳۰۱:۱۲
272	١٠٩	الحاوی للفتاویٰ	۴۴۵:۲

Marfat.com

حواشی				حواشی			
273	۱۱۰	الحاوی للفتاویٰ	۴۴۵:۲	404	۱۲۸	تفسیر ابن کثیر	۴۸۲:۲
273	۱۱۱	ایضاً	۴۴۴:۲	405	۱۲۹	تفسیر ابن کثیر	۴۶۹:۳
279	۱۱۲	الحاوی للفتاویٰ	۴۴:۲:۲	407	۱۳۰	احیاء علوم الدین	۱۵:
276	۱۱۳	اشعۃ اللمعات	۲۳۹:۳	407	۱۳۱	کشف استار حاشیہ درمختار۔	
275	۱۱۴	فتاویٰ الحدیثیہ	۲۳۹:۲			باب السمین وفی الضرب والقتل	
276	۱۱۵	فتاویٰ الحدیثیہ	۲۵۵:۲	409	۱۳۲	کتاب الروح	۶۲:
277	۱۱۶	تفسیر ابن کثیر	۴۶۸:۵	410	۱۳۳	شرح الصدور فی احوال الموتیٰ والقبور:۲۰	
277	۱۱۷	ایضاً۔		410	۱۳۴	ایضاً	۹۷:
279	۱۱۸	فتح الباری	۲۹۲:۶	410	۱۳۵	ایضاً	۲۰:
279	۱۱۹	روح المعانی۔		411	۱۳۶	فتح الباری معہ بخاری	۲۰:
281	۱۲۰	فتح الباری	۳۴۷:	411	۱۳۷	تفسیر مظہری	۷۷:۸
281	۱۲۱	اشعۃ اللمعات	۶۴۰:۳	412	۱۳۸	تفسیر مظہری	۷۷:۱۰
282	۱۲۲	فتح الباری	۷:۱	412	۱۳۹	حاشیہ خیالی	۱۱۸:
289	۱۲۳	فتاویٰ الحدیثیہ	۲۵۶:۲	412	۱۴۰	شرح مواقف	۷۱۵:
289	۱۲۴	اشعۃ اللمعات	۲۴:۳	413	۱۴۱	تفسیر ابن کثیر	۴۳۹:۳
290	۱۲۵	الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ :۷		418	۱۴۲	شرح وقایہ حاشیہ مولانا عبدالحق:۲۵۴	
291	۱۲۶	اللمعات شرح مشکوٰۃ ۳:۵۴۸		419	۱۴۳	مشکوٰۃ باب حکم الاسراء	۳۴۵:
404	۱۲۷	تفسیر جمل	۴۴۵:۲	420	۱۴۴	الترغیب	۱۹۶:

Marfat.com

حواشی

صفحہ	نمبر	حوالہ	جلد:صفحہ
421	۱۴۵	الترغیب	۱:۱۹۷
421	۱۴۶	تفسیر ابن کثیر	۳:۳۴۷
		اور کتاب الروح	۵:
421	۱۴۷	تفسیر ابن کثیر	۳:۴۸۳
421	۱۴۸	تفسیر ابن کثیر	۳:۴۳۹
422	۱۴۹	شرح وقایہ	۲۵۴:
424	۱۵۰	تفسیر ابن کثیر	۳:۱۸
425	۱۵۱	تفسیر ابن کثیر	۳:۱۶
425	۱۵۲	مشکوٰۃ باب المعراج	۵۷۸:
426	۱۵۳	مشکوٰۃ	۲۰۲:
427	۱۵۴	مشکوٰۃ	۵۴۵:
427	۱۵۵	اقتضائے صراط مستقیم۔	
428	۱۵۶	فتح الباری بخاری	۲:۳۳۸
430	۱۵۷	فتاویٰ الحدیثیہ	۲۰۶:
431	۱۵۸	مشکوٰۃ	۲۱۰:
433	۱۵۹	تفسیر کبیر	۴۶۵:
434	۱۶۰	تفسیر ابن کثیر اور الزاواجر ۲:۲۷۹	
435	۱۶۱	مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن:۱۵۷	
435	۱۶۲	ابن کثیر	۳:۳۱
438	۱۶۳	فتح الباری	۱۳:۲۹
439	۱۶۴	اخبر ان ابصار القلب وجلاله يحصل بالذكر وانه يتمكن من الذكر بالتقوى فالتقوى باب الذكر والذكر باب الكشف والكشف مفتاح الفوز الكبير (احیاء، غزالی)	
440	۱۶۵	فتح الباری	۱:۴۵
443	۱۶۶	تحفۃ الذاکرین	۳۳۱:
433	۱۶۷	صواعق محرقہ علامہ ابن حجر	
446	۱۶۸	الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ:۳۱۰	
448	۱۶۹	تہذیب التہذیب ترجمہ حسن بصری	
450	۱۷۰	الحاوی للفتاویٰ	۲:۱۹۱
458	۱۷۱	تحفۃ الذاکرین	۵۵:

آراء دلائل السلوک

آراء دلائل السلوک

۱۔ دلائل السلوک کے بعض مواضع کو دیکھا۔ مؤلف کتاب مسلک اکابر دیو بند سے منسلک معلوم ہوتے ہیں مندرجات کتاب باحوالہ دیئے گئے ہیں۔ تصوف میں بھی دیگر علوم دینیہ کی طرح اس دور میں الحاوی فضا کی وجہ سے افراط وتفریط کا ارتکاب کیا جارہا ہے۔ افراط میں توحید باری کے مسئلہ پر زد پڑتی ہے اور تفریط میں تصوف کو بدعت قرار دیا گیا۔ حضرت حکیم الامت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے التکشف عن مہمات التصوف اور مسائل السلوک علی ہامش بیان القرآن میں مہمات التصوف کو قرآن وحدیث سے ثابت کیا ہے جس کو نجدی علماء نے دیکھ کر اقرار کیا ہے کہ اگر تصوف کی حقیقت یہ ہے تو ہم اس کا انکار نہیں کرتے یہ تو کتاب وسنت کی عملی شکل ہے۔ مجھے دلائل السلوک میں تصوف کے متعلق اسی راہ اعتدال کی بو محسوس ہوتی ہے۔

(حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی سابق شیخ التفسیر دارالعلوم دیو بند)۔

۲۔ میں نے کتاب دلائل السلوک، از افادات حضرت مولانا اللہ یار خان صاحب مرتبہ حافظ عبدالرزاق صاحب کا مطالعہ کیا۔ کتاب میں نہایت عمدہ مضامین ہیں بہت سے مفید مسائل کا حل کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت

Marfat.com

مولانا ممدوح اور جناب حافظ صاحب موصوف کو جزائے خیر عطا فرمادیں اور اللہ تعالیٰ اس کتاب کے فیوض و برکات سے خاص و عام امت مسلمہ کو مستفید فرمائیں۔ (محمد یوسف شاہ میر واعظ کشمیر)

۳۔ دلائل السلوک کے مطالعہ سے آج میں فارغ ہوا ہوں اور میرے تاثرات یہ ہیں:

اول: تصوف پر بحث فاضلانہ ہے۔ مصنف نے تزکیہ روح وقلب پر زور زیادہ دیا ہے اور زہد خشک کو نظر انداز کر دیا ہے انداز اقرب الی القرآن ہے۔

دوم: مجھے مصنف سے اس بات پر اتفاق ہے کہ تصوف کے بغیر انسان یوں لگتا ہے جیسے شاخ بے نم اور گل بے رنگ۔ یہ انسانیت کا نچوڑ اور شریعت کا ماحصل ہے۔

سوئم: تصوف پر اہل علم کی آراء محنت سے جمع کی گئی ہیں اور ماخذ کا پورا اہتمام کیا ہے۔

چہارم: کتاب میں روح پر بحث اتنی مفصل ہے کہ اگر روح کی حقیقت کو پا لینا ممکن ہوتا تو شاید مصنف کامیاب ہو جاتے۔

پنجم: کتاب کے بیشتر مباحث فکر جدید کے زیادہ قریب ہیں۔ باوجود یہ کہ مسائل زیر بحث کا تعلق غیر مرئی دنیا سے تھا۔ تاہم مصنف نے انہیں قابل فہم بنانے کی کوشش کی ہے۔

ششم: کتاب کی زبان ادیبانہ ہے۔

(ڈاکٹر جیلانی برق۔ ایم اے، پی۔ ایچ۔ ڈی)

۴۔ دلائل السلوک فن تصوف میں نہایت عمدہ اور بہت ہی بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ طریقت کو خداداد قابلیت کے ساتھ اس موضوع پر لکھنے کی خاص توفیق مرحمت فرمائی ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے تصوف کی حقیقت اور اس کے نتائج حسنہ سے کامل بصیرت حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ اس کتاب کے پڑھنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور نتائج حسنہ سے فیض یاب کرے۔

(حضرت مولانا مفتی بشیر احمد پسروریؒ خلیفہ اعظم حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ)

۵۔ میں نے مولانا اللہ یار خان کے مؤلفات دلائل السلوک، اسرار الحرمین، علم و عرفان کے اکثر مواضع کو دیکھا ان کے مضامین کو اکابر دیوبند کے مسلک کے موافق پایا۔ قرآن وحدیث سے متصادم نہ پایا۔

(مولانا محمد فرید صاحب مفتی دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

☆☆☆

Marfat.com